

بجوانه العزیز العالم کتاب
(۴)

نور افراہے بصیرت بل اسلام کشف حقیقت از آلہ الاہام موسوم

افکار و افکار

1987

حصہ دوم

معارف و افکار بلالنا حاجی فہمید مولوی محمد انوار اللہ صاحب

ایڈیٹر لائبریری دارالافتاء اسلامیہ

بیتناظر لائبریری دارالافتاء اسلامیہ
(۵)

فہرست حصہ دوم افادۃ الایمان

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹	ہند آئیوں کی توفیقِ کل کی تعریف	۱	بحث متعلق حدیث
	ح حدیث کی جگہ قرآن سے چھوڑا	۱	کلمہ صحابہ کی تعداد
۳۲	رکھی ہے۔	۲	عربی نبوت کی تدبیر
	ح احکام قرآن کے بے موقع معنی	۸	ظن غالب دین میں متبہر چیز ہے
-	کرنے کا نام ہے۔		اجماع صحابہ سے متعلق بحث مسئلہ
	ح قرآن کی آیتوں کو ان کے قول	۱۳	نزول عیسیٰ میں
۳۲	پر رکھو۔	-	اس مسئلہ میں قول فیصل
	ح احکام مذکورہ پر اور ان کا احکام	۱۴	اور ان کے اقوال میں تقاض
-	ق احکام ذکر نیوالے دو زخمی ہیں۔	۱۶	مرزا صاحب کی روایتوں کا حال
	ق باوجود یاد دلائی کے جو زمانہ میں		ابھی بخش کی تعدیل کنہیا لال مرزا
۳۵	اور نیر غنا ب ہوگا۔	۱۷	و غیرہ سے کرانے نہیں۔
	ق قرآن میں مجاہد کرنے والا	۲۰	مرزا صاحب کا تفسیر دل پر حملہ
-	بغضب ہوگا۔		ق بعض آیتوں کے نہ ماننے والے
	ح قرآن میں مجاہد کہ کفر ہے	۲۶	سخت عذاب اور عوائق ہے۔
	مرزا صاحب کے دلائل اپنی		ح قرآن کی تفسیر کے لئے حدیث
۳۵	صیویت پر	۲۷	کی ضرورت۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۰	ح فنی باتیں نکالتے والوں سے	۳۶	نزیب سے لوگوں کا مال لینے والا
۶۳	بچنے کی ضرورت		نبی نہیں ہو سکتا
	۱۳۳		۳۵
	۶۴		۳۵
	۶۵		۳۶
	۶۶		۳۹
	۶۷		۵۱
	۶۸		۵۹
	۶۹		۶۰
	۷۰		۷۱
	۷۱		۷۲
	۷۲		۷۳
	۷۳		۷۴
	۷۴		۷۵
	۷۵		۷۶
	۷۶		۷۷
	۷۷		۷۸
	۷۸		۷۹
	۷۹		۸۰
	۸۰		۸۱
	۸۱		۸۲
	۸۲		۸۳
	۸۳		۸۴
	۸۴		۸۵
	۸۵		۸۶
	۸۶		۸۷
	۸۷		۸۸
	۸۸		۸۹
	۸۹		۹۰
	۹۰		۹۱
	۹۱		۹۲
	۹۲		۹۳
	۹۳		۹۴
	۹۴		۹۵
	۹۵		۹۶
	۹۶		۹۷
	۹۷		۹۸
	۹۸		۹۹
	۹۹		۱۰۰

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶	حالات کا موازنہ	۴۲	ہر عشرہ اعراس قرآن اٹھا لیا گیا
۱۷	مرزا صاحب نے نفاذ امری کی قیادت کی		ہر مولویوں نے حرامیوں کی طرح پتے
	اسلامی تقلید یا اخلاق		اور عورتوں کو قتل کر لیا۔
	حرم مسلمانوں کو کالی دینی تہ		ہر گورنمنٹ کے احسان کے پیرام
۱۹	اور قتل کفر۔	۴۳	کسی اسلامی سلطنت میں پہلے نہیں
	حرم مسلمانوں کی لعنت اور کافر		مرزا صاحب گورنمنٹ کو بنا کر نہیں
	مثل قتل ہے۔	۴۴	گورنمنٹ کی تعریف نہ تھا نہ کر کے ہیں
	ہر امر واقع اور حیا رکھنی نہیں		ہر وہ حال سے مراد با اقبال تو ہیں
	ہر دشنام خلاف واقع آزار ایسی		اور گدہ ماریل ہے۔
	کی غرض سے ہوتی ہے۔		غلط بیانی۔ قرآن کی تحریف۔ فہم
	قرآن کو گویوں کا نصیب بیان کر دیا	۴۵	قرآن میں غلطی۔
۹۰	سحق و ذبح ہے۔	۴۶	دھوکا۔ خدایے تعالیٰ پر انٹرا
۹۱	قرآن کی صحیح مخالفت	۴۹	ہر دلیل شاہ نعمت اللہ کا قصیدہ
	قرآن مسلمان اہل کتاب کی گالی	۵۱	قصیدہ جعلی ہے۔ غلط بیانی
۱۳	سنیں گے۔		ہر دلیل اپنا مقابلہ ذیل دھوکا
	عیسیٰ علیہ السلام بری بات کا بڑا	۵۳	حالانکہ اپنے کو بار بار دہرائیں ہوئیں
۹۲	بھی عمرگی سے دیتے تھے۔	۵۴	عیسیٰ علیہ السلام کے حالات
۹۴	مرزا صاحب کا الہام جو ثا ثا بہت ہوا۔		مرزا صاحب اور عیسیٰ علیہ السلام

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ	مضامین
	احادیث کو نظر انداز کر کے قرآن کی		حق مسلمان کسی کے ذرا لٹے سے
۱۰۸	تصرف لیا۔	۹۵	اور قوی دل ہو جاتے ہیں۔
	خود غرضی سے عدم ایجابی قیام کا		حد حجاب میں دیکھا گیا ایسی تلوار
	خون کیا۔	۹۶	چلا رہے ہیں۔ اسی واسطے کہ پھیر۔
۱۰۹	قرآن اور خدا کی مخالفت		شریعت سے قرآن لانے کا الہام جھوٹا
۱۱۰	قرآن کی غلط تائیدیں نہ آئی گزرتی	۹۷	ثابت ہوا۔
۱۱۱	ہر تیس سال کی بہت تقابلیت		۵۔ دلیل الہام اور وحی ہوا کرتی ہے
۱۱۱	کی دلیل ہے۔	۹۸	اونکے الہام قابل استدلال نہیں۔
	وعدہ خلافیہ مفقودوں کو مہلت	۹۹	حد الہاموں میں شیطاں کو دخل ہوتا ہے
۱۱۲	ملا کرتی ہے۔		اونکے قاعدہ کے مطابق اون کے
۱۱۳	حق زیادتی غضب الہی سے بہت	-	الہام شیطانی ہیں۔
۱۱۴	ملا کرتی ہے۔	-	ہر نبیوں کے جھوٹے الہام
	حق آدمیوں میں کے شیطانی	۱۰۲	حد دلیل محکمہ معارف قرآنی دیکھئے
۱۱۴	خدا کی طرف سے تقریریں	۱۰۳	سورہ انا انزلناہ کے معارف قانع
۱۱۵	عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق		شان نزل نے اونکی تک بندیدگی
	ہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر	۱۰۵	غلط ثابت کر دیا۔
	عیسیٰ اور دجال و ارجح و ارجح شیعری	۱۰۶	مرزا صاحب صلح قوم نہیں ہو سکتی
	کی حقیقت منکشف نہ ہوئی۔	۱۰۷	اونکی غلط بیانی کا ثبوت کسی طرح سے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۰	شہنشاہی نقیب و حسد کا دفع ہو جانا		صاحبان پیشگوئی کی تقصیر میں غلطی
۱۲۸	بالٹی اثر سے امن قائم ہونا	۱۱۵	کہاتے ہیں۔
	دس بیس کے وقت ایک دوسرے کی	۱۱۷	۵۰ نصوص ظاہر پر چل گئے جابین
۱۲۹	بھائی ہو جائیں گے اور اسلام کو بڑھایا جائے	=	دشمن کا مینار قادیان میں کھڑا ہونا
	۵۰ مولوی ایک دوسرے کو کھانا پوٹا	=	عیسیٰ علیہ السلام کا حکم عداوت ہونا
=	کیر سے مرین مسلمانوں کو کفر بنا رہے ہیں	=	ح نزول عیسیٰ علیہ السلام
	مرزا صاحب کو زخا کی قدرت کا		مرزا صاحب نے نبی صلی اور علیہ السلام
۱۳۱	یقین ہے نہ نبی کے قول کا اعتبار۔	۱۱۸	کی قسم کا بھی اعتبار نہ کیا۔
۱۳۳	نزدیکی طرح مرزا صاحب کی آہٹیں	۱۱۹	ادو کا ایمان خدا اور رسول پر جس قسم تھا
	ح خود عیسیٰ علیہ السلام سے کہا	=	صلیب تک توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا
۱۳۳	کہیں اتر ڈکا۔	۱۲۱	وضع جزیرہ۔ ادنیٰ غلط بیانی ثابت ہوئی
	اس حدیث سے حضرت کی اشقی	۱۲۲	مال بے حساب تقسیم کرنا
۱۳۴	غلطی کا جواب ہو گیا۔	=	صرف قرآن بیش قیمت مال ہے اور کو
۱۳۵	مرزا صاحب کے الہام چھوٹے ثابت ہوئے	-	خوشی سے قبول کرو۔
	مرزا صاحب اپنے کو اسلام سے		صرف قرآن وہی مال ہے جس کی نسبت
۱۳۶	خانی سمجھتے ہیں۔	۱۲۳	پیشگوئی ہے کہ مسیح مال بہت تقسیم کرے گا
	دجال کا قتل۔ وہ مسیح علیہ السلام		تمام ادیان کا ہلاک ہونا۔ اور مرزا صاحب
۱۳۷	سے کفار کا مر جانا۔	۱۲۶	کے وقت میں کفر کی ترقی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۶	اولیٰ التلوٰں کو پرندوں کا اٹھا لینا		نواس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اونکا
۱۳۷	زمین لہ لہ کی منہ پاک کر تیرا الیٰ ایش	۱۳۷	سخت حملہ۔
۱۳۸	پیدا ہونے کی کثرت۔ مسلمانوں کی	۱۳۸	اونکی خلافت بیانی۔
۱۳۹	موت کا حال	۱۳۹	یوزاسف کی طرح واقعہ بدل دیا
۱۴۰	کفار۔ یہ قیامت کا قائم ہونا		جس چیز کا احتمال بھی نہیں اوسکو
۱۴۱	دعا کی ایام میں مزارعہ کی تاویل	۱۴۱	قطع کی کہتے ہیں۔
۱۴۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ نبط بیانی	۱۴۲	دجال کا حلیہ جسمانی
۱۴۳	کا الزام		دجال کا شام و عراق کے درمیان
۱۴۴	ہدیٰ بخاری اور مسلم کی حدیث میں فرق	۱۴۴	میں نکلنا۔ امداد کا فساد
۱۴۵	اونکے اقرار سے اونکا عیسیٰ ہونا		دجال کی مدت۔ اوسکے زمانے کے
۱۴۶	باطل ہو گیا۔	۱۴۶	ایام کی مقدار۔
۱۴۷	حج جو شخص ایسی بات کا دعوت کرے		اوسکی سرعت سیر۔ اوسکے فرار کی
۱۴۸	جو اوسیں نہیں دوڑنی ہے۔		عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق میں آنا
۱۴۹	امام مہدی کا عیسیٰ علیہا السلام	۱۴۹	اور اونکا لباس و بیہیت۔
۱۵۰	زمانہ میں ہونا	۱۵۰	کافر و نکاح قتل و مقام قتل و جلال
۱۵۱	امام مہدی سے متعلق احادیث	۱۵۱	یا حج و با حج کا خروج اور اونکی کثرت
۱۵۲	اوجود مغل ہونیکے اور نجاد دعویٰ	۱۵۲	اونکی موت کا حال۔ خورنی شیا
۱۵۳	مہدویت۔	۱۵۳	کی گرانی۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۷	یہودی بنا دیا۔	۱۵۵	ح امام مہدی عیسیٰ علیہما السلام کی امامت کرینگے۔
۱۶۸	ح کیفیت انتم اذا نزل فیکم ابنکم واما کم منکم۔	۱۵۷	اسی خیال سے مرزا صاحب اقتدا کیا کرتے ہیں۔
۱۶۹	امام بخاری پر افتراء۔ غلط بیانی	۱۵۷	ح حدیث لامہدی الایسی او۔
۱۷۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جملہ امام مہدی کا خاندان اہل بیت سے ہوتا ہے۔	۱۵۸	اوسکے معنی۔
=	احٹارہ سال کی عمر میں امام مہدی دمشق میں خطبہ پڑھنا۔	۱۵۹	ایک حدیث کی تاویل کر کے صدہا حدیثوں کو باطل ٹھہرایا۔
۱۷۳	امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا۔	۱۶۰	امام مہدی کے باب میں احادیث متواتر ہیں۔
=	عیسیٰ علیہ السلام کا عذر اونکی امامت سے عیسیٰ علیہ السلام کا دروازہ کھلوانا اور وہاں دجال کا بیونا۔	۱۶۱	حدیث لامہدی الایسی ضعیف منکر منقطع مجعول و مخدوش ہے۔
=	دجال کے ساتھ تشریح فرما دیکھا ہوا۔	۱۶۱	منقطع مجعول و مخدوش ہے۔
=	شجر و حجر کا ا نشانہ ہی کرنا۔	۱۶۲	غلط فہمی
۱۷۴	حارث کا امام مہدی کی تائید کو نکلنا۔	۱۶۳	غلط فہمی
=	ح علامت امام مہدی۔	۱۶۴	حدیث سے اونکی عیسویت کا ابطال حدیث کو اپنے پرچسپان کرینگے لئے داؤ پیچ۔
۱۷۵	ح حارث میں ہوا اونکی دھوکہ دہی۔	۱۶۴	انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۹۳	مسئلہ معراج	۱۷۶	حدیث ابی داؤد سے اوکا استدلال سخوی غلطی۔
۱۹۴	ہر معراج جس کو کثیف کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ وہ کشف تھا۔	۱۷۷	چندہ کی غرض سے حدیث کو بگاڑا
۱۹۴	ح معراج کو مستبعد سمجھ کر بعض لوگ مرتد ہو گئے۔	۱۷۹	اوشکا الہام شیطانی ثابت ہوا۔
۱۹۸	ح ابو بکر کا لقب معراج ہی کی تصدیق سے ہوا۔	۱۸۰	ح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراف کرنے والا اور زخی ہے۔
۱۹۹	معراج بیداری میں ہوا۔	۱۸۱	منصور کے باب میں دھوکا دیا
۲۰۵	معراج کا مسئلہ واجب الایمان اور ضروریات دین سے ہے۔	۱۸۱	مال تقسیم کرنے کے باب میں دھوکا دیا
۲۰۸	عائشہ رضی اللہ عنہا بھی معراج جسمانی کے قائل ہیں۔	۱۸۱	لینے کے موقع میں مال کی تعریف اور دینے کے موقع میں شکایت کہ وہ فتنہ ہے۔
۲۱۶	مرزا صاحب کا قول قابل تضحیک فلا معراج کے مسئلہ پر مرزا صاحب کے	۱۸۲	تاویل مخالف حدیث
۲۱۷	اعتراض اور اس کے جواب	۱۸۳	تاویل کی ضرورت کب ہوتی ہے
۲۲۶	حدیث ذہب دہلی کے اعتراض کا جواب۔	۱۸۳	حقیقت و مجاز اور کلی غرض کے تابع میں جہاں چاہا حقیقت کہہ دیا اور جہاں چاہا مجاز کہہ دیا۔
		۱۸۵	مرزا صاحب کی تدبیریں
		۱۹۲	مرزا صاحب نے خالصتاً کے مقدمے میں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۵	لطیف تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ	۲۲۸	ارواح متعدد مقامات میں سکنے لگیں مہر تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے
۲۲۶	نہیں پڑتا تھا۔ مرزا صاحب ابو علی سینا کے عقائد ہیں	۲۳۲	قائل تھے۔ ح ناجی وہی ہے جو صحابہ کا سا
۲۲۶	غلط بیانی۔ شیخ اکبر فتوحات مکیہ معراج جسمانی	=	اعتقاد رکھے۔ ح جو جماعت سے علیحدہ ہو وہ
۲۵۱	کی تفسیح کی ہے۔	=	اسلام سے خارج ہے۔
۲۵۲	قیامت کا اثبات ہر قیامت میں مردے جنت سے	۲۳۳	ح ما فہد حید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث موضوع ہے۔
=	نہ نکلیں گے۔	=	مرزا صاحب کا استدلال غیر توفیق صحاب پر۔
۲۵۳	خیال ہے۔	۲۳۸	معراج میں کوئی امور مقصود بالذات تھے
۲۵۵	حشر کا حال قرآن وحدیث سے مردے زندہ ہو کر میدان حشر میں	۲۴۱ ۲۴۳	ح ضرورت خطاب بحجب عقول ح روایت عینسی آنحضرت
۲۵۷	آکھڑے ہوں گے۔	=	صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے
۲۵۸	دھوکا۔	=	ابن عباس سے متعارض روایتوں
	زمین حشر میں سپاس ہزار برس رہنا ہوگا۔	۲۴۴	کی وجہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جہنم
۲۵۹			

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۸۶	افواہ و سناجواب -	۲۶۰	حشر میں پسینہ کی حالت
۲۸۸	قرآن کی تحریف ظاہر و باطن پر	۳۲۶	مرزا صاحب کا الہام جھوٹا ثابت ہوا
۲۸۹	قرآن پر ادھار ایمان نہ ہونکا ثبوت		مثل کافروں کے مرزا صاحب کا
	حدیث دھوکا اور نیکے اقرار سے	۲۸۳	شبه قیامت کے باب میں
۲۹۰	ادھار و شرک -		وہ صد ہا آیات کا انکار کر رہے ہیں
	انہی کے اقرار سے اور نیکے بیلیانی	۲۸۴	دھوکا -
۲۹۱	ثابت ہو گئی -	۲۸۵	اور نیکے قول پر جنت میں نشتیں اور نشتیں
	دھوکا اور اور نیکے غلطی کا نشانہ		قرآن کی بیسیوں آیتوں کو نسخ
	اور نیکے اقرار سے اور نیکے بے ایمانی	۲۸۸	کر رہے ہیں -
۲۹۲	داؤد بیچ وغیرہ	۲۸۰	آیات میں تعارض اور ادھار و سنا جواب
	ادھار ایمان و شرکوں اور دھوکا		مرزا صاحب آیتوں میں زبردستی
۲۹۳	کے طرح ہے -	۲۸۳	تعارض پیدا کرتے ہیں -
۲۹۴	داؤد بیچ دھوکا		ح قرآن کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی
	اپنی ادنیٰ غرض کے واسطے وہ آیات		تو صرف ایمان لانا چاہتے ہیں -
۲۹۵	واحد بیٹھ کر روکتے ہیں -		مرزا صاحب تین آیتوں کا غلط
۲۹۶	یہ اور نیکے خواب کی تعبیر ہے		بیان کر کے صد ہا آیات و احادیث
	صریح اور کشف نبی میں غلطی	۲۸۶	میں تعارض ڈال دیا -
۲۹۷	ہو سکتی ہے -		یا ایہا النفس المطمئنة سے استدلال

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱۳	۵۔ ایک سو پانچ سے مراد جنت میں گھس جاتا ہے۔	۲۹۷	۵۔ قرآن اٹھ گیا تھا میں شریعت لایا
۳۱۷	۱۰۔ ایم لایر بیون سے اونکا استدلال	۲۹۹	امام سیوطی رح کی کتابوں سے حدیثیں
۳۲۷	۱۱۔ عدم احیاء پر۔	۳۰۰	اس کتاب میں نقل کرنے کی وجہ
۳۲۸	۱۲۔ جہوٹ	۳۰۱	مسند امام احمد کو مرزا ضامن نے نہیں
۳۲۲	۱۳۔ عام کی تخصیص	۳۰۲	ادخا و جال و کذاب ہونا اونکے
۳۲۷	۱۴۔ قرآن میں خوارق عادات کا ذکر	۳۰۳	اقرار سے ثابت ہے۔
۳۳۰	۱۵۔ احادیث سے جن مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے۔	۳۰۴	۱۶۔ الہام قرینیہ قریہ سے ہے احادیث
۳۳۳	۱۶۔ احیاء عوات کسے حاکمات جو اولیاء اللہ سے ظہور میں آئے	۳۰۵	کے معنی پھیرنے کے لئے
۳۳۹	۱۷۔ قاریا یا عزیز علیہ السلام کا زندہ ہونا۔	۳۰۶	۱۷۔ آئیہ قیل و دخل الجنت سے استدلال
۳۴۲	۱۸۔ موت تو دم و غشی کے معنی میں نہیں	۳۰۷	۱۸۔ مرد و لا تحسین الذین قتلوا سے ادخا
۳۴۵	۱۹۔ مرزا صاحب کسے مرید اپنے نبی کا قول ابھی سے رو کرنے لگے۔	۳۰۸	استدلال۔
۳۴۸	۲۰۔ طریقہ تحریف	۳۰۹	۱۹۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت
۳۵۰	۲۱۔ عموماً مجازی معنی لینا جائز نہیں	۳۱۰	میں جا کر تشریف لائے۔
		۳۱۱	۲۰۔ جسمانی و دخل جنت اس عالم میں
			مانع نہ روج نہیں۔
			۲۱۔ مرد جنت اور روزخ کے میں درجہ
			۲۲۔ ح آخری زمانہ میں فتوں کو کوکرو
			منہ سمجھو

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۵۵	قی الم ترالی الذین خر جوا من دیار ہم سے ہزاروں مرد کے زندہ ہونا ثابت ہے۔	۳۴۹	الراخت نے یصریح کی ہے کہ موت بمعنی نیند مجازی ہے۔
۳۵۷	ح دعاے نبی برائے احیاء اموات۔	۳۵۰	ح تفسیر بالراے کرنے سے آدمی دوزخی ہوتا ہے۔
۳۵۸	قی واذ قلتم یا موسیٰ سے احیاء اموات ثابت ہے۔	۳۵۱	انی متوفیک کے معنی نیند کے ثابت ہو گئے۔
۳۵۹	ح ستر آدمی زندہ ہوئے۔ ح قرآن کے ایک حرف کا منکر بھی کافر ہے۔	۳۵۲	توفی کے معنی یقینی لیں یا مجازی ہمارا مطلب ثابت ہے۔
		۳۵۳	ہر تمام قرآن میں جہاں امانت کا لفظ ہے اس کے معنی بیہوشی وغیرہ کے ہیں۔

حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اس لحاظ سے کہ خود معجزے نہیں کہہ سکتے عقلی معجزے اختراع کئے جسکی وجہ سے او کو حقیقی معجزات کی توہین کی ضرورت ہوگی اور ان معجزات کو ایک قسم کا سحر اور انبیا کو ساحر قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے جو اپنے کلام قدیم میں اونکی تقریفیں کیں اور فضائل بیان کئے اسکی کچھ پروا نکلی۔ اسے اس طرح احادیث بھی چونکہ اونکے دعویٰ کو ثابت نہیں ہونے دیتے تھے اسلئے مثل اور فرق باطلہ کے انہوں نے احادیث کو بھی ساقط الاعتبار بنانے میں کوی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا چنانچہ از الہام صحیفہ سومین ایک طولانی تقریر کے

بعد لکھتے ہیں کیوں جائز نہیں ہے کہ راویوں نے عمدا یا سہوا بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو انتہی ہم بیان توڑا سا حال احادیث کے اہتمام کا بیان کرتے ہیں جس سے خود معلوم ہو جائیگا کہ علماء رحمہم اللہ نے کس قدر جان فشانیاں کر کے سرمایہ حدیث ہمارے لئے فراہم اور محفوظ کر رکھا ہے اور وہ کس قدر قابل اعتبار ہے۔

امام نووی رحمہ نے تقریر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ احکام فارغ ہو کر عالم جاودانی کو جب تشریف لے گئے اور سوقت ایک لکھ چودا ہزار

صحابہ موجود تھے۔ اہل اسلام پر صحابہ کی حالت پوشیدہ نہیں کہ اشاعت دین
 میں کیسے سامعی تھے اس سے بڑا بکر کیا ہو کہ اس راہ میں جان دینا اونکے نزدیک
 پوری کامیابی اور سعادت ابدی تھی جو انکے کارناموں سے اظہر من الشمس ہے
 اونکے ذمہ نون میں بھی بات جمی ہوئی تھی کہ ہمارا دین وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ارشادات فرمائے ہیں اور اس حیثیت سے کہ پھر دین ناسخ
 اویاں ہے سوائے قرآن حدیث کے اوگنہ کسی کتاب سے تعلق نہاں کسی
 علم سے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقتضایہ طبیعت انسانی ہے کہ جس قوم میں کوئی
 بزرگ جلیل القدر ہو اسکی ادنیٰ ادنیٰ بات اوس قوم میں شہرت پاتی ہے ایسوجہ
 سے سلاطین و امراء سے نامدار کی ہر بات تمام ملک میں مشہور ہو جاتی ہے۔
 جب عموماً ناخیر حال ہو تو سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و
 حرکات و سکنات کو ان عشاق جان باز نے اسلامی دنیا میں کیا کچھ شہرت
 ملی ہوگی پھر جب حاضرین کو بار بار حکم فیلیغ الشاہد الغایب ہوا کرتا تھا
 یعنی جو کچھ دیکھو اور سنو غائبوں کو پہونچا دیا کرو اس حکم صریح نے تو ان حضرات
 پر اشاعت کو فرض ہی کر دیا پھر اوس زمانہ میں سوائے قرآن و حدیث کوئی
 علم ہی نہ تھا اور علم کے فضائل میں جو احادیث بکثرت وارد ہیں پوشیدہ نہیں
 جن سے ثابت ہے کہ وہ تمام عبادات بلکہ جہاد سے بھی افضل ہے تو قیاس کیا جا
 کہ وہ حضرات جو تحصیل کمالات اخروی پر جان دیتے تھے تعلیم و تعلم قرآن و
 حدیث پر کس قدر حریص اور اس میں سامعی ہونگے۔ الغرض متعدد قراین قویہ
 سے ثابت ہے کہ اوس زمانہ میں احادیث نبویہ مثل قرآن متداول ترین وسیلہ

پوری قوم اونکی حفاظت میں مصروف اور سرگرم تھی اور جہان جہان اسلام اپنی
 روز افزون ترقیوں سے قدم بڑھاتا اور پہنچتا گیا اوسکے ساتھ ساتھ علم بھی پہلو
 پہلو ترقی کرتا رہا اور نزدیک اور دور والے اس صحابہ جان بخش سے ایک انسان
 سیراب تھے۔ تقریباً ایک صدی تک ان اکابر دین کے سینے اس کینڈیڈے بہا کے
 صندوق بنے رہے جب تابعین کا زمانہ صحابہ کے انوار و فیوض سے خالی ہو گیا تو
 پھر آقراری پائی کہ ان علوم نبویہ کی حفاظت کا طریقہ اسب بھی ہے کہ قید کتابت
 لائے جائیں چنانچہ اوس وقت سے کتابیں تصنیف ہونے لگیں مجید زمانہ وہ تھا
 کہ غیر اقوام کے لوگ اسلام میں بہت کچھ داخل ہو چکے تھے اور مذاہب باطلہ کی
 بنیادیں بڑھ چکی تھیں اور جس طرح خود غرض بنے دینوں کی عادت ہے بہت سے
 شریک النفس اس تاگ میں لگے ہوئے تھے کہ اگر کومی و ادجل جادو سے تو اپنی دیر
 اینٹ کی مسجد علیحدہ کر کے مقتد ابن مہین چنانچہ بہت سے محققا اوسکے دائر
 میں بھی لگے جکا حال تو ایسے سے ظاہر ہے اسلئے علمائے بعد التزام و اہتمام
 کیا کہ جب تک پورے طور سے راویوں کی دیانت و تقویٰ ثابت نہ ہو اوس
 روایت نہ لی جائے اور اگر لای علی سے کوئی روایت لی بھی جا تو جب کوئی پیر
 ثابت ہو جائے اوسکی کل روایتیں ساقط الاعتبار کر دے جائیں۔ اور تحقیق کی
 یہ کیفیت کہ جب کوئی دو شخص ہم مشرب ہوتے تو جرح و تعدیل ہی میں بحث ہوتی
 اور اپنے اپنے تجربوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ایک دوسرے کو خیر دیدیتے جس سے
 ایک بڑا فربحال کا مدون ہوا جس میں ہر راوی کے جرح و تعدیل سے متعلق چشم دید
 واقعات مذکور ہیں۔ غرض کہ اس تحقیق و تنقیح سے گو بعض صحیح روایتیں جہاں

قسم کے لوگوں سے مروی نہیں مگر کئی لوگوں نے کہا کہ یہ بہت بڑا فائدہ ہے جو کہ بنانی ہو
 روایتوں کی قلمی کاپی لینی اور ساقطاً اعتبار کر دی گئیں اور یہی طریقہ علمائے
 جاری رہا اگرچہ ایسے لوگوں کی روایتیں متروک کر دی جاتی تھیں مگر بعض روایات
 جو راوی کے غیر متدین ہونے پر دلیل تھیں وہ زبان زد تہمیں مثلاً تدریس الراوی
 میں امام سیوطی نے لکھا ہے کہ محمد بن سعید شامی نے یہ روایت کی ہے

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خاتم النبیین الانبیاء بعدی الا ان یشاء الله
 چونکہ اس شخص کو نبوت کا دعویٰ کرنا منظور تھا اس لئے اسے اس حدیث میں
 الا ان یشاء الله بڑھا دیا اور اس کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس زمانہ میں
 ایسی زیادتیوں اور داؤدیں کب چل سکتے تھے آخر وہ سولی پر چڑھایا گیا اور
 اسکی روایتیں موضوعات میں شامل کی گئیں اس طرح وہ روایات جو قبل
 تحقیق کتابوں میں درج ہو چکی تھیں وہ یہی باقی رہ گئی تھیں ایسی احادیث
 کے لئے محدثین نے خاص خاص کتابیں تصنیف کیں اور سب موضوعات
 کو ان میں داخل کر دیا چنانچہ یہ بھی ایک فن جدا گانہ مدون ہو گیا۔ فن اصول
 حدیث کے دیکھنے سے یہ بات مبرہن اور منکشف ہو جاتی ہے کہ اکابر
 محدثین رحمہم اللہ نے کیسی کیسی جان فشانیوں اور موشگافیوں کر کے آخری
 زمانہ والوں کے لئے اس کے دین کا سرمایہ محفوظ رکھا ہے اور انکی محنت کا
 اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے جو شیخ ابنہ النظائر میں منقول ہے

ذكر البرزازی فی المناقب عن الامام البخاری الرجل لا یصیر محدثاً کما لا الال
 یکتب اربعاً مع اربع کا ربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی

ربيع عن ربيع لاربع وهذه الرباعيات لا تتم الا باربع مع اربع
 فاذا تمت له كلها مات عليه اربع وابتلى باربع فاذا اصبحت كرمه الله
 تعالى في الدنيا باربع واثابه في الآخرة باربع اما الادي فاجبار الرسول
 صلى الله عليه وسلم وشرافة واجبار لصحابة ومقاديرهم والتابعين واحوالهم وسائر العلماء
 وتوارثهم مع اربع اسما رجاليهم وكناهم واكنهتهم وازميتهم كالاربع التمجيد مع الخطب
 والدعاء مع التهنيل والتسمية مع السورة والتكبير مع الصلوات مع اربع المسندات
 والمرسلات والموقوفات والمقطوعات في اربع في صغره في ادراكه في شيبه
 في كهولته عند اربع عند شغل عند فراغه عند فقره عند غناه باربع بالجمال بالبحار
 بالبراري بالبلدان على اربع على الحجارة على الاخران على الجلود على الاكثاف الى الوقت
 الذي يكن نقلها الى الوراق عن اربع من موقوفه وودنه ومثله وعن كتابته اية اذا
 علم انه خطه كالأربع لوجه الله ورضاه وللعمل به وان وافق كتاب الله تعالى ونشأ
 بين اطلبها وناجيا ذكره بعد موته ثم لا تتم له هذه الاشياء الا باربع من كتب العبد
 هو معرفة الكتاب واللغة والصرف والنحو مع اربع من عطاء الله تعالى الصحة والعفة
 والحرص والحفظ فاذا تمت له هذه الاشياء مات عليه اربع الابل والولد والمال والوطن
 وابتلى باربع بشهامة الاعداد وطامة الاصدقار وطعن الجهال وحسد العلماء فاذا اصاب
 الكرم الله تعالى في الدنيا باربع بعز القناعة ومهتبه النفس ولذة العلم وحيوة الابد
 واثابه في الآخرة باربع باشفاعة لمن اراد من اخوانه ونظيل العرش حيث لا اطل الاطله
 والشرب من الكوتر وجوار البنين في اعلى عليين فان لم يطوق احتمال هذه المشاق
 فعليه بالفقعة الذي يمكنه ثقله الخ

ما حاصل اسکا یہ ہے کہ آدمی کامل محنت نہیں ہو سکتا جب تک امور ذیل پر پورے
 طور سے واقف اور ماہر نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار اور جو احکام
 حضرت مقرر فرمائے ہیں اور نیز صحابہ کے اخبار و حالات اور تابعین اور جمیع علما
 کے احوال اور تواریخ اور ہر ایک کا نام اور کنیت اور وطن اور زمانہ اور احادیث
 کے اقسام کہ کوشی، پیشہ منسبہ، ہمدرد کوشی، مرسل اور مقطوع اور موقوف وغیرہ
 ہے اسکے سوا ہر صوم الخیاط اور حضرت زین العابدین کا بھی ماہر ہوا اور عمر بہر حال
 بوجہ اللہ اسکی کام میں لگا رہے۔

فمن رجالہ کے وقت میں پرچہ امر پوچھنا شیعہ نہیں کہبتے انکا پر محمد میں تھے وہ سب
 ان صفات کے ساتھ متصف تھے۔ اور یہ سب باتیں انکو از بر تہیں۔
 اگر یہ بظاہر یہ امر کیفہ مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے یہ استفادہ
 رافع ہو سکتا ہے۔ آخر قوت حافظہ کے مدارج میں بعض حافظے ایسے بھی ہو سکتے
 کہ جو چیز انہوں نے دیکھا یا سنا وہ کنقش الحجر ہو گئی جیسے عکسی تصاویر میں ہوتا
 اور اسکے قضا میں وجہ اس زمانہ میں بھی موجود ہیں مثلاً بعض دکانوں کو کل قانونی
 کتابیں ایسی از بر ہوتی ہیں کہ جو مضمون پوچھی اوسکا دفعہ وغیرہ بتلا کر صدقاً
 نظائر اور فیصلوں کے پورے پورے مضامین پیش کر دیتے ہیں۔ اصل سبب
 اسکا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس دین کی حفاظت منظور ہے جو قولہ تعالیٰ و انالہ
 لحنظون سے ظاہر ہے اسلئے ایسے افراد منتخب روزگار پیدا کر کے اونسے
 یہ کام لیا ان حضرات نے وہ وہ موشگافان کین کہ فن حدیث ایک موفنون
 مشتمل ہو گیا جسکی تفریح امام سیوطی نے تدریب الراوی میں کی ہے اور ان

نے بفضلہ تعالیٰ اوں میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کر کے اوں سب کو کمال کو پہنچا دیا۔
اب اہل انصاف غور فرما دیں کیا ان حضرات کے روبرو کسی کے داؤ بیچ اسلام
میں چل سکتے تھے۔ کیا ممکن ہے کہ کسی بنامی ہومی حدیث انکی غامض نظروں
سے چھپ کر صحت کے پیرایہ میں آسکتی تھی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے
ہمارے بیان کی ضعیف حدیث دوسری ملتون کی قوی اور صحیح روایتوں سے
بدرجہ باقوی ہوگی۔

اول با آخر سر منہتی۔ آخر ما جیب تمنا تھی

ہر را صاحب جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہوگی
یہ ظاہر درست ہے کیونکہ امکان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جس چیز کا نہ کسی
وجود ہوا ہونہ ہوگا وہ بھی اوس میں داخل ہے۔ مگر عہد بھی تو ممکن ہے کہ ان حضرات
نے نہ عمداً خطا کی ہو نہ سہواً پھر اسکی کیا وجہ کہ خطا کا امکان پیش کر کے وہ انکا
دین نشانہ ملامت بنائے جائیں۔ قراین مذکورہ بالا پر نظر ڈالنے کے بعد عہد
امروپشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ہزار ہا اکابر دین اور متدین علمائے جب فن حدیث کا
اسقدر اہتمام کیا ہے تو صرف ایک خفیف سا احتمال اس قابل نہیں کہ اوسکے مقابل
پیش ہو سکے یہاں عہد امرو قابل غور ہے کہ اکابر محدثین جنہوں نے نہ سلاطین و امرا
کی صحبت اختیار کی جس سے احتمال ہو کہ اونکی خاطر سے کوئی حدیث بنامی ہو نہ
اشاعت علوم پر ماہوار یا کسی قسم کا چندہ مقرر کیا جس سے خیال ہو کہ کثرت اشاعت
کی ضرورت سے یہ حدیثیں بنائی ہوں ان حضرات نے تو اشاعت عہد امرو میں
جان دینے میں بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت مقرر

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کی حدیثیں شایع کرنے کی غرض سے شام
 تشریف لے گئے جہاں علی کرم اللہ وجہہ کی سخت منقبت ہو کر تھی اور جان
 کی کچھ پروا نہ تھی چنانچہ اسی جرم میں شہید کے گئے ایسے حضرات کی روایات
 میں تو اقسام کے احتمالات پیدا کئے جائیں اور مرزا صاحب عیسویت اور
 وحی کی وجہ سے ملا کہوں روپے حاصل کریں اور انکی خبروں میں احتمال بھی قائم
 نہ کیا جاسے عجیب بات ہے اگر عقل سے تہوڑا پہی کام لیا جاسے تو
 معاملہ بالعکس ثابت ہو جائیگا۔ فن اصول حدیث و فقہ میں بھی بحث نہایت
 مبسوط ہے کہ احادیث صحیحہ قابل تصدیق اور واجب العمل ہیں۔ انہیں احادیث
 پر اکثر مسائل فقہ کا دار و مدار ہے اگر وہ بے اعتبار قرار دے جائیں تو
 تمام مذاہب فقہ درحکم و برہم ہو جائینگے اور بے دہنوں کو آیات قرآنیہ میں
 تصرف کا موقع ہاتھ آ جائیگا چنانچہ ملاحظہ فرمائیے یہی کام کیا ہے۔ اس میں
 شک نہیں کہ جو چیز تو اتر سے ثابت ہو ادسکا علم یقینی اور ضروری ہوتا ہے
 اور احادیث غیر متواترہ کا علم ظنی ہے مگر شریعت نے اس ظن غالب کو
 اعتبار کر لیا ہے۔ دیکھ لیجئے دو گواہوں کی خبر سے جملہ حقوق ثابت ہو جاتے
 ہیں بیان تک کہ انہیں دو گواہوں کی گواہی سے مسلمان کا قتل قصاص میں
 مباح ہو جاتا ہے اب دیکھئے کہ وہ شخصوں کی خبر کسی طرح متواتر نہیں ہو سکتی
 بلکہ اس سے صرف ظن غالب ہو جاتا ہے باوجود اسکے شریعت نے اسکا
 اعتبار کر لیا ہے۔ اسی طرح ثبوت نسب صرف باپ کے اقرار پر ہو جاتا ہے
 اگر اسکے لئے تو اتر شرط ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آبا و اجداد کی میراث

اور جاداد کا مالک بنے۔ پہر پاپ جوڑ کے کے نسب کا اقرار کرتا ہے اور سکا مدار
 صرف ظن غالب پر ہے جو اپنی زوجہ کے بیان اور قرآن خارجیہ مثل عفت وغیرہ
 کے لحاظ سے اسکو حاصل ہوتا ہے اگر اس ظن غالب کا اعتبار نہ کر کے کسی غیور
 شخص کے نسب میں ناشائستہ احتمال پیش کئے جائیں تو کیا ان احتمالوں کو وہ
 قابل تسلیم سمجھیں گے یا کسی اور طریقہ سے پیش آئیگا جو دشنام کے جواب میں اختیار
 کیا جاتا ہے۔ ایس طرح جہاں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ظن غالب پر عمل لازم ہو جاتا ہے
 گو وہ خلاف واقع ہو اور اس طرف نماز صحیح بھی ہو جاتی ہے گو غیر سمت قبلہ کی
 طرف پڑھی ہو۔ غرض کہ جو چیز ظن غالب سے ثابت ہوتی ہے شرعاً عاقلانہ
 قابل تصدیق سمجھی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جو احتمال ضعیف
 پیش کر کے احادیث کو بے اعتبار بنانا چاہتے ہیں اہل اسلام اسکو ہرگز جائز
 نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ یہ بات گویا فطرتی ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدا اور مشوا
 کی باتیں جو انکے اسلاف نے اون تک پہنچا ہے میں اونکو قابل قبول اور
 مخالفین کتنے ہی احتمال پیدا کریں اونکو لغو سمجھتے ہیں اسیوجہ سے مرزا صاحب کی
 کوی بات نہ نصاریٰ میں فروغ پائی نہ آریہ وغیرہ میں۔ باوجودیکہ براہین احمدیہ
 میں انہوں نے اقسام کے احتمال اونکے مذاہب میں پیدا کر دئے۔ بہر مسلمانوں
 پر یہ آفت کیوں آگئی کہ جسے جیسا کہ دیا اوسکی حل گئی اور ایسے شخص کے مقابلہ
 میں کل اسلاف جن میں فقہا محدثین اور اولیاء اللہ شریک ہیں سب جہنم پہنچے ہیں
 مرزا صاحب ازالہ الادہام ص ۶۵۲ میں لکھتے ہیں کہ اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں
 تو مفید ظن ہیں والظن لا یعنی من الحق شیئاً۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں آیت

کفار کی شان میں ہے۔ اولی عادت تھی کہ جب قیامت وغیرہ امور حتمہ ہوا کرتے
 اس کے خلاف میں اسکل کی باتیں بنا تے تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **مَا دَاخِلُ**
اِنَّ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا وَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا فَاَنْتُمْ مَّا تَدْرُسُوْنَ مَا السَّمَاعَةُ اِنَّ فِي
الْاٰطْنَا وَّمَا حَقُّهُ مُبْتَلٰی فَعِيْلُوْنَ یعنی قیامت کا ذکر ہر شے میں تو کرتے ہیں کہ جہاں اسکا
 ظن ہے یقین نہیں ہے اور ارشاد ہے **اِنَّ كَيْدَ الْاِنْسَانِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِمْ لَاشْكُوْرٌ**
 یعنی صرف وہ گمان پر چلتے ہیں اور وہ صرف اسکل کی باتیں بنا تے ہیں اس طرح اس
 آیت شریفہ میں بھی ارشاد ہے **وَمَا يَلْبِغُ الْكُوْفُ الْاٰطْنَا اِنَّ الْاٰطْنَا لَافْتِنٌ لِّمَنْ اَشَاءَ**
 یعنی اکثر کفار صرف گمان پر چلتے ہیں اور گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا اسکل
 جس گمان کی توہین ہو رہی ہے وہ وہی گمان ہے جو آیات و احادیث کے
 خلاف میں عقل و دماغ سے پیدا ہوتا ہے جسکے مرکب مرزا صاحب ہو رہے ہیں
 دیکھ لیجئے جہاں کوئی حدیث وہ اپنے مقصود کے مخالف پاتے ہیں اسکل کی
 باتیں بنا لے لگتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راوی عمد آیا خطا چھوٹ کہہ دیا ہو گا اور
 ممکن ہے کہ اسکے بچھ معنی ہوں وغیرہ اب اہل انصاف غور کریں کہ آیت شریفہ ہمارے
 لئے مفید ہے یا انکے لئے اگر راویوں میں احتمالات پیدا کر کے احادیث
 بے اعتبار قرار دئے جائیں تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہو سکیگی۔ دیکھ لیجئے
 نماز سے زیادہ کوئی حکم ضروری نہیں ہے پھر نہ باج و وقت کی نماز قرآن سے
 صراحتاً ثابت ہوتی ہے نہ اسکی ادا کرنے کا طریقہ جہاں ہمہ بات بھی مایہ کوئی
 کہ بعض لوگ خصوصاً مرزا صاحب خواہ مخواہ احادیث کو مخالف قرآن قرار دیتے
 انکو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں بچھ اولی کم فہمی ہے اسلئے کہ اکابر علماء نے حسب

کسی حدیث کو صحیح مان لیا اگر وہ فی الواقع مخالف قرآن ہو تو صحیح کہنا چاہیے اور اگر
 قرآن کا علم تھا پھر ایسے لوگ جو قرآن صحیح کو نہ جانیں۔ اکا بردین اور مقداد کیونکر
 ہو سکتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جو حدیث بظاہر مخالف قرآن معلوم ہو وہ ہمارے
 فہم کا تصور ہے۔ درحقیقت مخالفت ممکن نہیں ایسے جو سے جہتہ میں کی دین میں
 ضرورت ہوتی جتنا کام یہ تھا کہ قرآن حدیث کو تطبیق دیکر قول فصیح اور وہ لوگ
 کا ما حاصل بیان کریں اسکی تصدیق اس سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ آدمی جو فہم تھا
 ہر سبق میں باقدا م کے تعارض و مخالفت اور اسکے ذہن میں نہ تھے مگر اسکا کمال
 ان سب کا جو ایسا بکر تکمیل کو دیتا ہے اسی طرح جہتہ میں کابھی حال سمجھنا چاہیے۔
 مرزا صاحب نے احادیث کی توہین تو بہت کچھ کی لیکن لطف خاص یہ ہے کہ
 خود ہی ارادہ الہامی میں یہ بھی فرماتے ہیں اب سمجھنا چاہیے کہ گواہی
 طور پر قرآن شریف اہل و اقوام کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت
 وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے سمنے لیا ہے انتہی اسی احادیث
 ان الظن لا یغنی عن الحی مستینا کے تحت میں داخل کر کے غیر معتد بہ بنا دیا تھا
 جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے
 لاشعہ محض ہے اس تقریر میں احادیث کی وقعت جو بیان فرماتے ہیں وہ بھی
 ایک حکمت علی ہے وجہ اسکی بھی ہوئی کہ نیچروں نے مرزا صاحب کی سچائی
 کی بنیادھی کو زیر کر دیا۔ عدد و شد و سبب تیر گز خداوند چنانچہ ارادہ الہامی
 حصہ میں لکھتے ہیں کہ حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ
 اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی تھی بے اصل خیال نہیں کرتے ہیں کہ جو صحیح ان

مریم کے آنے کی خبرین صحاح میں موجود ہیں بھید نام خبرین صحیحی غلط میں مشابہ انفا
 ایسی باتوں سے مطلب بھید ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعویٰ کی تحقیق کر کے کسی
 اوسکو باطل ٹھہرایا جاوے انتہی چونکہ مرزا صاحب کو عیسویت سے خاص شہم کی
 دل چسپی ہے اور نزدل عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت کا مدار احادیث کے
 ثبوت پر تھی تھا اسلئے انہیں احادیث کے توثیق کی ضرورت ہوئی ورنہ اوسکو
 اس سے کیا تعلق دیکھ لے لے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر جب کوئی حدیث
 نہ ملی تو انجیل موجودہ کو پیش کر دیا کہ اوس سے اونکا سولی پر چڑھایا جانا ثابت
 ہے پھر ادبکی توثیق میں کہدیا کہ بخاری سے ثابت ہے کہ انجیل میں کوئی تحریف
 لفظی نہیں ہوئی جسکا حال آئندہ معلوم ہوگا۔ اور اسکی کچھ پردانکی کہ حق تعالیٰ
 بتصریح و ماقتلوہ فرما رہا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو کھینے سولی پر نہیں چڑھایا
 اب غور کیا جا کہ جیسے مرزا صاحب اپنے مضر حدیثوں کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں
 کہ راویوں نے عمدایا سہواً خطا کی ہوگی اسیلحہ بخیری بھی اسی احتمال سے اپنی
 خواہش بھی پوری کرینگے۔ کیا وجہ کہ مرزا صاحب تو اس احتمال سے نفع اٹھائیں
 اور بخیری اوس سے روکے جائیں۔ نزدل عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں جو حدیثیں
 وارد ہیں اونکی اسقدر توثیق کی کہ حد تو اترو کو ہو سجادیا جانا بخیر ازا اللہ ۵۵ میں
 فرماتے ہیں بھید امر یوسیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک
 اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے تو انکا اول
 درجہ ادسکو حاصل ہے انتہی۔ دوسرے مقام میں ازا اللہ ص ۳۳ میں لکھتے ہیں
 غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اوسی جسم کے ساتھ

اتریکانہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہر گزار اس پر اجماع نہیں ہوا
 اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت
 ادا کر گئے ورنہ ایک یا دو آدمی کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے انتہی اس تقریر
 ظاہر ہے کہ جسم خاکی کے شامعیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ایک دو صحابہ کے قول
 سے بات ہے جس کو اجماع نہیں کہہ سکتے اور اد پر کی تقریر سے ثابت ہے کہ کل صحابہ
 نے مسیح ابن مریم کے آسنے پر اتفاق کیا ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کے نو اتر کو پہنچ گیا ہے
 چونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ کل صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق تھا اور مرزا صاحب
 اس کو قبول نہیں کرتے تو ان کو چاہئے کہ کوئی ایسی روایت پیش کر دیں کہ اس مسئلہ میں
 صحابہ کے دو فرقہ ہو گئے تھے دو صحابی جسم کے ساتھ اتریں گے خائل تھے اور باقی
 کل صحابہ نے بغیر جسم کے روحانی طور پر اتریں گے تصحیح کی ہے اور اگر کل نہیں تو جب کہ
 خود فرماتے ہیں تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیں اور جب تک یہ اختلاف ثابت کیا جا
 نہیں صحابہ کی تصحیح پر اجماع سکوتی کل صحابہ کا واجب التسلیم ہو گا۔ اگر اعلیٰ انصاف
 غور کریں تو یہی قول فضیل ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ وہ ہرگز کسی صحابی
 کا یہ قول پیش نہیں کر سکتے کہ مسیح روحانی طور پر اترینگے۔

مرزا صاحب نے جو یہی فرمایا ہے کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت
 ہوتا ہے معلوم نہیں اس میں بخاری کی تخصیص کوین نہیں کی وہ تو اس حدیث کو
 قابل اعتبار نہیں سمجھتے جو بخاری میں نہیں ہوتی چنانچہ ازالہ میں ص ۲۱۲ میں لکھتے ہیں
 مضمون اس حدیث کا اور دلیل التہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المجتہدین کو
 یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارہ میں ہمارے مسکن پر اترے گا

اور کہتے ہیں مجھ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے اسکو ضعیف
 سمجھ کر رئیس الحدیث امام محمد اسمعیل بخاری نے چھوڑ دیا انتہی ان دونوں تقریروں سے
 ظاہر ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہیں ہوتی اسکو نزدیک وہ حدیث ہی نہیں اور
 اگر ہے ہی تو ضعیف جو قابل اعتبار نہیں کیونکہ جو حدیث رئیس الحدیث کو نہ ملی جو
 وہ دوسرے کسی محدث کو کہاں سے مل گئی اور اگر وہ حدیث ہو بھی تو اسکو ضعیف
 سمجھ کر انہوں نے اپنی صحیح میں داخل نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اعتبار کے
 قابل نہیں۔ اب فرما صاحب سے یوحنا چاہتے تھے کہ ضرورۃ الامام ص ۲ میں آپ جو
 تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو سخت
 نہ کرے اسکی موت جاہلیت کی ہوتی ہے۔ جاہلیت کی موت ایک ایسے جامد عقائد
 ہے جس سے کوئی بدی اور بد بختی باہر نہیں اور وہ صحیح حدیث بھیسے عن معاویہ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغير امام مات میتة جاهلیة لئلا فی سب الامم
 والترغی وابن جریر وابن جبان اور نیز ضرورۃ الامام ص ۱۱ میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے
 کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی رسول محدث مجدد سب داخل ہیں مگر جو لوگ ارشاد اور
 ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوں اور نہ وہ کلمات اور نکو دے گئے وہ گو دے
 ہوں یا ابدال امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اسوقت میں بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ
 امام الزمان میں ہوں انتہی حدیث موصوف تو بخاری میں نہیں ہے یہ وہ صحیح کوئی نہیں
 اگر بھیز روایت ہماری طرف سے پیش ہوتی تو فرما صاحب ضرور فرماتے کہ اسکا مطلب ظاہر
 ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرے وہ مردار موت مرا اسلئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ
 مرتے وقت امام کو لے کر مرے اور ظاہر ہے کہ قتل عمد شرعاً ناجائز ہے اس سبب سے

کچھ حدیث موضوع ہے اور برسی دلیل اس کے موضوع ہونے پر مجھ سے کہ اس کا مضمون
 یہاں جگہ نا در اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو مجھ حدیث میں
 اور اگر باہر ہو تو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اب انصاف کیا جائے کہ ایسی حدیث کو خود
 استدلال میں کیوں نہیں فرماتے ہیں اور اگر قابل استدلال سمجھتے ہیں تو مسلم کی دمشق والی
 حدیث نے کیا تصور کیا حالانکہ مسلم کی روایتیں نسبت مسند وغیرہ کے قوت میں زیادہ
 ہیں علاوہ اسکے کئی احادیث کو ان الظن لایغنی عن الحق شیا میں داخل کر کے بے اعتبار
 کر دیا مگر ایسی حدیث سے آپ کا استدلال کرنا کیونکر صحیح ہو گا پھر استدلال
 کیسا کہ جو ایک امام زمان نہ مانے وہ کافر نہیں ہے کیونکہ شقاوت جامعہ اسکے سوا اور
 کیا ہو سکتی ہے۔ اب دیکھئے جو سزا اس حدیث کے نہ ماننے پر تجویز کر رہے ہیں وہ کس
 سخت ہے کہ کامل قرآن کے نہ ماننے والے کی ہونی چاہئے حالانکہ وہ حدیث انہیں کے
 اصول پر قابل اعتماد نہیں۔ پھر اگر اوس حدیث میں اونکا نام مصرح ہوتا تو جب بھی ایسا
 تھی گو اوسوقت بھی مناظر کو گنجائش تھی کہ اس نام کے بہت لوگ موجود ہیں اور
 آئندہ بھی ہو سکتے ہیں جب سر سے اوس میں اونکا ذکر ہی نہیں تو اب تو احتمال کو
 بھی گنجائش نہیں باوجود اسکے اپنے منکر کی سزا و وزخ جو ہر ارہے ہیں کسی بے باکی ہے
 بخلاف اسکے بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے صفات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تصریح فرمادی ہے کہ عیسیٰ بنی اللہ بن مریم آفری زمانہ میں آسمان سے دمشق میں اترینگے
 اور بھی مجموعہ صفات سوا عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی پر صادق نہیں آتا باوجود اسکے
 مرزا صاحب یچہ کہہ کر مال دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم بنی اللہ رکھا ہے
 الحاصل مرزا صاحب جب دیکھتے ہیں کہ کوئی حدیث اپنے دعویٰ کو مفر ہے تو کہیں

کہہ دیتے ہیں کہ وہ بخاری میں نہیں ہے اسلئے قابل اعتبار نہیں اور کہہ ہی چکے ہیں کہ صحیح بھی ہو تو اوس سے ظن ثابت ہوگا اور اسکا اعتبار ہی کیا اور جب اذکو استدلال منظور ہوتا ہے تو بخاری و مسلم میں نہ بھی ہو تو وہ حدیث صحیح بھی ہو جاتی ہے اور خود اسکا صدق بھی بن جاتے ہیں اور نہ ماننے والے کو جہنمی قرار دیتے ہیں کیا کوئی متدین شخص اس قسم کی کارسازیان اور ناجائز تصرفات احادیث نبویہ میں کر سکتا ہے کیا ایسے قوی قوی قراین دیکھنے کے بعد بھی عقل کو کسی قسم کی حدیث نبویہ کی آخِر عقل سیکار نہیں پیدا کی گئی۔ مرزا صاحب ازالہ الادہام ص ۲۹ میں خود فرماتے ہیں اسلام اگر چہ خدا تعالیٰ کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودہ خدا و رسول کو عقل فوقیت دیتا ہے مگر یہی وہ عقل کو سیکارا اور معطل ٹھہرانا نہیں چاہتا انتہی جب خدا و رسول کے مقابلہ میں عقل سیکار نہیں ہوتی تو اوس عقل پر افسوس ہے کہ اس قسم کی کارسازیان دیکھ کر بھی ساکت اور بے حس حرکت رہے اور کوئی حکم نہ لگاوے۔

مرزا صاحب نے جو کہا تھا کہ حکم ہے کہ حدیثوں کے راویوں نے عدا آیا سہواً خطا کی ہو سیکہ ان راویوں کی نسبت فرماتے ہیں جن پر اکابر محدثین فقہانے اعما و کیا اور ایک جماعت کثیرہ نے تحقیق کر کے فن رجال میں انکی توثیق کی ہے اور خود مرزا صاحب ازالہ الادہام ص ۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلف خلف کے لئے بطور دلیل کے ہیں اور انکی شہادت آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہے انتہی۔

باوجودیکہ سلف نے ان راویوں کی توثیق کی ہے مگر اقسام کے احتمالات پیدا کر کے اذکو نہیں ماننے اب انکی روایتوں کو دیکھئے ازالہ الادہام ص ۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بخش روایت کرتے ہیں کہ کلاب شاہ مجدد ب نے نہیں س کے پہلے

مجھ کو کہا کہ عیسیٰ اب جو ان ہو گیا سے اور لدہ ہانہ میں اگر قرآن کی غلطیاں نکالے گا پھر کریم بخش
 کی تعہد بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی - بوٹا - کنہیا لال - مراری لال -
 روشن لال - کینشال - وغیرہ میں اور انکی گواہی تھی کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی
 ثابت نہوا۔ دیکھئے قطع نظر گواہوں کی حیثیت کے انکی گواہیوں سے یہ تھ ثابت
 نہیں ہو سکتا کہ کریم بخش سچا آدمی تھا اس لئے کہ انہوں نے یہی کہا کہ کبھی جھوٹ اوکا
 ثابت نہوا اعلیٰ درجہ کے جھوٹے کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ اوکا جھوٹ کبھی
 ثابت نہو سکا یعنی حال درجہ کا چالاک اور بے باک ہے کہ باوجودیکہ عمر بہر جھوٹ
 کہا مگر اوکو ثابت ہونے نہ دیا اس وجہ سے کتب رجال میں توشیح کے محل میں
 یہ لکھتے ہیں کہ فلان صدق عدل نہیں بجا ذب وغیرہ جس سے جھوٹا نہونا تصحیح
 معلوم ہوتا ہے۔ پھر اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ راوی منفرد ہے کوئی اسکا تابع
 نہیں اور روایت کی یہ کیفیت ایک شخص مجذوب کا کلام جسکو خود خبر نہیں کہ
 بڑھ میں کیا کہہ رہا ہوں پیراوس حدیث کا مضمون کیسا کہ عیسیٰ قرآن میں غلطیاں
 نکالے گا عجیب قسم کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے محدثین کے یہاں سلسلہ الذہب مشہور
 ہے معلوم نہیں کہ اس سلسلہ کو اگر وہ دیکھیں تو کیا بولیں گے۔

اس روایت کے اجاز الحدیث ۱۹ء میں لکھتے ہیں کہ مکاشفہ مذکورہ بالا کے مؤید ایک
 ردیای صحاح ہے جسکو ایک بزرگ محمد نام خاص مکہ کے رہنے والے عربی مکی نے
 دیکھا ہے کہ میں مشرق کی طرف گیا دیکھتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر آیا
 پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام میری
 زندگی میں اتر آئیگا اور میں اسکو اپنی آنکھ سے دیکھ لوں گا اتنی یہ بزرگ علم سے

بے پردہ ہتھے عیسیٰ کو خواب میں دیکھتے تھے صحیح صحیح عیسیٰ سمجھ لیا اور عیہ خیال حال کیا
 کہ عیسیٰ اپنی زندگی میں اتر گیا۔ عیہ تو مرزا صاحب بھی ازارہ ص ۵۵ میں لکھتے ہیں
 کہ صمد ہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور دراصل اس سے
 مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے انتہی یوسف علیہ السلام کو جو تعبیر کا علم دیا گیا تھا
 اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو خواب میں دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر نہیں ہوتی چنانچہ بادشاہ
 نے جو خواب دیکھا تھا کہ وہی گایون نے ہونی گایون کو کہا گیا اسکی تعبیر فرط سالی
 دی گئی جس سے ظاہر ہے کہ سینہ قحط گایون کی شکل میں دکھانے گئے تھے جن میں
 نہ صورتہ مماثلت ہے نہ اسماء۔ اسطرح تعبیر کی معتبر کتابوں میں مصحح ہے کہ جو کوئی
 عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھے وہ دور دور از کاسفر کر گیا یا طبیب بنے گا یا
 طاعت کی اسکو توفیق ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس خواب کے بعد مکی صاحب نے مرزا صاحب
 کی زیارت کے ثوق میں ہندوستان کے سفر دور دور از کی مشقت گوارا کی ہے جس سے
 خواب کی تعبیر پوری ہو گئی ہوگی غرض کہ اس خواب کی تعبیر کو نہ عیسیٰ سے تعلق ہے نہ مثل
 عیسیٰ سے اگر یورپ کا سفر بھی انہوں نے کیا ہو تو جب بھی تعبیر پوری ہو گئی۔ بہر حال
 اول تو وہ خواب اور وہ بھی ایک مجہول اور جاہل شخص کا جسکو تعبیر کا علم نہیں ہے تعبیر
 اسکی حسب تصحیح کتب فن ایسی کہ جس کو مرزا صاحب کے مقصود سے کوئی تعلق
 نہیں اسپردہ وثوق کہ اپنے عیسیٰ موجود ہونے پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔
 عجیب بات ہے کہ ہزار ہا کتب تفسیر و حدیث سے جو ثابت ہے وہ تو بالاسے ملتی
 رکھا ہے اور ایسی روایتوں کی بنیاد پر مرزا صاحب کا نیا کارخانہ قائم ہو جا سکتا
 کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی پھر اس کے کہ آخری زمانہ کا مقتضی کہا جاے۔

اور ازالۃ الہاد ہام حضرت جن کہتے ہیں محمد یعقوب صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ اپنی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامور کئے جائیں گے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس وقت کون کون موجود تھے مگر میان عبد اللہ سنوری نے میرے پاس بیان کیا کہ میں اس تذکرہ کے وقت موجود تھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے انتہی اس روایت کے راوی فقط یعقوب صاحب ہیں اور جس صبح کہ ہم بخش کی توثیق کی گئی تھی اونکی نہیں کی گئی۔ اور روایت جو غزنوی صاحب سے ہے اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ انکو اس غیب کی خبر کس نے دی تھی یا مرزا صاحب کی جو دست طبع کو دیکھ کر اپنے قیاس انہوں نے ظاہر کیا تھا۔ یہ عظیم الشان کام کی تعیین بھی نہیں اور نہ لغت یا عرف میں اس کے معنی عیسویت کے ہیں۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ السلام کی تعیین ان متعدد الفاظ سے فرما رہے ہیں کہ کسی دوسرے پر ہرگز صادق نہیں آسکتے یعنی عیسیٰ ابن مریم روح اللہ مسیح آسمان سے اترینگے وہ تو قابل اعتبار نہوا اور غزنوی صاحب کا یہ کہہنا کہ مرزا صاحب ایک عظیم الشان کام کے مامور ہونگے عیسیٰ موعود ہونے کے لئے کافی ہو جائے کہ قدر جرات و بے باکی کی بات ہے۔ جسکے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی عظمت بھی ہو اور جس سے بھگت کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب اہل انصاف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جتنا وثوق و اعتماد مرزا صاحب کو انہی بخش اور یعقوب صاحب اور بوٹا اور کنہیا لال اور روشن لال اور کنیشامل پر ہے کیا مسلمانوں کو امام مسلم و نسائی وغیرہ محدثین اور انکے آئندہ پر اتنا بھی ہونا چاہئے۔

مرزا صاحب کو لوگوں کی روایت اپنے استدلال میں پیش کریں اور اونکی امتداد کو
 مان لیں اور اہل اسلام اکابر محدثین کی روایتیں پیش کریں اور وہ قابل وثوق
 نہ سمجھے جائیں۔ ہمیں مرزائیوں سے شکایت نہیں اور کو ضرور ہے کہ اپنے مقتدا کی بات
 مان لیں کیونکہ ہر فرقہ والے کا یہی فرض منصبی ہے۔ اگر شکایت ہے تو مسلمانوں
 سے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی بات نہ مان کر مرزا صاحب کی طرف مائل ہو جاتے
 ہیں چنانچہ مشہور ہے کہ لاکھوں سے زیادہ مسلمان مرزائی ہو گئے اور برابر ہو جاتے
 ہیں جس سے انکو بھلازم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہم خیال ہو کر احادیث کو
 قابل اعتبار نہ سمجھیں۔ مسلمانوں کو نصاریٰ وغیرہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اپنے
 دین کی روایتوں پر وہ کس قدر وثوق رکھتے ہیں کہ کیسی تشکیک و جح کا اون پر اثر
 نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں بہت کچھ لکھا مگر کہنے
 اور سو قابل توجہ نہیں سمجھا اور بہت سے مسلمان ازاتہ الادہام کو دیکھ کر اپنے
 اعتقادوں سے پر گئے۔ اگر پہلے جی سے وہ لوگ براے نام مسلمان تھے جن پر
 مرزا صاحب کا افسوں کار گر ہو گیا تو ہمیں ان میں بھی کلام نہیں ایسے لوگوں کا
 دین اسلام سے خارج ہو جانا ہی اچھا ہے ہمارا رو سے سخن ان حضرات کی طرف
 ہے جو لاعلمی سے مرزائی دین اختیار کر لئے ہیں اور انکو چاہئے کہ ان امور پر اطلاع ہونے
 کے بعد توبہ کر کے تجدید اسلام کریں وما علینا الا البلاغ۔

مرزا صاحب نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اس
 سے زیادہ تفسیروں کے وہ دشمن ہیں چنانچہ ازاتہ الادہام ص ۲۶ میں لکھتے ہیں
 کتاب الہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اور اونکی دلی اور

دماغی قوی پر اثران سے پڑے اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الہی کے لئے ضرور
ہے کہ ادسکی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم
دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر
اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔
مرزا صاحب ازالہ الاولیاء ص ۶ میں لکھتے ہیں کہ ہر اسکے بعد الہام کیا گیا کہ ان
علمائے غیرے کو بل ڈالا۔ اور چونکہ ان کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کترتے
ہیں انہی۔ ایسی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے احادیث میں بعضہ اندازی کی گئی ہے
تدبیرین نکالیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ راویوں نے عمدتاً یا سہواً بعض احادیث کے
پہنچانے میں خطا کی ہوگی۔ کبھی کہتے ہیں کہ احادیث اگر صحیح ہی ہوں تو مفید
ظن میں و الظن لا یعنی من الحق شیئا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں
نہو وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

بخاری شریف میں کئی قسم کی حدیثیں مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
افعال و اقوال۔ صحابہ کے اقوال و افعال اور تابعین و غیر ہم کے افعال و اقوال۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی حدیثیں بحدت مکررات اگر اوس میں
و کبھی جائیں تو دو تین ہزار سے زیادہ ہونگی۔ حالانکہ محدثین کی تصریح اور عقل کی
سے اگر دیکھا جائے تو تیس سال کی مدت نبوت میں لاکھوں باتیں کہنے کی
ہونگی جو کل حدیثیں ہیں۔ مرزا صاحب نے سولے دن دو تین ہزار حدیثوں کے
جو بخاری میں ہیں سب کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ پھر بخاری کی حدیثوں میں ہی
یہ احتمال کہ راویوں نے خطا کی ہوگی اور معراج کی حدیثیں باوجودیکہ بخاری میں

موجود ہیں عقلی احتمالات سے سب کو رد کر دیا اور تمام حدیثوں میں کلام کہ اگر وہ صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوگی والظن لا یعنی من الحق شیئا۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے احادیث میں کیسے کیسے رشتہ ڈال دیے اور ان کے مخالفین کو بھی دیکھ لیجئے کہ اونکا کیا دعویٰ ہے۔ وہ بھی سنتے ہیں کہ معجزات۔ معراج۔ علامات قیامت۔ جسمانی حشر۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال وغیرہ مباحث مختلف فیہ میں جس طرح احادیث واروین وہ قابل تسلیم ہیں اور مرزا صاحب کسکو نہیں مانتے۔ اب غور کیا جائے کہ اگر وہ جو ہوں کا الہام صحیح ہے تو مرزا صاحب جو ہوں کی طرح حدیثوں کو کتر ہے ہیں یا اہل سنت۔ مرزا صاحب کو الہاموں کا تو دعویٰ ہے مگر معنی نہیں سمجھتے۔

مرزا صاحب نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اور اسے زیادہ وہ تفسیروں کے دشمن ہیں چنانچہ ازاد الادہام ص ۲۷ میں لکھتے ہیں کتاب الہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اونکی دلی اور دماغی قوی پر اثر اون سے پڑا ہے اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الہی کے لئے ضرور ہے ایک ہی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اعلانی حالت کو درست کرتی ہیں نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاج ہو رہی ہیں۔

مرزا صاحب تفسیروں پر نہایت پختا ہیں اور انکے پہلے سید صاحب بھی بہت پختا

چنانچہ تہذیب الاخلاق وغیرہ سے ظاہر ہے اور ان صاحبوں کی کوئی خصوصیت
ہنہیں جتنے مذاہب یا ملیکے فریقہ میں سب کا یہی حال رہا ہے و جدا و سکی
بچھ ہے کہ تفاسیر میں کل احادیث و اقوال صحابہ جو ہر آیت سے متعلق ہیں
اون میں پیش نظر ہو جاتے ہیں اسلئے ان لوگوں کو نئی بات تراشنے کا موقع
ہنہیں ملتا اور اگر تراش بھی تو کوئی ایسا نادراد سکونہیں مانتا اسلئے کہ وہ سچے
ہیں کہ ہر آیت قرآنی میں جو حق تعالیٰ کی اصل مراد ہے اوسکو حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے اسلئے کہ قرآن حضرت صلی پر نازل ہوا ہے اور
چونکہ صحابہ ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے اذگو ہر آیت کے اترنے کا موقع اور
شان نزول وغیرہ اسباب و قرآن معلوم رہتے تھے جس سے مضمون و مقصود
آیت کا خود سمجھ میں آجاتا اور جب حضرت پڑھ کر سُناتے تو جو غوامض معلوم
ہوتے پوچھ لیتے تھے یا خود حضرت بیان فرمادیتے یہ حضرت کی مجلس مبارک
میں بلکہ اوس زمانہ میں سولے خدا کی باتوں کے کسی چیز کا ذکر بھی نہ تھا خواہ کوئی
دنیوی کام ہو یا دینی وقایع گزشتہ ہوں یا آئندہ سب کی تعلیم حق تعالیٰ اپنے
کلام پاک سے فرمادیتا اگر کوئی اعتقاد یا عمل کسی خلاف مرضی الہی ہوتا فوراً
وحی اتر آتی چنانچہ صحابہ کہتے ہیں کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس
عالم میں تشریف رکھتے تھے ہم اپنی بی بیوں سے معاشرت کرنے میں ڈرتے
رہتے تھے کہ کہیں الہی بے موقع کوئی بات ہمارے ہونے جیسے باب میں وحی اترے
اور قیامت تک مسلمانوں میں اوسکا ذکر ہوتا رہے۔ الغرض علاوہ فہم قرآن
کے اونسکے حرکات سکناات اعمال اخلاق اعتقادات نیات محل مطابقتی

قرآن شریف کے ہو گئے تھے اور فیضانِ صحبتِ نبوی اور روزِ مرہ کی فراوانی اور عمارت کی وجہ سے انکو مضامینِ قرآنیہ کا ملکہ ہو گیا تھا اور انکے سینہ نور و وحی سے منور تھے انکے دنوں میں قرآن ایسا ساریت کئے ہوئے تھا جیسے روحِ جسد میں الحاصل مختلف اسباب اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ اصل معانی قرآن کا علم صحابہ کو بخوبی حاصل تھا اور چونکہ تفسیرِ بارِ اسے کو وہ کفر سمجھتے تھے اس وجہ سے بھہ ضرور ماننا پڑ گیا کہ جن آیات کی تفسیر صحابہ سے مروی ہیں وہی حق تعالیٰ کی مراد ہیں اور اسکے خلاف کوئی ہندی بخیاہی وغیرہ قرآن کی تفسیر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کی ہرگز مراد نہیں ہر صحابہ کا کمال علم اور جوشِ طبیعت اور ترغیبِ ابلاغ اور تہیبِ کتمان علم وغیرہ اسباب کا مقتضی یہی تھا کہ اسلامی دنیا آفتابِ علم سے مثل نصف النہار روشن ہو جا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جہاں تک اسلام کی روشنی پہنچتی گئی اور اسکے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ کی روشنی بھی پہنچتی جاتی رہی۔ تابعین صحابہ کے علوم سے مالا مال تھے اور ان کے علوم سے تبع تابعین علیٰ ہذا القیاس۔ انہیں حضرات نے اون تمام علوم کو اپنی مفید تصانیف میں درج کر دئے جنکی بدولت ہم آخری زمانہ والے بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ معنوی سے محروم نہیں ہیں۔

اون حضرات کے جس قول کو دیکھئے ہزاروں تفاسیر وغیرہ کتبِ دینیہ میں موجود ہے مثلاً ابن عباسؓ کا کوئی قول کسی آیت سے متعلق دیکھا جائے تو ہزاروں کتابوں میں بعینہ وہ قول مایہ بسکا مضمون مل سکتا ہے۔ اس طرح صحابہ کے کل اقوال اور احادیث ہزاروں کتابوں میں ملتے ہیں جس سے بتواتر اذکار کا ثبوت ظاہر ہے

نو اترایں بھیجیے تو اتر نہتا مگر جب مستدین اور معتد علیہ اشخاص نے اپنی کتابوں
 میں اوں احادیث و آثار کو ذکر کیا تو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اوں کو
 اوسکے ثبوت کا یقین ضرور تھا پھر جب ہزاروں معتد علیہ علماء کا یقین اوں روایات
 کے ثبوت پر سم تک پہنچا تو ہمیں اوسکے ثبوت میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں
 جب تک یقینی طور پر اوں کا غلط ہونا یا من جمیع الوجہ نصوص قطعیہ کا معارض ہونا
 ثابت نہ ہو جائے چنانچہ مرزا صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب کا مناظرہ مسئلہ
 عرض الحدیث علی القرآن میں جو ہولتے اوس سے ظاہر ہے کہ کسی معتبر عالم کا کتاب
 میں لکھ دینا مرزا صاحب اعتماد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جبکہ از اتر لا وہاں
 حدیث میں لکھتے ہیں کہ صاحب تلویح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث
 علی القرآن بخاری میں موجود ہے اب اوسکے مقابلہ میں بھیجیے عذر پیش کرنا کہ
 نسخات موجودہ بخاری تو ہند میں چھپ چکے ہیں اوں میں بھی حدیث موجود
 نہیں ہر اسرنا سمجھی کا خیال ہے جس حالت میں ایک سرگردہ مسلمانوں کا اپنی
 شہادت روایت سے اوس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے تو
 صاحب تلویح کی شہادت بالکل ٹکمی نہیں ہو سکتی پس کیلی بے دلیل نفی بے سود
 ہے اگر صاحب تلویح کا زب ہوتا تو اوسی زمانہ کے علماء کی زبان سے اوسکی
 تشنیع کی جاتی اور اوس سے جواب پوچھا جاتا اور جب کہ کوئی جواب پوچھا
 نہیں گیا تو یہ دوسری دلیل اس ثابت پر ہے کہ درحقیقت اوسکی روایت صحیح
 تھی انتہی لطفاً مقصود بھیجہ کہ وہ حدیث گو اب بخاری میں نہ پای جائے مگر
 جب صاحب تلویح نے صحیح بخاری سے نقل کیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ بخاری

میں ضرور ہے۔ اب دیکھئے کہ ایک جماعت کثیرہ ایسے علما کی جنکے سلسلہ تلامذہ میں
 صاحب تلویح جیسے ہزاروں افراد منسلک ہیں احادیث و آثار کو اپنی کتابوں
 میں نقل کی ہے تو انکے اس شہادت کے مقابلہ میں اگر کوئی دعویٰ نفی کرے
 تو کیونکر وہ قابل قبول ہوگا۔ اگر اوکلی بات غلط ہوتی تو اوسی زمانہ کے علما
 اوکلی تشنیع کرتے اور جبکہ کہتے اور پر تشنیع نہیں کی تو اب مرزا صاحب کا
 ازاتہ الامام ص ۱۷۷ میں بھی لکھتا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے گہریا ہے خود انہی
 قول پر مرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔ الغرض ہر آیت کی تفسیر احادیث و آثار سے
 جب ہمیں بتواتر ہونے اور یقین ہو گیا کہ وہی معنی حق تعالیٰ کی مراد ہیں تو ایمان اراد
 کا ایمان اس بات کو کیونکر گوارا کرے گا کہ کسی کے دل سے گہرے ہو سے معنی کو مان کر
 عذاب اخروی کا مستحق بنے کیونکہ جو معنی خلاف اور تفسیر کے ہیں وہ قرآن کے
 معنی ہی نہیں اس معنی کو مان کر قرآن کے اصلی معنی پر ایمان نہ لانا قرآن کے ایک
 کو چھوڑ دینا ہے جسکی نسبت سخت وعید وارد ہے کما قال تعالیٰ **أَفَتَوْفُونَ مَعْضُ**
الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضِ مَا جَاءَ مِنْ كُنُفَيْهِمْ ذَلِكُمْ فَخَبَرَ فِي الْحَيْوَةِ وَالْمَوْتِ
وَكَوْمًا آتِيَةً يَرُدُّونَ إِلَىٰ شِدَّةِ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِعَافٍ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ
 ترجمہ کیا تم ایمان لاتے ہو توہوری کتاب پر اور منکر ہوتے ہو توہوری کتاب سے ہر جو
 کوئی تم میں سے ایسا کرے اسکی جزا یہی ہے کہ دنیا میں اسکی رسوائی ہو اور قیامت
 کے روز سخت سے سخت عذاب میں ہو پھانی جا سے اور اللہ بخیر نہیں تمہارے
 کام سے۔ اب دیکھئے کہ پورے قرآن پر ایمان لائیںگی بجز اسکے اور کو نہی ضرورت ہے
 کہ ہر آیت کے جو معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہیں اوسپر ایمان لیں

اور یہ بات بغیر کتب تفاسیر کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں کتب تفاسیر کو مسلمانوں میں کس قدر وقعت ہونی چاہئے اور حضرات مفسرین کے کس قدر شکر گزار ہونا چاہئے کہ قرآن کے اصلی معنی کی حفاظت کر کے مسلمانوں کو کیسی کیسی بلاؤں سے نجات دی بے ایمانی سے بچالیا خود غرضوں کے داؤ پیچ سے امن میں رہنے کے لئے ایک مضبوط حصار کھینچ دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے معنی میں کوئی شبہ ڈالے تو حدیث سے اوسکو صاف کر لو کیونکہ اہل حدیث جو مفسرین قرآن میں اوسکو خوب جانتے ہیں چنانچہ امام سیوطی نے درغشور میں

دارمی سے بھرد روایت نقل کی ہے اخرج الدرعی عن عمر بن الخطاب قال انہ سياتکم ناس یجادونکم بشہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ یعنی عمر نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تمہارے پاس لوگ آکر قرآن کے شبہات میں جھگڑا کریں گے سو اونکو حدیثوں سے الزام دو اسلئے کہ احادیث کو جاننے والے قرآن کو زیادہ جانتے ہیں انتہی مفسرین نے یہی کام کیا کہ ہر آیت سے متعلق جو احادیث و آثار صحابہ میں سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ اہل شبہات کو الزام دینے کا سامان اور سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جس سے مرزا صاحب سخت ناراض ہیں۔ دراصل بھید حق تعالیٰ کا فضل اور اوس وعدہ کا ایفا ہے جو اپنی کتاب مجید کی ہر طرح حفاظت کا ذمہ لیا ہے کما قال تعالیٰ **اِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوْنَ الذِّکْرِ وَاِنَّا لَمُحَافِظُوْنَ**۔ یعنی ہم نے قرآن کو اتارا اور ہمیں اوسکی حفاظت کرنی ہے۔ اب دیکھئے کہ اگر تفاسیر نبوتی تو وہ معنی جو حق تعالیٰ کی مراد میں کہیں بکھر محفوظ رہتے اور ہزاروں بے دین اور دجال جنگے نکلنے کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دی ہیں جو شبہات پیدا کر کے اپنے دل سے نئے نئے معنی گھڑ لیتے اور لے سکتے ہیں

کیا صورت ہوتی۔ اور کونسی تفسیر قرآن کے اصلی معنی سمجھنے کی تھی جسکی نسبت ارشاد
 اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی قرآن پہنچے قرآن عربی امارا تا کہ تم سمجھو
 غرض مفسرین میں جانب اللہ اس کام پر مامور ہوئے کہ قرآن کی نظم و معنی کی پوری
 پوری حفاظت کریں اور باطل ادس میں کسی طرف سے آنے نہ پاسے جبکہ انہوں نے
 لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَقِيْلٌ مِنْ حَلِيْمٍ عَلِيْمٍ یعنی قرآن
 میں ضرور دوسرے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے اگر تفسیر نہ ہوتے تو علاوہ دوسرے
 طاہرہ کے خیالات کے جو سیکڑوں اہنگ گرز سے سمیریم وغیرہ خرافات بھی
 قرآن میں داخل ہو جاتے ہر چند لوگ بہت چاہتے ہیں کہ قرآن تفسیر تبدیل کر دیں
 جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے يُوَدُّوْنَ اَنْ يُبَدِّلُوْا كَلِمَاتِ اللّٰهِ لِيُضِلُّوْا عَنِ
 کہ قرآن کو بدل دیں۔ مگر کسی کے کیا ہو سکتا ہے تفسیر نے اس سے سب کو روک
 دیا اور جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہے ایسا بھی روکتی ہوگی اہل انصاف بخوبی
 کہ جو لوگ تفسیر میں اپنے دل سے گہر کے پیش کرتے ہیں کیا ادنیٰ نسبت یہ تفسیر
 ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے خیر خواہ میں اور کلام مقصود تو علانیہ بھی ہے کہ کلام الہی
 کو بدل کر اور کوبے ایمان بنادیں۔ اس دعوے کی توضیح اس سے بخوبی ہو سکتی ہے
 کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے حُرْمَتٌ عَلَيْنَا الْمَيْتَةُ وَالْمُتَدَوِّمُ وَالْحَمْلُ وَالْمُنْتَهَىٰ مِنَ الْمَرْءِ مَا
 اور خون اور خنزیر کا گوشت تم پر حرام کیا گیا ہے اگر کوئی اسکے عید سمجھے
 کہ میتہ اور دم اور لحم خنزیر چند آدمیوں کے نام تھے اور نکی حرمت کا حکم اس
 آیت میں ہے اور پھر کہے کہ مردار اور خون اور گوشت خنزیر سے اسکو کوئی نقصان
 نہیں پھر سب چیزیں حلال ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اس اعتقاد ولسے کو صحیح سمجھ سکا

کہ اوسکا ایمان اس آیت پر مگر نہیں ایسا شخص ہے ایمان کس وجہ سے سمجھا جائیگا۔ اس آیت سے گو وہ قسم کہا کر کہے کہ میں اس آیت کو کلام الہی سمجھتا ہوں۔ کہ اوسے سخت ایسے معنی کی کی جو احادیث اور اقوال صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ورنہ ان الفاظ کے معانی قرآن میں کہیں نہیں جنکی مخالفت کا الزام اوس پر لگایا جائے۔ غرض یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جو معانی قرآن کے تفاسیر میں مذکور ہیں وہی ایمان لائیکے قابل ہیں اور جو معنی اوسکے خلاف کوئی اپنی طرف سے تراشے اور اسکو قبول کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ ابو منصور نے اپنی جماعت کو سمجھا دیا تھا کہ میتہ وغیرہ کیسے نام تھے انہی کی حرمت تھی مردار اور خنزیر کے گوشت سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں وہ سب چیزیں حلال ہیں اور فرقہ منصور کا یہ عقیدہ مسلمانوں اگر تکو خدا اور رسول کی مراد پر ایمان لاتا ہے تو پختہ اسلاف کی تفسیر میں کو اپنا مقتدا بنا کر وہ فرقہ ابو منصور کی طرح جسما جو جی چاہیگا کہہ کر اور کر دیکھا اور تم کچھ نہ سمجھ سکو گے کہ ہم کو نسی راہ چل ہے میں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کے لائق ہے کہ جو شخص چند آیتوں میں کسی غرض ذاتی کی وجہ سے تصرف کر کے اوسکے معنی بدل ڈالے اور دوسرے آیتوں کے ساتھ کوئی غرض متعلق ہونے کی وجہ سے اون میں تصرف کرے تو وہ اتفاقی سمجھا جائیگا کیونکہ چند آیتوں کے معنی بدلنا اس بابت پر گواہی دی رہا ہے کہ اوسکی طبیعت میں بے باکی اور جرات ہے جب کہیں کسی آیت میں تصرف کرنے کی ضرورت ہوگی فوراً تصرف کر دیکھا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ عدم تصرف بھی تصرف ہی کے حکم میں ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ چند مشافق باوجود

حکم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں نہ نکلے اور نکی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ آئندہ ہمراہی کی درخواست بھی کریں تو فرما دیجئے کہ تم لوگ میرے ساتھ نہ گزرنے سکلو گے کما قال تعالیٰ فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُوا لَكَ لِيُخْرِجَهُمْ فَيُضِلُّهُمْ وَلَا تَجِدَهُمْ فِي سَبِيلِكَ وَلِلَّهِ عِلْمُ الْغُيُوبِ اور نکی سے باقی معلوم ہو گئی تو ہمیشہ کے لئے اور نکا عدم امتثال ثبوت ہو گیا اب وہ کتنا بھی نہیں کہ ہم ہمراہ رکاب چلنے کو حاضر میں ہرگز اعتبار کے لایق نہیں ہو سکتے صدیق اکبر کی خلافت میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا حالانکہ نماز و روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کے قابل اور عامل تھے مگر اونکا کچھ اعتبار نہ کیا اور صاف انکے آزداد کا حکم دیدیا۔

مرزا صاحب نے صرف اپنی عیسویت کی غرض سے کتنے آیتوں کے معنی بدل لئے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو گا تو اب اور نکی وہ تفسیر کیونکر قابل اعتبار ہو سکتی ہے جسکی نسبت لکھتے ہیں کہ بلاشبہ کتابی کے لئے ضرور ہے کہ اسکی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔ اور لکھتے ہیں کہ

کتاب الہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو خراب کیا ہے۔ اس نئی تفسیر میں احادیث و اقوال صحابہ وغیرہم سے کوئی تعلق نہ ہو گا اسلئے کہ اگر بھی پرانی خبریں بھی ادس میں مذکور ہوں تو جہت پسند طباہ او سکوقبول نکرینگے اور پھر وہ نئی سچی کیا ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ وہ تفسیر صرف اور نکی واسے سے ہو گی جسکی نسبت ہے اور مرزا صاحب بھی تفسیر بالبرائے کو کفر بتاتے ہیں۔ اور اگر تہوڑی احادیث و اقوال لکھے جائیں اور تہوڑی نہ لکھی جائیں تو وہ ترجیح بلا مرجع ہو گی پیر مرجع ہو گا

کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کو پوری کرنے کے لئے جن احادیث و اقوال کو مستند
 سمجھنے لگے اور جنکو مخالفت سمجھنے لگے اور کون کون سے خلاف قرار دیکر رد کر دئے
 اور آیت کو تاویل کر کے اپنی طرف پہنچ لینے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ کلام الہی
 مرزا صاحب کی غرض کے پیچھے پیچھے رہے نعوذ باللہ من ذلک یہ نئی تفسیر جو اللہ
 احادیث و آثار کے خلاف میں ہوئی مسلمانوں کے کس کام میں سکتی ہے اور سکا تو
 نشا یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات
 کی تفسیر کی ہے وہ غلط ہے اس لئے اس نئی تفسیر کی ضرورت ہوئی ہے کیا مسلمان
 لوگ بھی مان لیتے کہ اپنے نبی کی بات غلط ہے اور اگر مان لیتے تو کیا میرے نبی
 بھی کرینگے کہ ہم امت محمدیہ میں میں میری رائے میں کوئی مسلمان کتنا سنی اپنا ہٹا
 ہوا اتنا بھی ضعیف الاعتقاد نہوگا۔

یچھ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ احادیث و آثار کو ساقط الاعتبار کر کے صرف
 قرآن اپنی دعویٰ کا مدار رکھتے ہیں اور اسکے معنی جو احادیث سے اور
 آثار سے ثابت ہیں بدل دیا کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَيَذَرُونَ**
أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَاتِ اللَّهِ يَتَّبِعُونَ مَا يَشَاءُونَ کہ اللہ کے کلام کو بدل دین
 اور جب قرآن ہی بدل دیا جائے اور احادیث متروک ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ
 دین ہی بدل دیا گیا کیونکہ دین وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوا تھا ایسے
 لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے **أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْتَغُونَ** یعنی کیا اللہ
 کے دین کے سوا کوئی دوسرا دین چاہتے ہیں وہ اور دوسرے دین کی خواہش
 کرنے والوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے **تَوَلَّوْا تَعَالَىٰ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ اللَّهِ سَلْطَنًا**

دِينَ قَلْبًا بِقَبْلِ مَنَّهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ هَ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ
 قَوْمًا لَكُرْهُوًا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ
 الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ أُولَئِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ
 أَنْ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ خَالِدِينَ فِيهَا
 لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ترجمہ جو کوی سوا اسلام
 کے اور دین چاہے سوا اوس سے ہرگز قبول نہوگا اور وہ لوگ آفرت میں نقصان
 پائینگے۔ کیونکہ ہدایت کریگا اللہ ایسے لوگوں کو جو منکر ہو گئے ایمان لاکر اور
 گواہی دی کہ رسول سچا ہے اور پہنچ چکی اور کون نشانیاں اور اللہ ہدایت نہیں کرے
 بسے انسان لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا چھ ہے کہ اون پر لعنت ہے اللہ کی
 اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی۔ پڑے رہینگے اوس میں ہلکا نہوگا اون پر عذاب
 اور نہ اونکو ہلکت ملیگی انتہی۔ اس آئے شریفہ میں سزائیں خاص اون لوگوں کی ہیں
 جو مسلمان کہلا کر رہے اور دین اختیار کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں یہ بات برابر اون لوگوں پر صادق
 آتی ہے کہ قرآن کے معنی اپنی طرف سے بنا کر بنا دین نکالتے ہیں الحاصل ادنی
 تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ کتب تفسیر کو چھوڑنے میں بڑی بڑی
 مصیبتوں کا سامنا ہے صرف الدین النبیویہ کے لحاظ سے چھ کہنے کی ضرورت
 ہوئی وما علینا الا البلاغ۔

پہلا حوالہ حدیث و تفسیر ہی پر تھا جتنے ملاحظہ گذرے ہیں سب کا حوالہ تفسیر پر ہوا
 کیونکہ ہر ایک مسئلہ ان کتابوں میں مختلف روایات سے وارد ہونے کی وجہ سے

ایسا صرح اور مفصل ہو جاتا ہے کہ کیکو کو یہی بات بنانے کا موقع نہیں مل سکتا۔
 بخلاف اسکے اذکو چوڑ کر صرف قرآن سے تسک ہونے لگے تو ہر ایک کو تاویلات
 کی خوب گنجائش مل جاتی ہے اسوجہ سے نمازون کی تعیین اور تعداد رکعت
 وغیرہ میں کمی و زیادتی کی گنجائش اون لوگوں کو مل گئی تھی اگر احادیث و تفاسیر
 پر اونکے اتباع کا اعتماد ہوتا تو اسکا موقع ہی نہ ملتا۔

حق تعالیٰ نے قرآن میں جو کچھ بیان فرمایا ہے گو مفصل ہے مگر پھر بھی سب میں ایک
 قسم کا اجمال ہے جسکی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اگر کچھ بات نہوتی
 اور کل امور قرآن شریف میں بالتفصیل بیان کئے جاتے تو مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
 یعنی جو کچھ رسول نکو دین اوسکو لو فرمانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اس سے ظاہر ہے کہ
 قرآن نے حدیث کی جگہ چوڑ رکھی ہے چنانچہ امام سیوطی رحم نے درمنثور میں روایت

کی ہے وَاخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ مِنْ طَرِيقِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَتْ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
 وَتَعَالَى أُنزِلَ الْكِتَابَ وَتُرِكَ فِيهِ مَوْضِعًا لِلتَّفْسِيرِ يَعْنِي حَقَّ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ تَوَازُلُ
 فرمایا مگر حدیث کی جگہ چوڑ رکھی ہے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ حدیث و تفسیر
 سے مخالفت کرنا چاہتے ہیں اذکما مقصود یہی ہوتا ہے کہ آیات قرآنہ کو اونکے سنی
 سے ہٹا کر دوسرے معنی پر منطبق کر دیں اسکا نام الحاد ہے کیونکہ الحاد لغت میں
 مائل ہونے اور مائل کرنے اور حق سے عدول کرنے کے ہیں جیسا کہ اسان العرب
 وغیرہ میں صرح ہے اور امام سیوطی نے درمنثور میں روایت کی ہے اَخْرَجَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يُحَدِّثُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَمْ يَكُنْ مِنْهَا شَيْءٌ
 غیر موضع یعنی ابن عباس ان الذین یحدیثون فی آياتنا ما لم ینزلنا منہا شیئاً

معنی مجھ میں کہ کلام کے اصحاب معنی چھوڑ کر دوسرے نسخے کے جائیں اور خیر و رفعت
 میں سے اور خارج احمد رحمہ اللہ فی الزہد عن عمر بن الخطاب قال ان هذا القرآن کلام اللہ
 فضعوه علی مواضعہ ولا تبغوا فیه ابواء کم سیئسے چھ قرآن اللہ کا کلام ہے اسکو
 اور سیکے مواضع اور معانی پر رہتے وہ اور اپنی خواہشوں کو اس میں اپنی حل مشا
 انتہی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دوسرے معنی یعنی میں اصلی معنی کی تکذیب ہو جائی
 چنانچہ درمشور میں ہے و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید عن قتادہ رضی اللہ عنہ
 قال لا یجاد النکذ بعب۔ اب دیکھئے کہ حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا
 یحییٰ المړوی یا ذن اللہ لغت میں ایسا کے معنی زندہ کرنے کے ہیں اور احادیث
 و اشارے بھی وہی معنی ثابت ہیں مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ سمر نیم سے
 قریب الموت بیماروں کو حرکت دیتے تھے صرف چھ ایک مٹھی نہیں لہر گلبہ وہ
 ایسا مٹی کیا کرتے ہیں الغرض ان تمام روایات و آیات سے ثابت ہے کہ ایسے
 معنی آیت شریفہ کے قرار دینا الحاد اور کذب قرآن ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ
 فرماتا ہے ان الذین یجدون فی آیاتنا لا یخفون علینا فمن تلقی فی الکتاب
 خیرا ثم ینسیہ آھنا یوم القیمۃ ترجمہ جو الحاد کرتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ
 ہم سے چھپ نہیں سکتے کیا جو ڈالاجا گیا دوزخ میں بہتر ہے یا وہ جو آسکان
 سے قیامت کے دن۔ یعنی الحاد کرنے والے خدا تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتے
 وہ قیامت کے روز دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ ہم صرف بلحاظ خیر خواہی کے آیات
 و احادیث کو پیش کر رہے ہیں اسپر بھی اگر توجہ فرمادیں تو مجبور ہی و ما علینا
 الا البلاغ حق تعالیٰ فرماتا ہے و من اظلم ممن ذکر آیات ربہ فاعرض عنہا

ان میں سے زیادہ کون ظالم ہے جسکو آیات اوس کے
 رب کے یاد دلائے جائیں تو اوس سے منہ پر یہ لیتا ہے ہم گنہگاروں سے بدل لینے
 والے ہیں۔ الحاصل آیات قرآنیہ کے نئے نئے تراشا ایک قسم کی تحریف و تبدیل
 سے جسکی نسبت سخت و شدیدین وارد ہیں اور اس تحریف کی حفاظت صرف کتب
 تفسیر سے متعلق ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب بھی براہین احمدیہ جلد اول میں لکھتے ہیں
 کہ قرآن شریف کا مندرجہ ذیل ہونا ایسے محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اوسکا حافظ

لاکھوں مسلمان اوسکے حافظ ہیں ہر راہ اوسکی تفسیر میں۔

مرزا صاحب کے تدریس انصاف سے توقع ہے کہ ہرگز اعتراض نہ فرمائیں گے۔
 اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ آیات قرآنی میں الحاد کرتے ہیں انکی
 غرض یہی ہوتی ہے کہ جبکہ اگر کے اپنے تراشے ہوئے معنی کو ثابت کریں اور معنی
 حقیقی کو باطل کر دیں یہ کس قدر دیانت کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
 وَجَادَ لُوَايَا الْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهَا الْحَقَّ فَاِذَا حُذِرْتُمْ تَلَيفًا كَانَ عِقَابُ
 تَرْجَمُوا اور مجادل کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تاکہ ناجائز کر دیں
 حق کو ہرینے پکڑ لیا اور انکو تو میرا عذاب کیسا تھا۔ اور در منثور
 میں امام سیوطی نے یہ روایت نقل کی ہے عن ابی ہریرہ

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان جِدَّ الْاِنْفِي الْقُرْآنَ كَفْرًا يَنْفَعُ
 قُرْآنَ مِنْ جَبْرًا كَفْرًا مِنْ حَقِّ تَعَالَى اِسْمًا سَبَّ سَبَّ مُسْلِمًا ذُوْنَ كُو
 بچا دے اور پورے قرآن پر ایمان نصیب کرے۔

اب مرزا صاحب کے دلائل سے جو اپنی رسالت عیسویت پر قائم کرتے ہیں

بعد اگر کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں کہ رسالت اور نبوت کا درجہ خدا تعالیٰ کے نزدیک
 تمام مدایح سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور بن بندگان خاص کہ حق تعالیٰ نے اس خدمت
 کے لئے انتخاب فرمایا ہے اور کو اپنے فضل و کرم سے گناہوں سے محفوظ رکھ کر خلق
 میں ایسا نیک نام اور نیک رویہ رکھا کہ کوئی اور کو دیکھنے کے بعد کسی قسم کے رذائل کا
 الزام اور نیرنگھا سکا جو لوگوں کی نگاہ میں انکو ذلیل و خفیف کرنے والے ہوں۔
 مثلاً جیسے نبی کی نسبت الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ غا بار چھوٹے بد معاش مال مردم خوا
 وغیرہ ہیں۔ یوں تو جتنے رذائل اور بد نما افعال میں سب سے اقبیا معصوم اور
 محفوظ تھے لیکن زیادہ تر اہتمام اسکا رہا کہ مال مردم خوار ہونے کا الزام نہ آنے پاس
 کیونکہ جیسے بری صفت ہے کہ بالطبع آدمی کو اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور
 ایسے آدمی کو کوئی اپنے پاس آنے نہیں دیتا ایسویہ سے حق تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی
 علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ اور زکوٰۃ پہلے ہی حرام فرمادیا اسکے بعد
 عام حکم ہو گیا کہ ہر مسلمان جبکہ پاس تھوڑا بھی مال ہو وہ صدقہ اور ضرورت میں کس قدر
 زائد ہو تو وہ زکوٰۃ دیا کرے۔ ایسی حالت میں حضرت کو لوگوں کا مال عمومی مہمان
 کے لئے لینے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا اسی وجہ سے خود بنفس نفیس صدقے مانگ
 لیتے اور فقرا اہل سلام دیتا مئی وغیرہ مصالح میں تقسیم فرمادیتے اور کسی کو اس
 وہم کا موقع ہی نہ ملتا کہ وہ رقم حضرت اپنے ذاتی اغراض میں صرف کرنے کے
 لئے وصول فرماتے ہونگے۔ اور حالت ظاہری بھی اسی کو ثابت کرتی تھی کہ
 حضرت کو اس مال سے کوئی ذاتی تعلق نہیں کیونکہ فقر و فاقہ کی یہ کیفیت ہا کرتی
 تھی کہ وہ وہ بیٹھے چولھا نہیں سلگتا تھا صرف چھوہاروں کے چند دانوں پر رونما

ہوتی اور صدقات وغیرہ کا جس قدر مال آتا فقرا وغیرہ میں صرف ہو جاتا بھی وجہ
تھی کہ وفات شریف کے وقت کسی قسم کا مال و اسباب و مکان عالیشان درتہ
کے لئے نہیں چھوڑا۔ ان تمام مشاہدات کے بعد کیا ممکن ہے کہ کسی قسم کی بدگمانی
ہو سکے ہرگز نہیں۔ اگر مرزا صاحب کو نبوت اور رسالت خدا کی طرف سے قطعی
خدا تعالیٰ اور کون بھی بد نما الزاموں سے محفوظ رکھتا مگر ایسا نہیں جیسا کہ اوکلی
کارروائیوں سے ظاہر ہے۔

مولوی الہی بخش صاحب جو مرزا صاحب کے قدیم دوست اور سالہا سال اور کئی
رفیق ہے جنکو خود مرزا صاحب نے متقی اور پرہیزگار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب
عصا موسیٰ میں مرزا صاحب کا حال لکھتے ہیں کہ وہ کیور پیمہ مشک کی سنی وزنی
گاگرین مسافت دور دراز سے بھرت زر کثیر منگو اگر استعمال فرماتے ہیں خسر کا
ٹیان لگی پتی میں اور برف ہر وقت جہیا رہتا ہے۔ مرغی انڈا۔ مشک۔ پلاؤ۔
زردہ پشمینہ قالین لحاف وغیرہ میں مستغرق اور نہنگ میں اور بادشاہوں کی طرح
جائداد و زیور۔ باغات۔ محل مکانات۔ مقبرے۔ مینار گنپہ گہرا کلاک ٹاویا
اور مینار روشنی (لاٹ ٹاور) وغیرہ عینوں کے مال سے ہزار ہا روپیہ خرچ
کر کے اپنی تفریح اور یادگار بناتے ہیں۔ حرن ایک یادگاری منارۃ المرحب
میں گہری جھل میں وقت بتانے کو اور لال میں روشنی جانے کو لگائی جاگی
تعمیر کرنے کے واسطے دس ہزار روپیہ چندہ کے لئے اشتہارات شایع کئے گئے
پچھہ ترفذ اور فارغ البالی اور عیش و عشرت عموماً امر کو بھی نصیب نہیں بھیج
عقلی نبوت کا طفیل ہے جبکہ حال پہنے ابدلے کتاب میں لکھا ہے۔

جب عقلی معجزات مرزا صاحب عہد ہاتھ تھتے ہیں تو غور کیا جائے کہ خاص مال فراہم کرنے کی تدابیر کس قدر سوجتے ہوں گے۔

عصا کے موسیٰ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص حاجت کی اقسام اقسام کی اتروٹے ہیں اور اخباروں میں اونکی اشاعت اور خریداری کی ترغیب و تحریص ہو کر تھی ہے۔ جس سے لاکھوں کی آمدنی تصور ہے اسکے سوا ماہواری چند سے اقسام کے مقررین جنکا کچھ حال وہ یہ معلوم ہوا۔

سوا صاحب عصا موسیٰ اپنے ذاتی معلومات جو اس میں لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں۔ خصوصاً موسیٰ ص ۲۶ میں لکھا ہے مرزا صاحب غور فرماوین کہ واذا

اٹمن خان میں جو روپیہ سراج فیروزہ سو روپیہ کی لاگت والی برابری کی قیمت میں آیا او سکودوسری جگہ اپنی خانگی و نفسانی حاجات میں خرچ کرنا داخل ہے یا نہ۔ رسالہ سراج فیروزہ کے چندہ دینے والے دبرابری کے خریدار کئی تو مر گئے اور بہت باقی بھی ہیں جو حسب وعدہ ہاے مرزا صاحب ہر دو کتب کے منتظر امیدوار

ہیں۔ نیز وہ روپیہ جو مرزا صاحب کے حساب میں آچو کہ بکریاں غرض جمع کیا گیا تھا کہ جب رسالہ موجود ہرے مسٹر الگ انڈر ڈوب امریکہ والا طیار ہو گا تو

اس روپیہ سے ترجمہ کرایا جائیگا۔ سو وہ رسالہ تو وعدہ و وعید میں نالود ہو گیا اور اسکے ساتھ ہی وہ روپیہ بھی خورد ہر ہوا۔ پھر جو روپیہ مسجد کے دستے

جمع ہوا وہ کہاں گیا۔ برابری کی نسبت شاید بیحد عذر پیش کریں کہ ہننے دہی روپیہ کا اشتہار دیدیا ہے اسلئے ہری اللزم ہو گئے لیکن اس میں بیحد غرض ہے

کہ اولاً تو پہلے سے ایسی کوئی شرط نہ تھی۔ ثانیاً وہ اشتہار سب روپیہ دیندگان

کے پاس کہاں پہنچا گیا ہے۔ فقط اپنے مریدین میں بھی اسکی اشاعت کافی سمجھی گئی تھی۔ مثلاً اس اشتہار میں بھی ایسا فنِ نکتہ درج تھا کہ لی کی کہ بچا سے منظرِ شرم و لحاظ سے مطالبہ روپیہ کی جرات نہ کریں اور اگر کریں بھی تو مرزا صاحب کے کسی مضیبر کا سارٹیفکٹ پیش کریں۔ ایک آشنائے مجھے پوچھا کہ بقیہ ہر امین خدا جانے کب آوے۔ میں نے جواب دیا کہ اسکی بظاہر کوئی امید نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسکی قیمت واپس کرنے کا اشتہار دے چکے ہیں وہ بولا کہ تنکو تو خیر طعی نہیں ہوئی پہلا اب روپیہ ملجا دیکھا۔ میں نے کہا ہاں اگر آپ روپیہ دینے کا سارٹیفکٹ دیدیں تب اسے کہنا کہ جسکی معرفت ہم نے روپیہ دیکر کتاب منگوائی ہے وہ تو مر گیا۔ فقط اسی پر دوسرے بچا سے خریداروں کا تیس کر لینا چاہئے۔ یہ جہ لوگوں نے ہر امین کے واسطے سینکڑوں روپیہ دے رکھے تھے وہ اشتہار اونکے پاس بھی نہیں پہنچا اگر مرزا صاحب کی نیت بخیر ہوتی تو جیسا کہ عاجز کو ایک دفعہ فرمایا تھا کہ ہم نے روپیہ دہندگان کے نام روپیہ کی کتاب کہولی ہوئی ہے تو اسکو قایم کر لیں اور اسکے موافق سب کو روپیہ واپس دیتے اگر کوئی لینے سے انکار کرنا تو پھر آجکا مال تھا۔ ویا اول روپیہ دہندگان وغیرداران کو حسبِ ضابطہ رسید بھی دی ہوئی تا اسکو پیش کر کے روپیہ وصول کر سکتے۔ یہ حق العباد تھا۔ اس بارہ میں جس قدر سعی و اہتمام ہوتا تو اب دعوات میں داخل تھا۔ خیر بھئی تو ہر امین کے روپیہ کا حال ہوا۔ باقی سراج میر و مسٹر الگرنڈروب و لہے روپیہ کا کیا عذر ہے علیٰ ہذا ایشیا اور بیت رقوم جو کہین کی کہین خراج ہو میں بھئی سب کیوں اذات من غان میں داخل ہیں اذاعا ہد عذر میں جو وعدے نسبت ہر امین احمدیہ جلد اول اعلان ہر ورق جلد اول

دووم میں بن کہ سخامت سو جز سے زیادہ ہوگی۔ قیمت اول مانج پیر دس پچیس
 اور اقرار کہ اسکی طبع میں آئندہ کبھی توقف نہیں ہوگی۔ جلد سوم کے سرورق پر
 فرمایا کہ اب کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے اور اخیر صفحہ پر اس کے قیمت
 ایک سو روپیہ قرار دیکر فرمایا کہ اگر اسکے عوض سے تاحصہ روپیہ بھی مسلمان کی
 ضرورین تو پیرگو یا کام کے انجام سے خود مانع ہونگے (اس فقہ کی تحریر سے مراد صاحب
 کے اپنے رئیس اعظم صاحب جائداد ہونے اور ہزار ہا روپیوں کے اشتہار
 دینے کی حقیقت و اہمیت بھی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ جو کچھ ملے پیشگی ملے)۔
 جلد چہارم میں آخر کار فرمادیا کہ اسکا متولی ظاہر او باطن ارب العالمین ہے اور
 کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ و مقدار تک اسکو پہنچا دے اور سچ تو یہ ہے کہ
 جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام ظاہر کئے ہیں اتنا محبت
 کے لئے کافی ہیں زندگی کا اعتبار نہیں وغیرہ الخ افسوس راستی موجب رضا
 خداست پر جس کا عاجز کو الہا نا ارشاد ہوا ہے خیال کر کے یہ نہ فرمایا کہ مصالحت
 اندوختہ ختم ہو چکا ہے اور جو ہننے میں سو دلائل کا قید تحریر میں اگر طیار ہونا لکھا
 غلط تھا اسلئے آئندہ تولیت سے دست بردار ہوتے ہیں اور روپیہ وصول شدہ
 حق العباد کی عباد اللہ سے معافی چاہتے ہیں۔ پھر وعدہ رسالہ سراج منیر جبکا
 چودہ سو روپیہ کے صرف سے طبع کا اعلان سنسنہ ہجری سرورق سجدہ
 حق پر ہوا تھا جسکے لئے کئی مقامات سے خاطر خواہ چندہ آگیا تھا اور
 جسکی نسبت خاکسار نے جب مرزا صاحب انبالہ میں تشریف رکھتے تھے
 بذریعہ خط وعدہ خلائی کی شکایت کی تھی تو مرزا صاحب اسپر دہم برہم ہو کر

خفا ہوئے تھے عید ۱۸۸۶ء کا ذکر ہے جب سرمدہ چشم آریہ چھپا تھا اور اوسکے
 سرورق پر اوسکی قیمت بمص ۱۱ عام سے اور خاص فی استطاعت سے جو بطور
 امداد دین اس شرط و وعدہ پر مقرر کی کہ سراج فیروز برابریں کے لئے اس قسم سے
 سرمایہ جمع ہو کر اوسکے بعد رسالہ سراج فیروز اوسکے بعد پنجم حصہ برابریں احمد چھپنا
 شروع ہوگا۔ پھر وعدہ اجراء سے رسالہ بانہواری قرآنی اظہار قوتوں کا جلوہ گاہ
 آخر جون ۱۸۸۶ء کی تیس تاریخ سے ماہ باہ نکلا کر لگا۔ نیز رسالہ تجدید دین یا
 اشعۃ القرآن۔ پھر ۲۸ جمادی ۱۸۸۶ء جب کوسات برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے
 نشان آسمانی کے ص ۳۲ و ص ۳۳ میں ضروری گزارش باہمت و دستوں کی خدمت
 میں امداد کے لئے کی اور اوسکی سرخی لئے مردان بکوشید و برے حق بچو شید
 ملک بدر فرمایا کہ پختہ ارادہ و خواہش ہے کہ اس سالہ (نشان آسمانی و شہادۃ الملہین)
 کے چھپنے کے بعد رسالہ واقع الوسادس طبع کر اگر شایع کیا جاوے سو آئینہ
 کلمات اسلام کا دوسرا نام واقع الوسادس رکھ کر مرزا صاحب اوس سے ہمیں اللہ
 ہو گئے۔ اور بعد اسکے بلا توقف رسالہ حیات النبی و مہات المسیح جو جو رچا و
 امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جاوے گا و یگانا شایع اور اوسکے بعد بلا توقف حصہ پنجم
 برابریں احمدیہ عکا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب شکر
 طور پر (عیدہ مطلب ہے کہ اوسکی قیمت علیحدہ ہوگی برابریں کی قیمت دینے والے
 اسپر اپنا حق قائم نہ سمجھیں) چھپنا شروع ہو لیکن اس سلسلہ کے قائم رکھنے کیلئے
 عیدہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شایع ہو میرے
 ذی قدرت دوست اوسکی خریداری سے مجھ کو بدل جانے دو دین رہے ہر فرمایا

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو بوجہ اطلاق اموال و زیورات وغیرہ کے نکوۃ فرض ہو تو اذکو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور سبکیں کو ہی نہیں اور نکوۃ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عقرب ہے جو منکر نکوۃ کا فر ہو جائے پس فرض ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں نکوۃ دی جائے۔ نکوۃ میں کتابین خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی میں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ احکام القرآن اربعین فی علامات المقربین اور سراج تہذیب اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام از بس ضروری ہے اسلئے بشرط فرضت کوشش کی جائیگی کہ بچہ رسائل بھی درمیان طبع ہو کر شائع ہو جائیں۔ آئندہ ہر ایک امر اشد حل شانہ کے اختیار میں ہے۔۔۔

کیفیت جلد - ۲۷ دسمبر ۱۹۱۲ء عیسوی کے صفحہ ۲۴ پر درخواست خندہ اقبال توجہ فرمائی کہ کہا کہ تین قسم کی جمعیت کی سہن سخت ضرورت ہے جس پر ہمارے کام شاعت حقائق معارف دین کا سارا مدار ہے ادل و دپریس دوم ایک خوش خط کاپی نویس سوم کاغذات۔ ان تینوں معارف کے لئے (ملاحظہ) ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے ہر ایک دوست بہت جلد بلا توقت اس میں شریک ہو اور خندہ ہمیشہ ماہواری تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہئے۔ بچہ تجویز ہوئی کہ بقیہ براہین و ایک اخبار جاری ہو اور آئندہ حسب ضرورت وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں الخ اب مرزا صاحب نے غزرداری گسٹن (ص ۱۰۷) سالانہ آگنی کا جسکے (۱۹۱۲ء) سے کچھ زیادہ ماہوار ہوئی اقبال کیا ہے اور

اوسط سالانہ آمدنی جو چار ہزار قبول کی ہے اسکی ماہوار اوسط بھی (۳۳۳) سے
 کچھ زیادہ ہوتا ہے اس کے علاوہ مرزا صاحب کی اپنی زمین باغ وغیرہ کی
 آمدنی علاوہ ہے۔ پولیس بھی کئی موجود ہیں۔ دوسری جو کتاب نکلتی ہے اسکی
 قیمت بھی اس قدر بڑھ کر ہوتی ہے کہ لاگت سے لگنا چوگنا منافع ہو اب فرماویں کہ
 عید سبب وعدے سے اس وعید اذاعاہ خلف میں کیوں داخل نہیں۔ انتہی
 اور اسی عرصہ موسمی ص ۱۶ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے طرح طرح کے آراء
 مدار وعدے کر کے روپیہ قیمت کتب و قبولیت دعا عطا سے فرزند وغیرہ کے
 نام و اعتبار پیشگی حاصل کر کے اپنے قبضہ و تصرف لے آیا اور ہر وعدہ وغیرہ
 کو بالاسے طاق رکھ کر پیچھے مریدین سے مشتہر کرادی کہ امام وقت و خلیفۃ اللہ
 کو بنیوں۔ بقالون۔ تنگ دلون۔ زر پرستون کے حساب و کتاب سے کیا کام
 روپیہ حاصل کرنے کی عید تدبیرین میں دعا کی اجرت تنگ لی جاتی ہے۔ اور
 زکوٰۃ جو حق فقرا ہے وہ بھی نہیں چھوڑی جاتی اور پیرایہ کس قدر خوش منظر کہ
 دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی نہیں سراسر اسکے سوا اونکا جھوٹ کہنا۔
 داؤ پیچ۔ فتنہ انگیزی۔ خداستغالی کی تکذیب۔ اور اوسپر افترا۔ الحاد۔ انبیاء
 علیہم السلام کی تنقیص شان اور اونکو ساحر قرار دینا اور اونپر اپنی فضیلت رفیضہ
 امور عرصہ موسمی میں متعدد مقامات میں ثابت کئے گئے ہیں جنکا ذکر اس کتاب
 میں بھی آگیا ہے۔ عید امور ایسے ہیں کہ کوئی مسلمان انکا مرتکب نہیں ہو سکتا اور
 اگر ہوا تو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ اب اہل ایمان غور کریں کیا ممکن ہے کہ مرزا صاحب
 ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں اور تقرب الہی اور نبوت اور عیسویت

کے ساتھ بھی متصف ہوں اگرچہ تسلیم کر لیا جائے تو میلہ کذاب ہے آج تک
 جتنے نبوت کے مدعی گذرے ہیں معاذ اللہ سب پر ایمان لانے کی ضرورت
 ہوگی حالانکہ کوئی ایماندار اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد مرزا صاحب کے وہ
 دلائل جو اپنی نبوت اور عیسویت پر پیش کرتے ہیں انکی طرف توجہ کرنے کی کوئی
 ضرورت نہیں مگر سرسری طور پر اگر ذکر کر لئے جائیں تو بے موقع بھی نہیں۔
 ایک دلیل یہ ہے کہ کریم بخش نے کہا کہ گلاب شاہ مجدد وب نے کہا تھا کہ
 مسیح لدہانہ میں اگر قرآن میں غلطیاں نکھالیگا۔
 محمد یعقوب نے کہا کہ عبد اللہ صاحب غزنوی نے کہا کہ مرزا صاحب عظیم الشان
 کام کے لئے مامور کئے جائینگے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسیح آسمان سے اترتا۔
 پیشین گوئیوں۔ استجابت۔ فصاحت و بلاغت زبان عربی۔ عقلی معجزات
 ان دلائل کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں۔

اب مرزا صاحب کی وہ دلائل پیش کی جاتی ہیں جو مرزا صاحب نے نزائے الادہام میں لکھا
 ایک دلیل یہ ہے جو ابھی معلوم ہوئی کہ کریم بخش نے گواہی دی کہ گلاب شاہ مجدد وب
 نے خبر دی تھی کہ عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اب قرآن میں غلطیاں نکھالیگا، سیلمان
 عیسیٰ اور قرآن میں غلطیاں نکھانا

اور ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں جو نزائے الادہام ص ۶۹ میں ہے۔ منجملہ ان علامات
 کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں منجملہ ہے کہ مسیح اور نبوت
 یہودیوں میں آیا تھا کہ سب توریت کا منفر اور یوں یہودیوں کے دلوں پر ہے

اٹھایا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودا سو برس بعد ہمارا مسیح
یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا ایسے ہی زمانہ میں یہ عا جزایا کہ جب
قرآن کا مفسر اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا ہے اور وہ
اور پھر زمانہ بھی حضرت ثقیل موسیٰ کے زمانہ سے اسی زمانہ کے قریب قریب
گذر چکا ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان فی زمانہ تھا انتہی۔

موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین جو مدت بتلائی جا رہی ہے اس سے
غرض بھیجے ہے کہ موسیٰ سے چودا سو برس کے بعد عیسیٰ علیہما السلام کو بھیجنے کی
ضرورت ہوئی تھی اسی طرح ثقیل موسیٰ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک
اسی قدر مدت گذر گئی ہے اس لئے ثقیل عیسیٰ بھیجا گیا یعنی خود۔ مرزا صاحب
نے مسلم شریف کی روایت کو قابل اعتبار نہیں سمجھا تھا اس وجہ سے کہ وہ
بخاری میں نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور پھر روایت جو اپنی عیسویت کے
استدلال میں پیش کرتے ہیں اسکا پتہ تو کسی موضوعات کی کتاب میں بھی نہیں
اگر ہوتا تو اسکا نام ضرور لکھتے جس سے اتنا تو معلوم ہوتا کہ یہ بات مرزا صاحب
کی بتائی ہوئی نہیں ہے۔ یہ یا در ہے کہ مرزا صاحب کسی حدیث کی
کتاب سے یہ روایت ثابت نہیں کر سکتے اس لئے کہ محققین نے تصریح کی ہے
کہ موسیٰ علیہ السلام کے وفات سے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ستر سو
سولہ برس گذرے تھے جیسا کہ میتہ الاذکیا فی قصص الانبیاء میں علامہ طائف
صالح خراسانی نے لکھا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مرزا صاحب میں اعلیٰ درجہ کی جرات ہے۔ کبھی کسی قسم کا

خیال اور نہ مانع نہیں ہوتا کہ میں مخالفوں کے مقابلہ میں کیا کیا تھا اور اب کیا
 کہہ رہا ہوں اور لوگ کیا کہیں گے۔ مجھے بھی مرزا صاحب کا ایک عقلی معجزہ ہے
 کہ کوئی دوسرا مجھ کا نہیں کر سکتا کیونکہ اوسکو ضرور شرم مانع ہوگی جس کو
 مرزا صاحب الحیا و منع الرزق کا مصداق قرار دینگے۔ جب تک مرزا صاحب
 اپنے اس بیان کو کسی کتاب سے مدلل نہ کریں بھی سمجھا جائیگا کہ انہوں نے اس بات
 کو اپنے دل سے گھڑ لیا ہے۔

ماحصل انکی تقریر کا یہ ہوا کہ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں مستقل نبی ہیں اور سجاد نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم اور مرزا ان دونوں کے معنی میں یعنی مرزا عیسیٰ کے مثل اور آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم موسیٰ کے مثل کیونکہ صاف لفظوں میں حضرت کو موسیٰ کا مثل کہہ رہے ہیں۔
 چونکہ مرزا مثل ہونے کی وجہ سے اپنے کو ظلی اور تبعاً بنی کہتے ہیں اسی قیاس پر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونسکے نزدیک ظلی نبی ہوئے۔ مگر مسلمانوں کا اعتقاد ایسا
 نہیں ہے بحسب احادیث صحیحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین سمجھتے ہیں
 جن میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ سب داخل ہیں۔ احادیث سے ثابت
 ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آرزو اور دعائیں کرتے تھے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی امت میں داخل ہوں چنانچہ امام سیوطی رح نے خصائص کبریٰ میں کئی آیتیں
 بڑی بڑی نقل کی ہیں چونکہ مجھے کتاب چھپ گئی ہے اسلئے صرف محل استدلال

نقل کیا جاتا ہے۔ اخرج ابو نعیم عن عبد الرحمن العاقری۔ فلما عجب موسیٰ

من الخیر الذی اعطاه اللہ محمد ادا متہ قال یا نبی من امتہ احمد و اخرج ابو نعیم فی

الحلیۃ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادعی اللہ الی موسیٰ نبی

بنی اسرائیل انہ من لقبی وہو جاحد باحد او خلعتہ النار۔۔ قال جعلنی من امتہ وذلک النبی
 دنی بروایت ابی ہریرہ قال یارب فاجعلنی من امتہ احمد اب مرزا صاحب تہ
 غور فرمادین کہ خود موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوگی
 آرزو کرتے تھے تو کسی یہودی کا قول اس کے خلاف میں کیونکر قابل توجہ ہوگا۔ اور
 آیہ شریفہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الْبَنِيۤنَ الْاَوَّلِيۡنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء
 علیہم السلام گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے پھر حضرت کو کسی نبی
 مثیل اور ظلی نبی قرار دینا کیسی بے ادبی ہے۔

مسلمانو مرزا صاحب نے ہمارے نبی افضل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کو موسیٰ کا مثیل قرار دیا کیا اب بھی کسی اور کا مثیل سننے کا انتظار ہے کیا ہمارے
 اور ہمارے اسلاف کے کان ایسے نالطام الفاظ سننے کے اشنا تھے۔ کب تک مرزا صاحب
 ایسی باتیں سنا کر گے توبہ کرو اگر نجات چاہتے ہو تو اونکی ایک نہ سنو
 اور اپنے اسلاف کا اتباع کرو۔

مسلمانوں اور یہودیوں کی وجہ شبہ میں جو فرماتے ہیں کہ منفر اور بطن کلام الہی کا ان
 دونوں کے دلوں سے اٹھایا گیا ہے اس میں بھیدہ کلام ہے کہ یہودی کی شان
 میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَعَلَمَّا جَاءَكَ رَسُوْلٌ مَّا كَا اَتَقْوٰى اَنْفُسِكُمْ
 اَسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِقْنَا لَكُمْ اَنْفُسَكُمْ وَفَرِقْنَا اَنْفُسَكُمْ فَفَرِقْنَا لَكُمْ اَنْفُسَكُمْ
 ابیسیا کی تکذیب اور انکو قتل کیا کرتے تھے اور توریت و انجیل سے ثابت ہے
 کہ انہوں نے بہت المقدس کو ڈھایا اور قربانی کے مقام میں غنیمت پر فوج کئے
 بتجانے آباد کئے اسکے سوا اور بہت سی انکی خرابیاں میں جنکا حال تشا اور

آئندہ معلوم ہوگا۔ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان باتوں سے ایک بھی نہیں
 پائی جاتی مسجد میں آباد بلکہ ہمیشہ نئی نئی بنائی جاتی ہیں حج کئی وہی دہوم دہام
 ہے کہ ہر سال لاکھوں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے رمضان شریف میں عبادت کی وہی
 گرم جویشیاں میں غرض کہ شمار اسلام بفضلہ تعالیٰ ہندوستان میں بھی قائم ہیں رہا
 یہ کہ بعضے خطوط نفسانی میں گرفتار اور بدعتوں میں مبتلا ہیں سو انکی بھی یہی حالت
 ہے کہ جب قرآن حدیث سنتے ہیں تو اپنے افعال اور تقصیر سر نہاد مہوتے ہیں
 ہاں اس میں شک نہیں کہ بعضے ایسے بھی ہیں کہ عمر بہ قرآن و حدیث سنتے اور پڑھتے
 میں مگر کسی کی جادو بیانی کے اثر سے ضروریات دین کے اعتقادات سے
 پر جلتے ہیں سو وہ لوگ اعتبار کے قابل نہیں ایسے لوگ تو خود نبی کے وقت میں
 گمراہ اور مخالف ہو جاتے تھے اونکے حسب حال بھیہ شعر ہے۔

غمر بادید قوم دون ز موسیٰ معجزات
 آن ہمہ شد گاؤ خورد از بانگ یک گوسالہ

غرض کہ جس طرح یہود نے توریت کو چھوڑ دیا تھا مسلمانوں نے اب تک قرآن کو
 نہیں چھوڑا البتہ مرزا صاحب کی تعلیم سے اب اسکی بنیاد پڑ گئی ہے جس کا حال
 انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا کہ صد ہا آیات قیامت اور احیاء اموات وغیرہ اویا
 میں جو وارد ہیں اونکا ایمان اس تعلیم سے بعض لوگوں کے دلوں سے اٹھایا گیا،
 مثلاً جب یہ مسلم ہو جائے کہ مرتے ہی آدمی ایک سوراخ کی راہ سے جنت میں یا دوزخ
 میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتا جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں تو
 قیامت اور حشر اجداد کا خود ابطال ہو گیا۔

قرآن کا مغز اور بطن جو مرزا صاحب فرماتے ہیں اگر اس سے وہی مراد ہے تو سچ ہے
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے سو وہ بفضلہ تعالیٰ کتب تفسیر و حدیث میں
 بتما محفوظ اور موجود ہے۔ مغز اور بطن جو کچھ یہ پوشیدہ اور اوراں سے
 غائب ہے سب حضرت نے فرمادیا کیونکہ حضرت کو ان امور میں سخیل تھا چنانچہ
 حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَىٰ غَيْبٍ بِقَدِيرٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم کی باتیں بیان کرتے ہیں سخیلی نہیں کیا کرتے اور اشارات قرآنیہ جو زور
 دین نے مجاہدات و مکاشفات کے بعد معلوم کیا ہے وہ بھی تفاسیر اور کتب
 تصوف میں موجود ہیں عرض مسلمانوں کو اوسکے نبی اور پیشوا یا ان دین نے
 سب سے مستثنیٰ کر دیا ہے کسی کی من گھڑت باتوں سے انکو کچھ کام نہیں
 اور اگر مغز و بطن کچھ اور ہے جو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں سو اسکو قرآن سے
 کچھ تعلق نہیں۔ الحاصل مرزا صاحب مسلمانوں کو یہودیوں کے برابر کر کے
 اپنی ضرورت جو بتلا رہے ہیں وہ خلافت واقع ہے بلکہ معاملہ بالکلیس کہ یہودی
 اکثر صفات مرزا صاحب میں موجود ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہودیوں
 کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھا ہے گئے مرزا صاحب کا بھی یہی
 عقیدہ ہے۔ یہود کا عقیدہ سخن ابناء اللہ ہے مرزا صاحب بھی اپنے کو خدا کے
 بیٹے کے برابر کہتے ہیں یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ساجر کہا تھا مرزا صاحب
 بھی یہی کہتے ہیں جس طرح ہولس صاحب نے یہودیوں کے بادشاہ تھے عیسائیوں کو
 ادھمکے قبلہ سے خوف کر دیا۔ مرزا صاحب بھی مسلمانوں کو اوسکے قبلہ سے خوف
 کرنا چاہتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے نبی گزرے ہیں مثلاً
 یوشع شموئیل الیاس الیسع ارمیا داوید اعیال داؤد سلیمان اور عزیر وغیرہ علی بنیاد
 علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ کہ چوڑ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو پیش ہوئی
 بنا رہے ہیں اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی اگر بت پرستی موقوف کر کے تو جدیدی
 طرف بلاستون تشبیہ ہے تو کل انبیاء اسی کام کے لئے تھے اگر نادار معجزات کے
 لحاظ سے ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اسی قسم کے تھے اور اگر نبی اسرائیل
 کی ہدایت کے خیال سے ہے تو داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے انکی سبب پیشی
 بالکل موقوف کرادی تھی غرض کوئی وجہ تخصیص کی معلوم ہوگی سوا اسکے کہ تیز سوس
 کی جوڑ ملانا مقصود ہے۔ مگر اسسوس ہے کہ اپنی غرض ذاتی کے واسطے یہ لکڑی
 کی کسر شان کی کچھ پروا کی۔

اور ایک دلیل از لادہ ص ۶۶۳ میں لکھتے ہیں کہ ردحالی طور پر عالم کو جن
 وغیرہ امور ہونگے تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وکسیلا
 کے پیدا کیا جائیگا اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین میں درج
 ہو چکا ہے اور وہ کچھ سے اردت ان استخلف خلقت آدم ... میں نصف کو
 ماننا یا لگا کہ وہ آدم اور ابن مریم بھی عاجز ہے کیونکہ اساد دعویٰ اس عاجز سے پہلے
 کبھی کہتے نہیں کیا اور اس عاجز کا بھید دعویٰ دس برس سے پہلے شایع ہو رہا ہے
 اور براہین احمدیہ میں مدت سے جب چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس باجر کی است
 فرمایا ہے کہ بھید آدم ہے ... اور اس نزاع کے وقت سے دس برس پہلے
 اس عاجز کا نام آدم اور عیسیٰ لکھ دیا ... اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور عیسیٰ

را کہ کوئی جاہل فی الارض خلیفہ کی کہلی کہاں طور پر رہا میں احمدیہ میں بشارت دیکر لوگوں کو
 توجہ دلائی کہ تا اس خلیفہ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ اطاعت
 سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ہٹو کہہ گناہیں اور میں شہادت شہادت فی السما کی تہدید
 سے بچیں اتنی اس تقریر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱۱) براہین احمدیہ کلام الہی سے جس میں حق تعالیٰ نے اپنے خلیفہ ہونے کی بشارت فرمائی
 (۱۲) مرزا صاحب نبی ہیں جن پر وہ کتاب نازل ہوئی۔

(۱۳) مرزا صاحب آدم خلیفہ اللہ ہیں۔

(۱۴) جو مخالفت کرے وہ گویا ابلیس اور دوزخ ہے۔

(۱۵) دس برس پہلے الہام شائع ہو چکی وجہ سے وہ قطنی ہو گیا۔

حق تعالیٰ نے تیرا سو برس پہلے اپنے کلام قدیم میں مجھ بات شائع کر دی کہ ہمارے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تھا قال تعالیٰ انا کان محمد
 ایما اخبر من یرجوا لکم ولکن یرموا لکم واللہ وکھارنا للیتین اب انکے بعد کوئی
 دعویٰ نبوت کرے تو وہ سید کذاب داسود غسی وغیر ہم کی قطار میں داخل ہے بل
 جہنمی ہونے میں کسی کو شک نہیں کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیا ہے
 کہ قیامت سے پہلے بہت سے اجال کھلیں گے جو رسول ہو سکا دعویٰ کرے گا کہ

انا ابوعباسی سلم الود اود اور ترقی نے روایت کی ہے عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ناقم الساعة حتی تبعث دجالون کذابون قریبا من یثین
 کلمہ میرا علم اللہ رسول اللہ

مرزا صاحب کو کمالات و فضائل کے ساتھ مجال درجہ کی دل چسپی ہے وہ ہمیشہ

تأثر میں لگے رہتے ہیں جہاں کوئی کمال پیش نظر ہو جاتا ہے بے دھڑک اوس کا
 دعویٰ کر لیتے ہیں جیسا کہ ان تصریحات سے ظاہر ہے ازاتہ حدیث میں لکھتے ہیں
 ہر صدی پر ایک مجدد کا آنا ضرور ہے بتلاوین کہنے اس صدی کے سر پر خدا
 سے الہام پا کر مجدد ہو نیکا دعویٰ کیا ہے۔ اگرچہ عاجز نہیں ہے تو یہ وہ
 کون آیا ہے کہنے ایسا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ اس عاجز نے اور لکھتے ہیں
 جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو
 یہ تہذیبیں دلی اور داعی تہذیبیں سے اپنا کام کرتے ہیں اور اس بنیابت
 کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے حدیث
 نے اس عاجز کو بھیجا ہے یعنی نائب کر کے۔

اور ازاتہ حدیث میں لکھتے ہیں جو وارد ہے کہ حارث جو ایک شخص
 ماوراء النہر کا ہو گا جو آل رسول کو تقویت دے گا جسکی امداد و نصرت ہر ایک
 مومن پر واجب ہوگی الہامی طور پر عجیب ظاہر کیا گیا ہے کہ مجھ میں گوی اور مسیح
 کے آئینگی میں گوی جو مسلمانوں کا امام ہو گا دراصل مجھ و دونوں میں گویان
 متحد المضمون میں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو
 خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ حارث امام مہدی کی تائید کو جائیگا اس لئے بعد
 عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترینگے جیسا کہ متحد و صحیح حدیثوں سے ثابت ہے
 مگر مرزا صاحب کے علم نے انکو خبر دی کہ مجھ غلط ہے حارث امام مہدی عیسیٰ
 ایک ہی شخص ہے مجھ ظلم خدا در رسول کا مخالف ہے چہی تو ایسا الہام کیا۔
 ازاتہ الہام حدیث میں لکھتے ہیں وہ مسیح موعود جسا آنا احادیث صحیحہ سے

ضروری طور پر قرار پایا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آیا ہے۔

اور آج وعدہ پورا ہو گیا۔

اور نیز ازاتہ الادہام ص ۶۳۸ میں لکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم میں

کا مثل قرار دیا ہیر مثل نوح کا ہیر مثل یوسف کا ہیر مثل داؤد کا ہیر مثل موسیٰ کا

ابراہیم کا قرار دیا اور بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر ہر

صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا۔

اور اسی ص ۶۳۸ میں لکھتے ہیں کہ آیہ شریفہ بشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے خود

رسالہ عقاید مرزا میں اشتہار معیار الاخیار سے مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے

میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔

اور اسی میں اشتہار دافع البلاء سے انکا قول نقل کیا ہے میں امام حسین علیہ السلام

سے افضل ہوں اور اسی سے انکا بیٹھ بھی قول نقل کیا ہے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ

اُس سے بہتر غلام احمد ہے اور اسی سے انکا بیٹھ قول بھی نقل کیا ہے میں اللہ کے اولاد

کے رتبہ کا ہوں میرا الہام ہے کہ انت منی بمنزلہ اولادی۔ اور الحکم مورخہ ۲۲ فروری

۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا الہام لکھا ہے انا امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ

کن فیکون یعنی تم جس چیز کو پیدا کرنا چاہو جب کن کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائیگی

اور توضیح مرام سے انکا قول نقل کیا ہے میں اللہ کا بنی اور رسول ہوں۔

اور شتی نوح سے انکا قول نقل کیا ہے میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں

ازاتہ الادہام ص ۶۳۸ میں لکھتے ہیں سچی وحی اپنے پر نازل ہوتی ہے۔

ضرورۃ الامام ص ۶۳۸ میں لکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے مجھ سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور

کی قدر پر وہ چہرہ سے اتار دیتا ہے اور نہایت معافی سے کلام کرنا ہے اور
 دیر تک سوال و جواب ہوتے رہتے ہیں اور پھر کھڑے ہوتا ہے تاکہ انکے الہام و نور پر
 رسالہ عقاید مزار میں انکا قول نقل کیا ہے کہ طاعون ملک میں میری تکذیب کی وجہ سے لگنے لگی ہے
 اور پھر بھی نقل کیا ہے کہ تیرا منکر کا فر اور مردہ ہے اور سکو ضرور مواخذہ ہوگا
 اس قسم کی اور بہت سی باتیں انکی تصانیف میں موجود ہیں اور اب تو آپ کرشنجی
 بھی ہو گئے ہیں جیسا کہ متعدد اخباروں سے ظاہر ہے۔ مزار صاحب عیسویت
 وغیرہ کا جو مرکب دعویٰ کرتے ہیں یہی وہی بات نہیں غرر الخصال میں واضح
 صفت میں علامہ و طواطرح نے لکھا ہے کہ معتد کی خلافت میں ایک شخص سواد کو
 میں نکلا تھا جسکو کریمتہ کہتے تھے پھر شخص پہلے نہایت زہد و جہاد کے ساتھ
 مشہور ہوا جب لوگ معتقد ہو گئے تو ان سے کہا کہ مسیح علیہ السلام نے آدمی کی
 صورت میں ظاہر ہو کر مجھے کہا کہ تو داعیہ ہے اور حجت ہی ناتہ ہے روح لکھا
 ہے یہی ابن زکریا ہے۔ پھر پھر دعویٰ کیا کہ میں مسیح ہوں عیسیٰ ہوں کلمہ ہوں
 ہمدی ہوں محمد ابن الحنفیہ ہوں جبریل ہوں جب دس ہزار آدمی اسکے تلخ
 ہو گئے تو ان میں سے بارہ اشخون کا انتخاب کر کے کہا کہ تم میرے جواری
 جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے جواری تھے مزار صاحب کو اس شخص کی رائے سنائی
 اور عقل کا مقتضی بھی یہی ہے کہ جب دس سین دعویٰ کر دے جائیگا تو کم
 ایک تو ثابت ہو جائیگا پھر مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ ایک بھی علم نہیں
 کریمتہ نے مزار صاحب کے اس دعویٰ کو پہنی باطل کر دیا جو فرماتے ہیں کہ سوا
 میرے کسی سلطان نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ الفرض اپنے اس بات کا

ہیکہ لے لیا ہے گوئی فضیلت چوٹنے نہا اور کوی فرقہ ہندوستان میں ایسا ہے
 جسکے وہ مقتدا اور معبود نہ بنیں۔ مگر کسی فرقہ پر ایسا افسوس نہ چلا۔ چونکہ مسلمان
 میں آج کل بھر صلاحیت بڑی ہوئی ہے کہ ہر کسی کا افسوس ان پر اتر کر جاتا ہے جیسا پختہ
 ہزاروں نیمروں وغیرہ میں لگے اور بنتے جاتے ہیں اسلئے رو نصاریٰ وغیرہ کو ذریعہ
 بنا کر انکی طرف توجہ کی جیسا پختہ کیسے ہوگا سبانی بھی حاصل کی اور جب روپیہ چنڈہ
 وغیرہ کا بچھنی آنے لگا تو ایک رسالہ بنا م فتح اسلام لکھا جسکے نام سے ظاہر ہے
 کہ اسلام کو تو انہوں نے فتح کر لیا اس فتح سے بڑی غرض بھدتی کہ روپیہ حاصل ہو
 اسلئے اپنی رعایا پر اسام کی ٹیکس لگائیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور مالگزاروں کا
 دستور العمل اسی میں شائع کیا جسکا ایک فقرہ یہ ہے اسلام کے ذی قدرت
 لوگو آپ لوگوں کو پوچھا دیتا ہوں اپنی ساری دل اور ساری وجہ اور ساری
 اخلاص سے مدد کرنی چاہئے جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ یا ہواری چنڈہ
 دینا چاہتا ہے وہ اسکو حق واجب اور دین لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود یا سوار
 اپنی فکر سے ادا کرے اور ادائیگی میں سہل انگاری کو روانہ کرے اور جو شخص
 مست دینا چاہتا ہے وہ اسے طح ادا کرے انتہی ملخصاً اور اس رسالہ میں
 بڑی تاکید بھی کی گئی کہ کوی اس کا ردوائی پر بدگمانی نہ کرے اور اخبار البدین
 شائع کر دیا گیا جیسا کہ عقاید مزا میں لکھا ہے کہ نیکے فعل پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے
 اب کسی مجال کہ کوی اعتراض یا بدگمانی کر سکے مگر بھید احتمال تھا کہ بھید روپیہ قدر
 وصول ہوتا ہے مرزا صاحب کے تقدس اور رو داری کی وجہ سے ہے آئندہ
 لوگ ہاتھ روک لینگے اور مقتضائے بشریت بھی تھا کہ اپنی اولاد کی کچھ فکر

کی جگہ اسلئے ایک بزدل دست یوں کیا گیا جو ازالہ الاوهام ص ۱۵۵ میں الہام
تحریر فرماتے ہیں خدا تعالیٰ ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر
کر رکھا ہے کہ میری ذات سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح
مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اترے گا انتہی اور اسی میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے
فرمایا خدا تیری عہد کو زیادہ کرے گا اور تیری ذریت کو بڑھائے گا اور میں بعد
تیرے خاندان کا بچہ بنے گا ابتدا قرار دیا جائیگا جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت
الہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اسنو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے
ایسا کہ الی الغرض پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری سسل
میں سے ہوگا فرزند دلبند گرامی و ارجمند نظر الحق و العلامان اللہ نزل من السماء آتی
اور دوسرے مقام ازالہ ص ۱۴۱ میں لکھتے ہیں اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز
کی ذریت میں ہے جسکا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم
کے نام سے بھی پکارا ہے انتہی

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو لاکہہ روپیہ یا ہوا رسی چندہ ملتا تھا تو
انکے فرزند دلبند کو دولاکہہ سے کم نہ ملنا چاہئے آخر باب بیٹوں میں فرق
ص ۱۰۷ ہے مرزا صاحب کی شان میں تو کان عیسیٰ نزل من السماء تھا صا خبرادہ
کی شان میں کان اللہ نزل من السماء ہے الغرض جب دیکھا کہ چندا شخص بطور عیالی
ترجمہ نگزاری داخل کرنے لگے اسیکا نام فتح اسلام رکھکر یہ خیال جنمایا کہ سلطنت
تولیت اور اپنی اولاد کے لئے قائم ہوگی اب ہنود کی طرف توجہ کرنی چاہئے
چنانچہ ان میں جا کر دعویٰ کیا کہ میں کرشن جی ہوں تعجب نہیں کہ اپنی بچہ بدلیں

اس میں بھی کامیاب ہو جائیں مگر ظاہر ہے کہ یہ تدریجاً معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ایسی
 مسلمانوں کا دشمن ہے انہوں کا نہیں۔ ہمیں اسکا کچھ خیال نہیں کہ مرزا صاحب کو
 اس قدر رویہ کیوں ملتا ہے اس لئے کہ آخرتہ ایسے کے نتائج حاصل ہوا سنی کرے
 اور حق تعالیٰ کی محنت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ خدا سے و من کان یرید
 حرث اللانیا لویہ فہما و ما الذری الا اخرہ من نصیب مگر کلام دوسرے صاحب
 میں ہے جو دین سے متعلق ہے کیونکہ قابل ہتمام و غنوار سی ہے قوی ہے جسکا
 ابد الابد رہنے والا ہے۔ اب ہم اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا صاحب
 جو الہامات خلیفہ اللہ وغیرہ ہونے کے بیان کرتے ہیں باوجود ایسے قوی قوی
 قرآن کے کیا اب بھی قابل تصدیق سمجھے جائیں اور عقل بیکار کر دی جائے۔
 اگر صرف مجددیت یا محدثیت کا دعویٰ ہوتا تو بھی مضائقہ تھا جب انہوں نے
 نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے تو اب اس حدیث شریفہ کو اہل اسلام
 مانیں جو بخاری اور مسلم وغیرہ سے اجماعی نقل کی گئی کہ دعویٰ رسالت و جلالین
 ایک دجال ہے یا مرزا صاحب کے یہ تمام دعویٰ اس کے خلاف ہیں۔
 ہر مسلمان کو اپنا ایمان عزیز ہے خود طغی فیصلہ کرے۔
 مرزا صاحب نے دجال کے استدراج میں یہ کلام کیا کہ اوس سے تو اوس کا
 کن فیکون کا رتبہ ثابت ہوتا ہے اور سو جا کہ ایسا بڑا رتبہ اوسکو دیا جائے
 اور خود محدود رہ جائیں تو ایک اعلیٰ درجہ کا کمال قوت ہو جاتا ہے گنیل کیلئے
 کرشن خلیفہ بننے کی ضرورت ہوتی ہے رتبہ تو مسلمانوں میں سلم اور بنا بنا
 اس لئے دعویٰ کیا کہ رتبہ کن جب حاصل ہے اگر یہ بات نبوتی تو از اولاد ہوا میں

صحیح کیونکہ فرماتے اگر دمشق حدیث کو جو مسلم شریف میں ہے اسکی ظاہری معنیوں
 حل کر کے اسکو صحیح اور فرمودہ خدا اور رسول مان لین تو ہمیں اس بات پر ایمان
 لانا ہوگا کہ فی الحقیقت مجال کو ایک قسم کی قوت خدا ہی جابگی اور زمین و
 آسمان اسکا کھانا میں گے اور خداے تعالیٰ کی طرح فقط اسکے ارادہ سے سب
 کچھ ہوتا جائیگا۔ غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ کی بھہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد
 شیئاً ان یقول لکن فیکون اسطرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دیا گیا ہے
 حاصل ہے کہ حدیث میں شریف جس میں وہاں کے استدراج سے اسکا پانی برسانا
 اور زمین سے مینر یاں اگکانا وغیرہ امور مذکورہ میں غلطی سے اسلئے کہ اس سے
 لازم آتا ہے کہ خالقیت میں خدا کا شریک ہو جائیگا۔ غور کیا جا کہ مرزا صاحب
 کو جب بھہ بات حاصل ہو گئی کہ بحسب البہام انما امرک اذا اردت شیئاً
 ان یقول لکن فیکون صرف لفظ کن کبکے سب کچھ پیدا کر سکتے ہیں تو بڑے مجال
 سے وہ چند امور جنکی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحسب اطلاع باری تعالیٰ
 کر دی ہے ظہور میں آئیں تو کونسے کفر و شرک کی بات ہوگی بخاری شریف میں بھہ
 حدیث مذکور ہے کہ تمام انبیاء جاں کے فتنے سے ہمیشہ اپنی اپنی امت کو ڈرا یا
 جس سے ظاہر ہے کہ اسکا فتنہ معمولی نہ ہوگا اگر کسی قسم کی باتیں اس سے ظہور میں
 نہ آئیں تو اس سے خوف بھی کیا دنیا میں بڑے بڑے فتنے ہوئے اور
 ہوتے جاتے ہیں کسی سے ایسا نئے اپنی امتوں کو نہیں ڈرایا اور نہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیان کا استہام فرمایا بخلاف فتنہ مجال کے سرنازین
 اس سے پناہ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا الغرض لجاظ فتنہ و آزمائش امور

مذکورہ احادیث کا ظہور میں مستبعد نہیں۔ بخلانہ اسکے مرزا صاحب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بہر حال مرزا صاحب نے جس کا نیا سے حدیث مسلم شریف کا انکار کر دیا تھا اب انکو اس ابہام کے لحاظ سے جو ہے و حال کی نسبت ان امور کا مان لینا ضروری ہو اگیز کہ جب وہ خود مدعی ہیں کہ کن سے سب کچھ کر دکھاتا ہوں تو بڑا و حال عجیب، حدیث صحیحہ کچھ کر دکھائے تو کیا تعجب۔ اس تقریب سے وہ تمام تقریریں باطل ہو گئیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے پرندوں کو زندہ کرنے کے باب میں لکھی ہیں جن میں ایک یہ ہے جو اراکم اللہ باب ص ۲۹۷ میں لکھتے ہیں وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور یہ کچھ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے اور اذن سے حضرت عیسیٰ کو صفا خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحداد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اسکی خدائی باطل ہوتی ہے اور موجد صاحب کا یہ ہنر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں کرتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسیٰ خالق طیور تھے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدا تعالیٰ نے اپنے اذن اور ارادہ سے انکو دے رکھی تھی اور اپنی مرضی سے انکو اپنی خالقیت کا حصہ داریا دیا تھا اور یہ ہنر انکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا شیل بنا دیوے قادر مطلق کچھ سراسر مشرکانہ باتیں اور کفر سے بدتر ہے انتہی دیکھئے حق تعالیٰ نے اپنی خالقیت کے باب میں جو فرمایا ہے اِنَّمَا مَرَكٌ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لِهٖ كُنْ فَيَكُوْنُ دہی پورا کلام مرزا صاحب کے ابہام میں انکی شان میں کر دیا گیا کھاتال

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَكُنْ فَيَكُونُ یعنی خدا نے ارادہ کیا
 کہ تم جو پیدا کرنا چاہو صرف کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائیگا۔ حالانکہ یہ اگرنا
 خاص صفت الہی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ
 عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تو کسی مسلمان کا بھی عقیدہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے
 اپنی صفت، خالقیت، الخودیکر حصہ دار بنا دیا تھا بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ اسی کوئی
 کا مجوزہ جو انکو دیا گیا کبھی کبھی حسب ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے جیسا کہ خدا تعالیٰ
 اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے فَذَنِّبُوا فِيهَا أَنْكُرُونَ طَيْرًا يَأْتِي الدُّنْيَا
 الْمَوْتَى بِأَذْنِي مگر مرزا صاحب خالقیت کے حصہ دار اور اسکے قیل بن سہیل
 اب تک صرف انبیاء کے قیل کہلاتے تھے اب خدا کے قیل مرنے کا دعویٰ ہے
 حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ مِثْلَهُ شَيْءٌ مِمَّا يَشْعَبُ مرزا صاحب مضامین قرآن کو
 مشرکانہ خیال بتاتے ہیں اور اسکی کچھ پردا نہیں کرتے کہ وہ خدا تعالیٰ فرماتا
 اے میں نے اور کیا کہا تھا او سنئے بھی تو یہی کیا تھا کہ غیر اللہ کے بجز وہ کو
 مشرکانہ خیال سمجھا تھا جسکی وجہ سے ملعون ابدی بنا افسوس ہے کہ مرزا صاحب
 اور دن کو فرماتے ہیں اے میں نے اے اللہ کی طرح ہو کر نہ کہا میں اور خود اسکے ہم خیال ہیں
 غور کرنے کا مقام ہے کہ آیات قرآنیہ پر ایمان لانے کو الحاد اور سخت بے ایمانی
 اور مشرکانہ خیال اور کفر سے بدتر کہہ دیا اور آپ نفوذ باللہ خدا کے شریک
 بن ہے میں اس سے بڑھ کر الحاد اور سخت بے ایمانی اور کفر سے بدتر اور
 کیا ہوگا۔ مجوس صرف دو خالق مانتے تھے مرزا صاحب تو دو سرے خالق
 صلی بن گئے نفوذ باللہ من ذلک۔

اہل اسلام غور فرماویں کہ کیا کوئی مسلمان ایسا دعویٰ کر سکتا ہے جو مرزا صاحب
 نے کیا ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ سید المرسلین اور افضل العالمتین
 میں کبھی اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ انما انا بشر مشکم فرماتے رہے
 اسکے بعد مرزا صاحب کا جیسے الہام کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب
 ایک نظیر تو پیش کریں کہ کس نے نبوت کے دعوے کے ساتھ کن نیکوں کا بھی
 دعویٰ کیا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ کیسے دعویٰ کرنا ہی اُنکے لئے دلیل
 ہو جاتا ہے چنانچہ اپنے مجددیت کو اس طریقہ سے انہوں نے ثابت کیا
 ازالہ الادہام ص ۱۵۷ میں فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے
 کہ ہر ایک صدی پر مجدد کا آنا ضروری ہے اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباعِ حدیث
 کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلا دیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ
 سے الہام یا کرمجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہوتی ہے
 مگر حدیث کا تو جیسے منشا ہے کہ وہ مجدد خدا تعالیٰ کی طرف سے آئیگا یعنی
 علوم لدنیہ و آباءت سماویہ کے ساتھ اب بتلا دیں کہ اگر کچھ عاجز حق پرست
 تو یہ وہ کون آیا جس نے اس جو دوہویں صدی کے سر پر مجدد ہونیکا ایسا دعویٰ
 کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا انتہی اگر شیطان کیسے سامنے ہو کر دعویٰ کرے
 کہ میں تیرا خدا ہوں مجھے سجدہ کر اور اسکی دلیل بھی بیان کرے کہ سو ابیرے
 کیسے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا اسکی بھی دلیل قابل تسلیم ہو سکتی ہے
 ہرگز نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی تقریر سے ظاہر ہے کہ انکو اس قسم کی دیدوں
 پر دُشوق ہے یہی وجہ ہے کہ جب شیطان انکو اپنے چہرے سے کیتلہ پرورد

انہوں نے کھدیتا ہے کہ میں خدا ہوں اور کوئی دلیل بھی ایسی نہیں آتی
تو ان کو یقین آجاتا ہے۔

موضوع اضعیف ہے بخبر بخاری و مسلم وغیرہ نے اسکو ترک کر دیا جب مسلم کی
دشمنی والی حدیث بخاری میں نہیں کی وہ کہہ سے بقول مرزا صاحب قابل اعتبار
ہوئی تو اسکو تو مسلم نے بھی قبول نہیں کیا بطریق اولی قابل اعتبار نہ ہوگی
پھر ایسی حدیث استدلال میں کیوں پیش کی جاتی ہے مرزا صاحب نے نہ اس
حدیث کو نقل کیا نہ جھگڑا لکھا کہ وہ کونسی کتاب میں ہے بلکہ صرف بھی لکھا کہ مجھ
کا آقا فرمے اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ لکھتے تو انکے استدلال کی قلعی کھل
جاتی کیونکہ انکا دعویٰ ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد خدا کی طرف سے
الہام پا کر مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکے ساتھ علوم لدنیہ اور
آیات سماویہ بھی ہوا کرتی ہیں حالانکہ حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے

حدیث شریف یہ ہے۔ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل ماتۃ ستۃ من تجد لہا دینہا یغنی
اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا شخص پیدا کیا کریگا
جو اسکے دین کی تجدید کرے۔ و فیات الاسلاف میں حدیث موصوف کو
نقل کر کے ہر زمانہ میں جن علما اور موبدین دین پر مجذوبیت کا گمان تھا انکے
ناموں کی فہرست لکھی اور یہ ثابت کیا کہ ہر صدی کا مجدد یقینی طور پر مبعوث
نہیں کر سکتے اسوجہ سے بعض علمائے لکھا ہے کہ مجدد ہر صدی کا ایک ہونا

ضرور نہیں کیونکہ حدیث شریف میں لفظ من سجدہ وارد ہے اور لفظ من کا استعمال
 تشریح میں اکثر ہوا کرتا ہے ہر چند نام اکابر علماء کے لکھے ہیں مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں
 ان میں سے کئی بھید دعویٰ بھی کیا تھا کہ میں علوم لدنیہ خدا کے پاس سے لیکر آیا ہوں
 اور مجھے خواہ مخواہ مجد کہو اور ادھر ہزار ہا علماء کا ہجوم اور اصرار کہ نہ تو مجد وہ
 ہے نہ محدث اور طرفین سے رسالہ بازیوں کی لے دے ہو رہی ہے (بکہ ان
 حضرات کی حالت یہ تھی کہ تائیدین متین کو مقصود بالذات سمجھ کر پیش
 اسی میں مصروف رہا کرتے تھے اور ایسی تعلقوں کو کراہیت کی نظر سے دیکھتے
 پہر انکی مجال حقانیت اور خلوص کا وہ اثر و لون پر پڑتا تھا کہ خود کہہ اٹھتے تھے
 کہ بے شک مجھ مجد وہ ہیں۔ مگر صاحب نے لازم و شرط مجد وہ کے جو یہاں
 کئے ہیں اگر راست ہیں تو ضرور ہے کہ ہر صدی کے مجد وہ کا نام اور اسلئے
 دعویٰ جیس کرین اور یاد رہے کہ وہ ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث قدسیہ
 کا مضمون صحیح چاہتا ہی بنا لیتے ہیں اس وجہ سے نہ وہ مجد ہو سکتے نہ محدث وغیرہ اعلیٰ ہر جہاں
 سجدہ کے معنی پھر ہیں کہ جو دین کی قدیمی باتیں پڑانی ہو گئی ہوں
 انکو از سر نو رواج دے۔ مگر مزا صاحب جو بات لکھتے ہیں وہ تو ایسی
 ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتی تو ٹوٹی باتیں تو
 اس کتاب کی فہرست سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں ایسے لوگوں کی نسبت یہ
 ہے عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی آخر الزمان
 ناس من امتی سجد توکم بالاتباع و انتم و لا ابائکم و ایاکم و ایاہم و وہ مسلم
 یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں میری امت کے بعض لوگ

ایسے نئی باتیں کہنے کے لئے کہ نہ تھے سینہ بہ تمہارے آبا و اجداد نے ان لوگوں سے
 بہت دور رہا انتہی مسلمانو کیا یہ سنکر بھی اب اونکی باتیں دل لگا کر منہ تو
 اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دئے جیہ تو حضرت نے تمہارے ہی
 خیر خواہی کے لئے فرمایا ہے۔ کلام امہین بھٹا کہینے محدویت کا دعویٰ نہیں کیا
 اسلئے مرزا صاحب مجددین اسطرح عبسوت کا بھی دعویٰ ہو چاہیہ ازالۃ الادہا
 ص ۶۸۳ میں لکھتے ہیں ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسوقت جو ظلم و سب موعود کا
 دقت ہے کیسے پھر اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں سچ موجود ہوں بلکہ اس
 تیرد سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں سچ
 ہوں انتہی غرض سچ موعود کا نہ آنا صحی آئیے کہ سچ ہونے پر دلیل ہے اور ایک
 دلیل مسحت پر بھی ہے جو ازالۃ الادہا ص ۱۵۵ میں لکھتے ہیں اگر بھیہ عابقر سچ
 موعود ہوسے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ سچ
 موعود جو آپکے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اتراوے کیونکہ میں تو
 اسوقت موجود ہوں مگر جسکے انتظار میں آپ لوگ میں وہ موجود نہیں اور میرے
 دعویٰ کا تو شاصر اس صورت میں تصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتردے
 تا میں طرم ٹہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر میں تو سب مل کر دعا کریں کہ میرے
 مریم جلد آسمان سے اترے دکھانی دے اگر آپ حق پر ہیں تو بھیہ دعا قبول ہو جائی
 کیونکہ اہل حق کی دعا بطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ ہمیں
 سمجھیں کہ بھیہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ اب غلطی پر میں انتہی
 مرزا صاحب ہم لوگوں کو نہایت تنگ کرتے ہیں پہلا اس آغری زمانہ میں

مستجاب الدعوات لوگ جنکی دعا تو را قبول ہو جا کہ ان کا دعا یہ ہو تے من وہ تو
 بحسب آیتہ تشریف یا ایہا الذین امنوا علیکم الفسقہم لا یصلوکم من
 کذبوا اذ ا ا ہتدیتم اپنی فکر میں لگے رہتے ہیں اور انکو بحسب اقتضات زمانہ
 کسی کے گمراہ کرنے اور ہونے کی کبیہہ پروا نہیں ہوتی۔ وہ فیصل شدہ امور میں
 خلاف مرضی الہی دعا کرنے کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قیامت
 کا ایک وقت مقرر ہے اور اسکے آثار و علامات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ سعادت سے شروع ہو گئے ہیں وقتاً فوقتاً اپنے اپنے وقت پر ظہور
 کرتے جاتے ہیں انکا ایمان ایسا مستحکم ہے کہ کسی علامت کی تاخیر سے متزلزل
 نہیں ہوتا۔ انکو یقین ہے کہ وقت مقرر ہوا اسکا ظہور ضرور ہو گا تعجب کو وہ
 کافروں کی خصلت سمجھتے ہیں کیونکہ کفار کی عادت تھی کہ انبیا کو بھد کب تک تک
 کرتے تھے کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچے ہو تو دعا کر کے آثار و خانیہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی درخواست اکی رہا کرتی تھی کما قال تعالیٰ
 وَیَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْ اَنَّ اَجَلَ مُسْتَمٰی لَجَاءَ هُمْ بِالْعَذَابِ
 یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو دعا کر کے آثار و
 وقت مقرر نہ ہوتا تو عذاب ان پر آجاتا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَیَقُولُونَ
 مَتٰی هٰذَا الْوَعْدَانِ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ قُلْ لَکُمْ مِیْعَادُ یَوْمٍ لَا یَسْتَاخِرُونَ
 عَنْهُ سَاعَةٌ وَّ لَا یَسْتَفِدُّوْنَ ترجمہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بناو
 کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا۔ کہو تمہارے ساتھ جس دن کا وعدہ ہے
 تم نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے نہ آگے بڑھ سکو گے یہ کہتے

سمجھئے جو کہا تھا کہ مرزا صاحب مدعیان نبوت و غیرہ اہل باطل کے خیالات
 اختر اعیہ سے مدویا کرتے ہیں اور سکی تصدیق یہاں ہو گئی کہ کفار کے خیالات
 سے اونکا تا ئید لینا ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ جس طرح کفار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے کہ اگر وہ آنے والا ہے
 تو اتار لاؤ اسی طرح مرزا صاحب ہمکو عاجز کر رہے ہیں کہ اگر مسیح اترنے والے
 ہیں تو جلد اتار لاؤ۔ چونکہ اونکو اس تقلید کی عادت ہو گئی ہے اسلئے اسکا
 خیال بھی اونکو نہ آیا کہ اگر میں بعد دلیل پیش کروں گا تو قرآن پڑھنے والا کیا کہنے
 مرزا صاحب جو فرماتے ہیں میں تو موجود ہوں اگر عیسیٰ اسوقت نہ آئیں
 تو میرا دعویٰ ٹوٹ نہیں سکتا۔ غور کا مقام ہے اگر کوئی ملحد خدا فی کا دعویٰ
 کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے اتار لاؤ تو اسکا
 بھی جواب ایسا ہی مشکل ہو گا جیسا مرزا صاحب کا جواب دینا مشکل ہو رہا ہے
 کیونکہ ہم میں ایسی طاقت کہاں کہ خدا کو یا مسیح علیہ السلام کو اتار سکیں یہ کیا
 اس عجز سے اس ملحد کا دعویٰ ثابت ہو جا یگا۔ مرزا صاحب کو یہ طریقہ
 کفار و ملاحدہ کا اختیار کرنا زیبا نہ تھا۔ ابن حزم رحم نے کتاب الملل والنحل
 میں لکھا ہے کہ ابو منصور کسف نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسکے ساتھ
 یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں کسف ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے حق تعالیٰ
 فرماتا ہے وَإِنْ تَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ
 ترجمہ اگر وہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ وہ ابر جا ہوا ہے۔ اسنے
 استعارہ وغیرہ سے کسف یعنی آسمان کا ٹکڑا ہونے میں اپنے لئے فضیلت

خاصہ ثابت کر رکھا تھا اور بہت سے لوگ اسکے بھی پیرو ہو گئے تھے جن
 کہ اسکا عہد دعویٰ تھا کہ اگر میں کسف نہیں ہوں اور میرے مخالف اگر کچھ
 میں تو دعا کر کے کوئی آسمان کا ٹکڑا اتار لیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز نہیں
 اتار سکتے اسلئے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ ہر چند مسخرہ بن سے زیادہ اس دلیل
 کی وقت نہیں مگر اُس نے اپنے زعم میں اوسکو دلیل بنا رکھا تھا اور اوس کے
 اتباع اوسکی تحسین بھی کرتے ہوئے۔

مہر صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنے پر فیصلہ جو سیرا
 وہ مخلوق کے اختیار سے باہر ہے اس سے مقصود اونکا ظاہر ہے کہ وہ فیصلہ
 کرنا نہیں چاہے ورنہ ایک ایسا آسان طریقہ فیصلہ کا قرار دیا گیا تھا کہ وہ
 طرفین کے اختیار میں تھا یعنی مباہلہ جسکے لئے میان عبدالحق صاحب مستعد
 ہو گئے تھے اور مہر صاحب گریز کر گئے۔

اور ایک دلیل انبی عیویت پر بھی پیش کرتے ہیں جو ازاتہ الادہام
 ص ۶۹ میں ہے آزا نجد ایک جگہ ہے کہ ضرور تھا کہ اُسے والا

ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا۔ اور ص ۶۹ اس عاجز
 کو جو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے پہنچا اسکا بیچہ نشان کہا کہ الف ششم
 میں جو قائم مقام روز ششم ہے یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشا
 ہے اس عاجز کو پیدا کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ
 مافقدن اور آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کیا سو آدم اول کی ہدای
 سے الف ششم میں ظاہر ہونے والا یہی عاجز ہے بہت سے حدیثوں سے ثابت

ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کی
 طرز ظہور یہاں ششم کے آخر میں ہو اور ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا
 ہے سو وہی ہے جو پیدا ہو گیا انتہی ازاتہ الامام کے دیکھنے سے عیدہ بات
 ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو کوئی حدیث ایسی مل جاتی ہے جسکو وہ مفید
 سمجھتے ہیں تو نہایت علی حرفوں میں نمایاں لکھتے ہیں مگر یہاں صرف عیدہ لکھ دیا
 کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس
 کی ہے اور ایک حدیث بھی نقل نہیں کی عیدہ ترک عادت خالی از حکمت علی
 نہیں۔ مرزا صاحب تو بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں بھی تعارض پیدا کر کے
 ساقط الاعتبار کر دیتے ہیں مگر ہم تو سب سے کہتے ہیں کہ بخاری کی بھی خصوصیت
 نہیں صحاح ستہ سے کسی کتاب کی حدیث اس مضمون کی پیش فرمادیں مگر یاد رہے
 کہ وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے پھر عیدہ کہہ دینا کہ بہت سے حدیثوں سے ثابت ہو گیا
 کہ قدر جرات کی بات ہے عیدہ مرزا صاحب علی کی ہمت واضح رہے کہ جو حدیث
 اس باب میں وارد ہیں اکثر فردوس دلیلی کی ہیں جسکی نسبت امام سیوطی نے
 جمع الجوامع کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جو روایت فقط دلیلی نے فردوس میں
 کی ہے ضعیف سمجھی جاوے۔ اسکے سوا ان احادیث میں تعارض ملتا ہے کہ

کوسى بات ثابت نہیں ہو سکتی احادیث عیدہ من عن علی رضی اللہ عنہ قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ دنیا علی سبعة امداد والا مدالہ من الطویل
 الذی لا یحصیہ الا اللہ فخصی من اللہ دنیا قبل خلق آدم ستہ امداد و منہ خلق اللہ
 آدم الی ان لقوم الساعة انتم فی امر و احد (الدلیلی) یعنی دنیا کو اللہ تعالیٰ نے

سات اد پر پیدا کیا اور اد ایک طویل زمانہ کا نام ہے جسکا شمار سو ا خدا تعالیٰ کے کوئی کر نہیں سکتا ان میں سے آدم علیہ السلام کے پہلے چہ ہر اور گزر چکے اور آدم علیہ السلام جب سے پیدا ہوئے قیامت تک تم لوگ ایک ہی اد میں ہو

عن خدیجہ ^{رض} قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنيا ميسرة خمسمائة سنة (الدیلمی) یعنی دنیا پانسو برس کی مسافت ہے غزالی ^{رض} قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنيا كلها سبعة ايام من ايام الازفة (الدیلمی) یعنی پوری دنیا آخرت کے

سات دن میں۔ عن ابن عباس ^{رض} قال الدنيا جمعة من جمیع الازفة سبعة الاف سنة فقد مضى ستة الاف سنة ومئوا سنة ولياتين عليهما مئوا سنة لئیس علیہما

(ابن جریر) یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ دنیا آخرت کے ہفتوں سے ایک ہفتہ ہے جسکے سات ہزار برس ہیں ان میں چہ ہر اور کئی سو برس گزر گئے اور کئی سو برس ایسے آئینگے کہ کوئی خدا تعالیٰ کی توحید کرنے والا روز میں پڑھ سکا مٹی مرزا صاحب کے استدلال میں تین چیزیں مقصود بالذات ہیں۔

(۱) آدم علیہ السلام دنیا کے الف ششم کے آخر میں پیدا ہوئے۔

(۲) عمر نبی آدم کی سات ہزار سال ہے۔

(۳) الف ششم کے آخر میں خود پیدا ہوئے۔

اب ان احادیث کو ان عادی پر منطبق کیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

حدیث سے ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام ساتویں اد میں پیدا ہوئے اس سے

دعویٰ اول کا بطلان ہو گیا۔ پہر اد کے معنی ہزار برس نہیں بلکہ ایک ایسی مدت

طویہ کا نام ہے جسکو سو ا خدا تعالیٰ کے کوئی شمار کر نہیں سکتا اس حدیث سے

یقیناً عود کا ابطال ہو گیا کیونکہ ہزار بہان کسی شمار و قطار میں نہیں۔ اور
 ہزار بہان کی حدیث سے بھی امور مذکورہ کا ابطال ہو رہا ہے اس لئے کہ اگر
 کل دنیا کی عمر ہماری اصطلاحی پانسو برس لئے جائے تو خلاف بدامت اور خلاف
 مقصود ہے اور اگر پانسو برس آخرت کے لئے جائے جو آیہ شریفہ ان یوما
 عند ربک کالغف استہ ما تعدون میں مذکور ہے تو اٹھارہ کروڑ سال ہوتے ہیں
 پھر اگر نبی آدم کی عمر اسکا سا تو ان حصہ کی جا جیسا کہ حدیث علی و ابن عباس
 رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوتا ہے تو دنیا کی کروڑ سال سے زیادہ ہوئی اور اس
 حساب سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ابتدائے عالم سے پندرہ کروڑ سال کے بعد
 ہوئی اور مرزا صاحب آدم علیہ السلام کے بعد الف ششم میں پیدا ہوئے
 دیکھتے کہاں پندرہ کروڑ اور کہاں چہ ہزار۔ اور اگر انس کی حدیث دیکھی جائے تو
 نبی آدم کی عمر ایک صدی ہزار برس کی ہوتی ہے حالانکہ اب تک چہ ہزار برس
 گزر گئے۔ اور اگر ابن عباس کی حدیث دیکھی جائے تو حضرت کے وقت
 سے قیامت تک ہزار سال ہونا چاہئے حالانکہ اس وقت تک تیرا سو سال
 گزر چکے ہیں۔ غرض کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی دعویٰ مرزا صاحب کا
 ثابت نہیں ہو سکتا اس پر بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے حدیثوں سے ثابت ہے اگر مرزا صاحب کہتے کہ بہت
 سے حکم یا پادریوں کے قول سے ثابت ہے تو چند ان مضائقہ نہ تھا غضب کی بات سمجھ کر حضرت صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم نے فرمایا وہ اقرار کر کے کہتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده
 من النار رواہ البخاری یعنی جو شخص جوٹا کہہ دے کہ میں نے یہ کہا ہے تو ادا

ٹھکانا و فرخ ہے اب مرزا صاحب جب تک صحیح روایت سے حضرت کا فرمانا ثابت نہ کر دیں اس وعید سے نکل نہیں سکتے۔

اور ایک دلیل بھی ہے جو ازانہ انا وہام ص ۶۹ میں لکھتے ہیں ظلمت عامہ اور
 نامہ کے عام طور پر پہیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانہ پر ایک
 فنا طاری ہو سکے باعث سے وہ روحانی طور پر ابو البشر
 یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے لہذا حاصل بھی ہے کہ
 اس وقت پوری پوری ظلمت ہر ملک میں پھیل گئی ہے اور انسانی حقیقت
 پر فنا طاری ہو گئی ہے اس وجہ روحانی طور پر ابو البشر یعنی خود پیدا ہو
 جیہ تو محسوس نہیں ہے کہ آفتاب کا نکلنا موقوف ہو گیا ہے اس وجہ سے
 ظلمت ہو گئی ہے اور تمام دنیا کے آدمی مر گئے بیان تک کہ حقیقت انسانہ
 پر فنا طاری ہو گئی اسلئے ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی مراد ظلمت اور فنا
 کچھ اور ہوگی۔ ضرور تھا کہ اسکی تصریح فرمادیتے اور بھیہ بھی لکھ دیتے کہ کونسی
 تاریخ سے ان امور کا ظہور ہوا۔ یوں تو سنہ ۳ ہجری اسکی تاریخ فرمادینگے
 جسکا مادہ خود صحیحی نے غلام احمد قادیانی بتایا ہے مگر بھیہ کب دینا کافی نہیں
 جب تک بھیہ بات بدلائل ثابت نہ ہو کہ اس تاریخ سے کوئی ایسا انقلاب
 اسلام میں پیدا ہو گیا ہے جو اسکے پہلے تھا اگر بھیہ فرمادیں کہ اپنی عیسویت
 کو نہ ماننا صحیحی دلیل ہے تو خصم اسکا بھیہ جواب دے سکتا ہے کہ یہی تو
 بقاے حقیقت انسانہ کی دلیل ہے کہ اسقدر احساس انسانی ان میں
 اب تک باقی ہے کہ جس طرح مدعیان نبوت کو انکے اسلاف نے نہیں ماننا تھا

انہوں نے بھی نہیں مانا اور اونگ کا لانا مصلحت کے مصداق نہیں
 غرض کہ ظلمت عامہ کے پھیلنے اور حقیقت انسانیہ کے فنا ہونے کا
 سبب نہ کہ تو نہیں ہو سکتا۔ شاید انقلاب کے لحاظ سے ۱۲۵۷ھ ہجری قمری
 دیا ہو گا چنانچہ از القادسیہ ص ۲۷۷ میں لکھتے ہیں آیت انا علی ذیاب
 بہ لقا ورون من ۱۲۵۷ھ عیسوی کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان
 میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر اتار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید
 ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب حمل (۱۲۷۴) میں درجیت
 ضعف اسلام کا زمانہ ابتدائی یہی ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ آیت موصوفہ
 بالانین فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئیگا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائیگا
 سو ایسا ہی ۱۲۵۷ھ عیسوی میں مسلمانوں کی حالت ہو گئی کہ بجز بدجلینی اور
 فسق و فجور کی اسلام کے رئیسوں کو اور لچہ یا دتھا جس کا اثر عوام پر بھی
 بہت پڑ گیا انہیں ایم میں انہوں نے نا جائز طریقہ سے سرکار انگریزی
 سے باوجود ہتھیار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا جو سخت حرام
 اور معصیت پیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے اسوقت کے
 مولوی کیسے تھے اور کیسے آئے تھے تو بے تھے جس میں نہ رحم تھا نہ عقل
 ان لوگوں نے قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ
 کیا چون اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا اور نہایت بے رحمی سے انہیں
 پانی تنگ نہ دیا پس اس اور علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرماتا ہے ۱۲۵۷ھ
 میں میرا کلام اٹھایا جائیگا یہی معنی ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے

باوجود اسکے بچھ مولوی اس بات کی سختی مارتے ہیں کہ ہم برسے متعی بن میں جانتا
 کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہا ہے سیکہ نیا انتہی مختصراً
 ما حاصل اسکا بچھ ہے کہ ۱۵۷۵ عیسوی میں قرآن شریف اٹھا لیا گیا اس دور سے
 کہ آثار اسلامی سلطنت ہند سے ناپدید ہو گئے اور ظلمت عامہ اور تمامہ مسلکی
 معلوم نہیں ان ایام سے ظلمت اور اندھیر نیلینے کا کیا سبب ہوا اگر غدر کی جو
 سے تھا تو اسکے بعد تو امن و آسائش کا زمانہ آگیا چنانچہ خود ازاتہ الادبام
 حد ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پرست
 احسان میں سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالایق وہ مسلمان ہے جو اس
 گورنمنٹ سے کینہ رکھے یعنی جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا
 اور پار ہے من وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں نہیں پاسکتے ہرگز نہیں
 پاسکتے انتہی باوجود اسکے ایسے زمانہ کو اندھیر کا زمانہ قرار دینا مزار صاحب
 کی شان کے خلاف ہوگا۔ اور اگر غدر کے سوا اور کوئی سبب ظلمت اور اندھیر کا
 ہے تو ضرور تھا کہ گورنمنٹ سے اس ظلمت اور اندھیر کے اٹھانکی دھماکا
 کرتے بغیر چارہ جوں کے بچھ شکایت نازیبا ہے۔ یہ فقط ظلمت اور اندھیر
 ہی رکھتے نہیں فرماتے بلکہ اسکے ساتھ بچھ بھی فرماتے ہیں انسانی حقیقت
 فنا ہو گئی یعنی کسی میں آدمیت ہی نہیں بچھ دوسرا الزام ہے گورنمنٹ تو
 کہہو کہاروپیہ معتقدانے انسانیت تعلیم میں صرف کرے اور مزار صاحب
 فرماتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت فنا ہو گئی یعنی کسی ایک آدمی میں آدمیت
 نہیں اگر یوں فرماتے کہ کسی مسلمان میں آدمیت نہیں تو دوسری کالیوں میں

اسکا بھی شکر کر لیا جاتا رہ تو عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ کسی آدمی میں آدمیت
 نہ تھی اور نیکت اور اندھیرا بالکل پھیل گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ گونشا
 کی تشریح وہ منافقانہ طور پر کر رہے ہیں اور ازاتہ الادھام حضرت امین کا بیان

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ وہ جہاں سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور کہہ دیا اور کہا
 یہی ریل جو مشرق سے مغرب کے ملکوں میں ہزار ہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو
 اب انہی سے پوچھا جائے کہ وہ جہاں کو کیا آپ ایماندار عیسائی سمجھتے ہیں یا یہودی
 بے ایمان۔ پھر با اقبال قوم کو جو وہ جہاں قرار دیا جسکی ریل مشرق سے مغرب کے
 ملکوں میں چلتی ہے اس قوم سے کونسی قوم مراد لی۔ اگر دل میں گورنمنٹ کی
 توہین کا خیال تھا تو درپردہ با اقبال قوم کو کہنے کی کیا ضرورت تھی صاف کہتے
 کہ وہ جہاں سے مراد وہ ہے جسکی ریل مشرق سے مغرب کو جاتی ہے۔ یہی تو منافقی تھی
 حیرت ہے کہ کہہ لینے پر قیاس کر کے مسلمانوں کو منافق بنا رہے ہیں اور پھر جو زمانے
 کہ ہر تون اور بچوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اس واسطے ہی تو تعالیٰ نے ۱۹۰۵ء
 میں قرآن کو اٹھایا فی الواقع پھر براہی ظلم ہوا مگر یہاں پھر امر غور طلب ہے کہ اس کے
 پہلے ۱۸۵۷ء میں انکی سخت ظلم و ستم کا واقعہ اسلام میں بھی گذر چکا ہے جسکو
 تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہ میں
 کس قدر بے رحمیاں کی گئیں اور خاندان نبوت پر کیسا ظلم ہوا کہ جسکے سنے سے
 آدمی ہوتے روتے بے تاب ہو جاتا ہے چنانچہ خود مرزا صاحب بھی
 از اتہ الادھام حضرت امین واقعہ کے با وقعت اور با عظمت اور دردناک
 ہونے کے قائل ہیں یہاں اگر ظلم شدید کی وجہ سے قرآن کا اتھا یا جانا مسلم ہونے

یہ جاننا پڑ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور خاندان پر ایسا ظلم شدید
 ہو چکا ہے وقت سنہ ۵۷ھ میں قرآن شریف اٹھایا گیا یہ سنہ ۵۷ھ میں وہاں کیا گیا
 جو اٹھایا جانا اور جو فرماتے ہیں کہ انا علی ذہاب بہ نقاد ورون میں حق تعالیٰ نے
 بیان فرمادیا کہ سنہ ۵۷ھ میں قرآن زمین سے اٹھا لوں گا۔ اس میں مرفا صاحب کو
 علی ذہاب بہ کی ضمیر کے مرجع میں دیکھو گا ہو گیا جسکی وجہ سے قرآن کی طرف وہ
 ضمیر پیر دی اسکا حال پوری آیت سے معلوم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ
 من السماء ما یقدرنا سکنہ فی الارض وانا علی ذہاب بہ نقاد ورون
 ترجمہ اور ہم ہی نے ایک اندازہ کے ساتھ پانی برسایا پھر اسکو زمین میں
 تہیرا رکھا اور ہم اس پانی کے اٹھانے پر بھی قادر ہیں اس آیت شریفہ سے ظاہر
 کہ یہ کی ضمیر پانی کی طرف پہنچتی ہے جو اسکے پہلے صراحت مذکور ہے اور قرآن
 وہاں ذکر بھی نہیں اگر لاعلیٰ سے مرفا صاحب نے یہ کہہ دیا تو غلطی کی اور اگر
 یہ معنی قرار دیا تو سحر یعنی کی پھر اس آیت کو مادہ تاریخ قرآن کے اٹھانے کا
 تہیرا کہہ کہنا کہ سنہ ۵۷ھ اور سنہ ۵۷ھ قرار دیا گیا دوسری غلطی ہے شاعر
 جو مادہ تاریخ کی اصطلاح تہیرا ہی ہے انکے بیان میں یہ شرط مسلم ہے کہ مادہ تاریخ
 کے پہلے معلوم کر دیتے ہیں کہ فلان واقعہ کا سال ان الفاظ سے نکلتا ہے مگر
 حق تعالیٰ نے نہ یہ اصطلاح بیان کی نہ اسکی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ آیت
 مادہ تاریخ سے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی ذہاب یا کہ دیکھو فلان آیت
 فلان واقعہ کا مادہ تاریخ ہے اور اگر صرف ظن کے لحاظ سے آیات مادہ تاریخ
 قرار دے جائیں تو ان اس آیت سے واقعہ قیامت سنہ ۵۷ھ میں ہونا چاہیے

علاوہ ایسا کام ابور کے بقا درون سے یہ کہنا کہ اس کا وقوع ہو گیا یہ بھی ایک
 دھوکا ہے یہی لفظ دوسرے مقامات میں وارد ہے اور اس سے مقصود یہ
 تخیف اور بیان قدرت ہے کما قال تعالیٰ وَإِنَّا لَنَقْدِرُوْنَ عَلَىٰ أَنْ نُنزِلَ إِلَيْكَ
 مِنْ سَمَاءٍ أَمْرًا فَلْيَقْرَأْ كِتَابَ الْكُفْرَانِ لَمَّا كَفَرَ ابْنُ مَرْيَمَ
 مَوْجُودٍ فِي سَمَاءٍ مِثْلَ مَا تُعَدُّمُ لِقَادِرُوْنَ
 یعنی ہم اس پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا وعدہ ان کا قرآن سے کیا گیا تمہیں دکھا دیں
 حالانکہ اس کا بھی وقوع نہیں ہوا بلکہ مقصود بیان قدرت اور تخیف ہے اس طرح
 اس آیت شریفہ میں بھی بیان قدرت اور تخیف مقصود ہے کہ پانی جو زمین پر نہیں
 اور جس سے تمام منافع بنی آدم کے متعلق ہیں اس کے اڑا لیجانے پر ہم قادر ہیں
 اگر اس قدرت کو ظاہر کر دکھائیں تو تمہاری کیا حالت ہوگی اب غور کیا جائے کہ
 باوجود اتنے دھوکوں اور غلطیوں کے یقینی طور پر یہ کہہ دینا کہ حق تعالیٰ قرآن میں
 فرماتا ہے کہ شائد میں تم قرآن کو اٹھالینگے کس قدر جرات ہے ہر شخص کو
 کہ یہ حق تعالیٰ پر صبح اترے اور قرآن سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر انقرا
 کرے وہ کفار سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ سے مستفاد ہے قول تعالیٰ
 وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَأَرَادَ أَنْ يَنْزِلَ فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
 یعنی ظالموں کو خدا راستہ ہی نہیں بتاتا ہر جہاں خدا راستہ نہ بتا
 تو اسکی گمراہی میں کیا شک ہے لہذا اللہ من ذمک -

مرزا صاحب نے ایام غم کے مظالم کا نوٹ لیا ہے سب الزام علماء کے ذمہ لگایا
 کہ انہیں کے فتووں سے عورتیں اور بچے پیسے قتل کئے گئے۔ مگر یہ بات تو اس

تک پہنچ گئی ہے کہ وہ ایک عام بلوہ تھا جس میں ہندو مسلمان سب اس میں
 شریک تھے اور پھر کوی سنی بات نہیں اس قسم کے واقعات گویا حکومت
 کا لازمہ ہے اسلئے کہ گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کثرت سے
 ہوتے ہیں کسی نہ کسی بات پر مخالفت ہو جاتی ہے اس میں کوی فرقہ کی صورت
 نہیں لیکن گورنمنٹ کا فرض منصبی ہے کہ ایسے مفید دن کو نرفع کر کے اس زمانہ
 قائم کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بھضہ تالی پور سے ہندوستان میں
 اس کے بعد امن قائم ہو گیا مگر مرزا صاحب کو مسلمانوں کا بے فکری سے رہنا گوارا
 نہیں اسی وجہ سے خلاف واقع مسلمانوں کے ذمہ الزام لگا رہے ہیں۔ اور یہ
 خیال نہیں فرمایا کہ جب مہجرین اسی زمانہ میں نریا ب بھی ہو گئے اور امن بھی
 قائم کر دیا گیا اور پچاس برس کی مدت گزر گئی جس کی وجہ سے فی صدی پانچ شخص
 بھی اس زمانہ کے اب باقی نہیں رہے ایسے وقت میں گورنمنٹ مرزا صاحب کی
 اشتعالکون کی طرف کیوں توجہ کرتی۔ اگرچہ مرزا صاحب بھی ایسے شخص
 نہیں کہ مسلمانوں کے بالکل جانی دشمن ہوں۔ کیونکہ آئندہ مسلمانوں کا دعویٰ انکو بھی
 مگر شاید اقتضائے طبیعت سے اس تحریر کے وقت مجبور ہو گئے ہوں گے۔

اور ایک دلیل اپنے صدق پر بھی پیش کرتے ہیں جو ازاتہ الاولیاء عام ۱۲۷۱ھ میں لکھنؤ

اس بات کو میں منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بابت کے فیصلہ کے لئے

اعلم الحاکمین کی طرف توجہ کریں تاکہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان

یا کوئی اعلیٰ درجہ کی مشکوی جو رہتباروں کو ملتی ہے اب کوڑی جائے ایسا ہی

میں بھی دوسری طرف توجہ کر دے گا اگر آپ لوگ اعراض کر کے اور گریز پر عمل کریں تو

حاصل اسکا یہ ہوا کہ مرزا صاحب جو دعویٰ رسالت وغیرہ کرتے ہیں اسکی نفی کا
 بیحد فریق مقابل کے ذریعے مدت معینہ میں پیش نہو تو اودنکار دعویٰ ثابت
 اور بیحد بھی کیسا کہ اقتدار بشری سے خارج ہو۔

یہ بھی ایک الہامی طریقہ ثبوت دعویٰ کا ہے جو مرزا صاحب کے خصالیست
 ہے مگر خدا نخواستہ اس طریقہ کا اگر رواج پڑ جائے تو جو ٹون کو کامیابی کا
 بڑا ہی ذریعہ ہاتھ آجائے گا جسکا جو جی چاہے گا کسی پر دعویٰ کر کے ثبوت میں بھی
 بیحد پیش کر دے گا کہ اگر مدعی علیہ سچا ہے تو احکم الحاکمین کی طرف رجوع کرے ضرور
 کوی نشانی مل جائے گی جو رستبازوں کو فوق کطاقت بشری مل سکتی ہے اور جب
 مدت معینہ میں نہ ملے تو اپنا دعویٰ ثابت۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو باوجودیکہ ہزار ہا معجزے عطا کئے شق قرنگ آپکے دست مبارک سے ہوا مگر
 بعض وقت حسب خواہش کفار کو می نشانی بھی نہیں دی گئی چنانچہ اس آیت شریفہ
 سے ظاہر ہے وقالون لو من لک حتیٰ تعجزنا من الہرضینوعاقلون لک
 جنتہ من نخیل وعنبن الی قولہ تعالیٰ اقل سبحان ربی هل کنت الالبشر ام سوکلا
 مطلب اسکا یہ ہے کہ کفار نے حضرت سے درخواست کی کہ زمین سے چٹھے
 جاری ہو جائیں یا ایک باغ پیدا ہو جائے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گر ادا یا جا
 اور اسی قسم کی کئی درخواستیں کیں اور پھر حضرت کو حکم ہوا کہ اونسے کہو کہ میں
 تو ایک بشر رسول ہوں یعنی جو معجزے میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ ظاہر کرتا ہے
 وہ کرتا ہوں مجھے کوی ضرورت نہیں کہ تمہاری ہر درخواست کو منظور
 کر لیا کروں۔ دیکھئے باوجودیکہ آیات و معجزات لازمہ رسالت میں گروہ

نتہا کہ جانب مقابل کی طلب پر کوی نشانی ضرور ظاہر ہو تو اب مرزا صاحب کی طلب پر کیا ضرورت ہے کہ کوی نشانی اہل حق سے ظاہر ہو اور نہ ہونے کے ادنیٰ حقیقت میں فرق آجائے۔ اگر وہ ضرور ہوتا تو معاذ اللہ اس وقت کفار اہل حق ٹہر جاتے۔ پھر اس نشانی کے ظاہر نہ ہونے سے مرزا صاحب کا حق پر ہونا کیونکر ثابت ہو گا۔

مرزا صاحب کو ایسے ابواب میں محال مشاقی اور جرأت حاصل ہے اس دس ہفتہ کی مہلت میں انہوں نے کوی ایسی بات ضرور سوچی تھی کہ اسکو بالاسے تدابیر سے اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیتے جیسے نھاری کے مقابلہ میں انہوں نے بھی تدبیر کی کہ باوجودیکہ پیشین گوئی جہونی ثابت ہو گئی مگر وہ اسکو اپنی کامیابی کا ذریعہ بناتے جاتے تھیں۔

اور ایک دلیل اپنی تیویت پر سارہ نشان اسانی میں لکھتے ہیں کہ مولوی معین صاحب شہید و مہوی اس زمانہ میں اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح لٹکے مرشد سید احمد صاحب مہدی وقت قرار دے جائیں اس زمانہ میں انہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کو حاصل کر کے بہت کچھ سعی کی کہ بیچہ بیگیوی آگے میں ٹہرایا جائے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ اسکو شائع کر دیا لیکن اس بیگیوی میں وہ پتے اور نشان دیتے گئے تھے کہ کسی طرح سید احمد صاحب ان علامات کے مصداق نہیں ٹہر سکتے تھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس بیگیوی کے مصداق کا نام احمد ہے اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہو گا اور لکھا ہے کہ وہ تیسری صدی

میں ظہور کر لیا پس بغیر سرسری خیال گزر سکتا ہے کہ سید احمد صاحب
میں کچھ فنون علامتیں تھیں۔

پھر مرزا صاحب نے اس قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے جن میں سے چند

بو العجب کار و بار می بیستم
بجد و لے شمار می بیستم
شمس خوش بہار می بیستم
حسرتی وصل یار می بیستم
ہمد و یار غار می بیستم
نام آن نامدار می بیستم
شاہ عالی تبار می بیستم

غین و رے سال چون گزشت از سال
ظلمت ظلم ظالمان دیار
چون رستان بجا چمن نگذشت
غم مخور زانکہ من درین شوش
غاز می دست دار و دشمن کش
اح م و دال می خوانم
بادشاہ نام ہفت اقلیم

مہدی وقت و عیسیٰ دوران
ہر دورا شہسوار می بیستم

مرزا صاحب چون رستان بے چمن نگذشت کی شرح میں لکھتے ہیں

کہ جب تیرہویں صدی کا موسم خزان گذر جائیگا تو چودہویں صدی کے سر پر
آفتاب پر ہار رکھے گا یعنی مجدد وقت ظہور کر لیا انتہی۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جہاں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے اُس میں ہر قسم اور ہر طبیعت کے

لوگ ہوتے ہیں بعض مقلد و کذاب بھی ہوتے ہیں جو اُس مجمع اور گروہ

کی ترقی کی غرض سے اعتقاد بڑھانے والے اقسام کی باتیں بنا لیتے ہیں اور

بعض دیانت دار بھی نیک نیتی سے ایسے امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور یہ

خیال کر لیتے ہیں کہ اگر اس میں کچھ گناہ بھی ہو تو اس نیک نیتی کی وجہ سے معاف

ہو جائیگا۔ پھر حال ممکن ہے کہ کسی نے اس وقت عیدِ قصیدہ بنا کر ایک کاش
 بزرگ کے نام سے مشہور کر دیا ہو جس سے مولوی اسماعیل صاحب کو بخانی تندر
 کا موقع ہاتھ آ گیا اور انکا مستند لال صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت
 سنہ ۱۱۸۶ ہجری کے بعد کی خبر ہے جس زمانہ مولوی سید احمد صاحب کا ظہور ہوا تھا
 اگر قبول مقرر صاحب چودھریں صدی کا ذکر صاحبِ قصیدہ کو مستفہد ہونے کا
 (چونکہ مستانِ سبہ میں نگہداشت) کی حکیمہ (بندر دجون صدی سیزدہم)
 لکھتے ہیں کہ چونکہ جب پورے واقعات کا کشف ہی ٹھہرا تو (یعنی ور سے)
 کے بعد ایامِ قنہ زابیان کر کے عین مقصود بالذات زمانہ بشارت کو چھوڑنا
 بالکل خلافِ عقل ہے۔ پھر جب کہ اس مشکوٰی میں سید احمد صاحب اور
 غلام احمد بیگ صاحب میں تنازع ہے تو سرسید احمد صاحب اس سے کہنا
 محروم رکھے جائیں اور ان کے اتباع تو (مہدی وقت و عیسیٰ دوران) کے عہد
 کی تکمیل میں مہدی علیٰ خاندان کو پیش کر دینگے جس سے (مردوراشہدائی) کا
 یہی چہ بیان ہو جائیگا اور مقرر صاحب نے جو تکلیف اٹھا کر دو کو ایک کر دیا
 اسکی ضرورت بھی نہ رہی اور کثرتِ اتباع کے لحاظ سے بھی انہی کا منصب
 بڑھا رہیگا۔ عید سب آپس کے جھگڑے میں لگا سکا کیا جواب ہو گا کہ قصیدہ
 میں تو بادشاہ تمام ہفت اقلیم می بیٹھ لکھا ہے اگر بہر تعینون احمد صاحبان
 علی سبیلِ ابدلیت یا بطور مالک الخاندان شیرین تو بھی ان کے سر و حرف
 ہندوستان کے مسلمانوں کے عشرِ شیرین ہو سکتے پھر ہفت اقلیم کی سلطنت
 کیسی اس سے بدیشہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قصیدہ چلی ہے کیسے مصلحت وقت

کے لحاظ سے بنا کر اوس بزرگ کی طرف منسوب کر دیا۔

مرزا صاحب نے چند اشعار کی شرح کی اور پورا قصیدہ علیحدہ اسی کتاب میں لکھ دیا اس قصیدہ کی ابتدا میں مجھ اشعار میں۔

درد فراسان و مهر و شام و عراق فتنہ دکار زار می بیستم
ترک و تاجیک را بہمد یکر خصمی و گنہ و دار می بیستم

اب اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ فتنہ تو فراسان و مهر و شام و عراق و ترک و تاجیکین ہو اور مرزا صاحب ہندوستان میں کلکین اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے

کہ اس فتنہ کی خبر دینے کو وہ بھیجے گئے ہوں تا لوگ ہوشیار بنیں مگر کوی ایسی خبر بھی انہوں نے اتنگ شایع نہیں کی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں مجھ سچ ہے

کہ اشارتاً مجھ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا چونکہ مرزا صاحب جہوش کو ترک کے برابر سمجھتے ہیں ضرور ہندوستان کی طرف اس میں اشارہ ہوگا مگر ہمارے

سمجھ میں نہیں آیا شاید کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مرزا صاحب نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ قابل غور ہے جو احادیث انکے

مفسر ہوتی ہیں اگر صحیح مسلم میں بھی ہوں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ بخاری نے انکو صحیح نہ سمجھا جو روایا اور کہیں کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو وہ حدیث

ذمہ ملی اور کہیں کہتے ہیں ممکن ہے کہ راوی نے سہواً یا عمداً خطا کی ہو مطلب مجھ کہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں یعنی موضوع ہیں اور احادیث صحیحہ میں مجھ کلام ہوتا ہے کہ

کہ پیش گوئیوں میں استعارات و کنایات ہوتے ہیں ظاہری معنی انکے نہیں لے سکتے اور جو بات اپنے مفید سمجھتے ہیں وہ کسی بھی بے اصل اور مجہول ہوا سپر استدلال

کرتے ہیں اور اسکے معنی لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا دیکھئے یہ قصیدہ تو قابل
استدلال ہو اجکا ثبوت تقریباً محال ہے اور جو مضمون بیان کیا گیا وہ
بھی ایسا کہ مرزا صاحب کے سوا کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے پھر شاہ نعمت اللہ
صاحب کے کشف کا ائمہ و وثوق کہ کوئی لفظ اسکا ظاہری معنی ہے ہیٹ
نہیں سکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف اور شیگونیان ایسی کم زور کرتی
ان میں نئے معنی نہ ڈالے جائیں اپنے ذاتی معنی پر دلالت ملی نہیں کہ سکتیں
بلکہ کہی جیہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکی حقیقت
کہلی علی نہیں اسپر دعوی امتی بلکہ نبی ہونے کا۔

ایک دلیل بھی ہے جو از القادام صحت میں لکھتے ہیں مجھے خبر کی گئی ہے کہ جو
شرارت سے میرے مقابل کھڑا ہوا وہ ذلیل اور شرمندہ ہو گا ابھی۔
فی الواقع اگر مجھے خبر اللہ کی طرف سے دی گئی ہو تو اعلیٰ درجہ کی نشانی ہوگی
مگر اسکا ظہور اتنا تک نہیں ہو اجب سے مرزا صاحب نے دعویٰ عیسویت
کیا ہے علما انکے مقابلہ میں برابر کھڑے ہیں اور کہی او نکو ذلت نہوی بلکہ
اسلامی دنیا میں انکی عزت اور بڑھ گئی۔

مرزا صاحب نے اس بنا پر مجھ بات کہی ہے کہ جو شخص انکا مقابلہ کر گیا
وہ اسکو ہمت ہی گالیان دینگے اور خفیف کرینگے جس سے اسکو
شرمندہ ہونا پڑیگا۔ مگر خود بھی ذرا سوچیں تو معلوم ہو گا کہ اسپن انہی کی ذلت
ہے بازاری لوگ معززین کی نگاہوں سے کیوں گرسے ہو سے میں اسی
وجہ سے کہ فحش بدگوی اور بد خلقی اکثر ان سے دیکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب

نے دیکھا کہ بازار سی لوگ خوش و سب و شتم کی وجہ سے مغز نہیں سمجھتے
 مگر اوسکے ڈر سے اونکے کام تو نکل آتے ہیں اسوجہ برآمد کار کے لئے
 یہی طریقہ خوب ہے۔ ہم بچہ نہیں کہتے کہ مرزا صاحب نے ارادہ و شوق
 سے جو اس بات میں سبق لیا وہ کوی عیب کی بات ہے اسلئے کہ عقلا کی
 شان یہی ہے کہ اپنے مقصود کی بات جان ملتی ہے لگتے ہیں اور بچہ خیال نہیں
 کر لے کہ ہم کس سے لے رہے ہیں دیکھئے کتب اخلاق میں تصریح ہے کہ آدمی
 کو چاہئے کہ اپنی کارآمد صفتیں کتنے سے سیکے کہ کیسا قانع اور وفادار ہے
 بلکہ ہمیں صرف لم اور ماخذ اس طریقہ کا بتلانا منظور ہے گو مرزا صاحب
 اوسکو قبول نفرادین کیونکہ وہ اس طریقہ کو عیسویت کا لازمہ قرار دیتے ہیں
 جیسا کہ عہد موسیٰ ص ۱۵۸ میں اونکا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 اکثر سخت لفظ لینے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور کئے۔
 لے یا مان بد کار وغیرہ وغیرہ لفظ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 کثرت گالیوں دیا کرتے تھے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ بچہ لازمہ عیسویت ہے
 چونکہ مرزا صاحب کو نکمیل عیسویت کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی صفات کے
 ساتھ متصف ہونا ضرور تھا اسلئے انہوں نے بچہ طریقہ اختیار کیا۔ حالانکہ اونکی
 خصوصیات کچھ اور ہیں۔

ابا مہیوطی نے عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں کئی روایتیں تفسیر و روشور میں
 نقل کئے ہیں چونکہ بچہ کتاب چھپ گئی ہے اسلئے چند روایات کا ترجمہ
 نقل کیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو اونکا دیکھنا منظور ہو تو روشور کی جلد دوم

میں صفحہ ۲۶ سے صفحہ ۳۲ تک ملاحظہ فرمائیں یا حاصل اور لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 نے اپنے لئے نہ کہیں گہر بنایا نہ پیمانے دیا۔ نہ اور کو اہل و عیال سے۔
 گذران کی بھروسہ کہ جنگل میں پتے وغیرہ کھا کر سیر کرتے۔ جہاں شام
 ہوئی مقام کیا صبح ہوئی روانہ ہو گئے۔ نہ کبھی چراغ پلایا نہ کچھ بنا کھیا یا۔ جہاں
 نیند غالب ہو گئی ایٹ گئے سولے کل پائیاں کے کوی لباس نہیں پہنا۔
 نہ کبھی سر میں تیل والا نہ کنگھی کی۔ سجا نعلین کسی جہاز کی عیال پر وہ سے پیٹ
 لیٹ سے ماندھ لیتے کبھی تہنہ اپانی نہیں کیا۔ ایک بار آپ تہر سر ہانے
 لیکر سوتے تھے ابلیس نے مشکل ہو کر طعن کیا کہ آپ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں نبی
 کا سامان کچھ نہیں رکھتا یہ مجھے تہر کا سر ہانہ کیسا لہینے وہ بھی ہتیک دیا۔
 ایک بار آپ حواریں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے راستہ میں مرے ہوئے
 کتے پر گزر ہوا لوگوں نے اوسکی بدبو کی شکایت کی آپ نے فرمایا اوسکے دانت
 کتنے سفید ہیں۔ مقصود یہ کہ کسی چیز کی مذمت نہ کی جائے ایک بار ایک خنزیر
 لے کر رو برو سے نکلا اوس سے خطاب کر کے فرمایا سلامتی سے گزر جا کس نے
 کہا یا روح اللہ آپ خنزیر سے ایسا خطاب فرماتے ہیں جو آدمیوں سے
 کیا جاتا ہے فرمایا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ میری زبان کو بری بات کی عادت ہو
 ایک بار ایک رفیق کے ساتھ آپ جنگل میں جا رہے تھے ایک بد معاش
 حاکم ہو کر کہا کہ جب تک تم دونوں کو ایک ایک طمانچہ نہ مار لوں جانے نہ دوں
 اپنے فرمایا اچھا مجھے تو مار لے اوسنے آکھو مار کر راستہ دیا مگر رفیق راضی نہوا
 اپنے فرمایا اوسکے بدلے بھی مجھی کو مار مجھ کو مار مجھ کو مار مجھ کو مار مجھ کو مار
 اپنے فرمایا اوسکے بدلے بھی مجھی کو مار مجھ کو مار مجھ کو مار مجھ کو مار

آپ ہی کو مار کر دو ٹون کو راستہ دیا۔ ایک بار آپ دہوپ میں چلے گئے تھے
 دہوپ کی شدت اور پیاس کی سختی سے تاب نہ لاکر کسی کے خیمہ کی تہاؤں میں
 بیٹھ گئے صاحب خیمہ باہر آ کر آپ کو وہاں سے اٹھا دیا آپ علیحدہ ہو کر دہوپ
 میں بیٹھ گئے اور فرمایا اسے شخص تو نے مجھے نہیں اٹھایا بلکہ اس نے اٹھایا جو
 نہیں چاہتا کہ دنیا میں مجھے کچھ بھی راحت ہو یعنی پوری راحت جنت ہی میں
 ہوگی۔ آپ اکثر یانی پر چلا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا یہ بات آپ کو کیوں نہ
 حاصل ہوئی فرمایا ایمان اور یقین کی وجہ سے انہوں نے کہا ہمیں بھی تو ایمان
 و یقین ہے فرمایا تم بھی جلیو تہوڑی دور گئے تھے کہ ایک موج آئی اور وہ دو تہے
 لگے اپنے اوٹوں لگا کر پوچھتے کیا کیا تھا کہا موج سے ہم ڈر گئے تھے فرمایا موج
 کے رب سے کیوں نہیں ڈرے۔ یہ تہوڑا سا حال مسیح علی نبیا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کا تھا۔ اب مسیح علیہ السلام اور قبیل مسیح کی حالت کا موازنہ کر کے بھی دیکھ لیجئے
 تاکہ تعریف الاشیا را باشد اوہا کے لحاظ سے فرار صاحب کی معرفت حاصل ہو جا
 یں پان سجد کی وہ کیفیت تھی تو یہاں تعیش کی بھی کیفیت کہ میرا نہ سری میں شادی
 ہونے میں جو توقف ہو گیا تو قیل صاحب جامہ کے باہر میں اور کینے بہر میں
 ایک تہلکہ برہے کہ سہ میں صاحب کے بہائی نے اپنے کو لڑکی کیوں نہیں دی
 اس حرم میں ہو بیٹے میں تفرق اندازی کی تدبیر اور فرزند پر بھی تشدد کہ اگر طاف
 ندے تو عاق اور میراث سے محروم ہے۔ وہاں کھل اور ماٹ کا لباس ہے تو
 یہاں پشمینہ وغیرہ اعلیٰ درجہ کے ملبوسات۔ وہاں بیٹے کو گہر نہیں یہاں سچے ہو
 کرے مکانات باغ سکونت اور تفریح کے لئے آراستہ میں وہاں سرہانے کے

تکریہ کے لئے تہر گوارا نہیں یہاں بغیر اعلیٰ درجہ کی شرم نرم تو شکین اور لحاف کے
 نیند نہیں آتی۔ وہاں جنگل کے پتوں پر گدراں تھی یہاں مرغی لڈ سے پلا وغیرہ
 الوان نعمت کی ضرورت۔ وہاں دھوپ میں پیاس سے موت کا سامان ہے تو
 یہاں ہر وقت برف کیوڑہ وغیرہ تنعم کا سامان مہیا وہاں جنگل ہے اور اندری
 رات کا سناٹا اور جلسے کو چراغ نہیں یہاں گہر کے پاس ہزار دن روپیہ کے حرت
 سے ایک بلند مینار بنایا گیا جسکی روشنی جنگل میں پڑے۔ وہاں کل راحتوں کا
 حوالہ آخرت پر ہے تو یہاں کل راحتوں کا استیفا دینا میں۔ وہاں مرے ہوئے
 کتے کی خدمت گوارا نہیں یہاں صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمان مشرک قرآن
 دئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کے شان میں وہ الفاظ کہ کوئی کافروں کو
 بھی نہیں کہتا۔ وہاں خنزیر کے ساتھ ہند بانہ برتاؤ یہاں علماء و مشائخین کے
 القاب خنزیر وغیر زبان زد ہیں غرض کہ مثیل مسیح موعود ہونے کے لئے تھی
 اوصاف مسیح علیہ السلام سے وہ صفت منتخب کی گئی جس سے مسیح علیہ السلام
 کو کمال درجہ کی نفرت اور احتراز رہا۔ اور انجیل جسکو خود صلی مجرت بتاتے ہیں
 اوس میں سے صرف فحش اور سب و دشمنی کا مضمون لیکر مسلمانوں کو لگے گالیان
 دینے کہ دیکھو میں مسیح ہوں میرا فرض منصبی ہے کہ دل کہوں کر لیکن تہذیب سے دل
 گالیان دیا کروں۔ اسکی وجہ اور کیا ہو سکتی ہے سوائے اسکے کہ انہوں نے
 جب دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات اور فضائل و اخلاق کا حاصل کرنا تو حاصل
 ہے اور انکی کوئی بات اپنے میں نہ تو مشیت کا ثبوت شکل سے اسلئے مالا
 بدرک کلا لائیکر کلا کے لحاظ سے خدا صفا و دع ماکر پر عمل کر کے طریقہ

سب دشتم کو اختیار کیا جسکا ذکرنا جیل محرفہ میں ہے۔

اس باب میں جو تحریفیں وغیرہ ہوں اسکا الزام اسی کے ذمہ ہوگا جس نے الحاق کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس طریقہ شیعہ کو منسوب کیا۔

مرا صاحب نے حسن نظر سے اس باب میں صرف تقلید نصاریٰ کی کی اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اپنے عقدا پر تحریف وغیرہ کا الزام لگا دے اسلئے نہ مرا صاحب پر تحریف کا الزام آسکتا ہے نہ ترک تحقیق کا یہ حال عیسیٰ کی تعلیم تھی

اب دین محمدی کی تعلیم دیکھئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِتْيَا ذِي الْقُرْبٰى وَبِالنَّهْيِ عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ بَعْدَ اِنْتِهَآءِ

منع کرتا ہے عیساے اور بدگویی اور رُسے کام سے اور ارشاد ہے تو تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعُوا اَخْتٰۗءَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ اَمَّا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ

وَالْفَحْشَاۗءِ یعنی شیطان جو تمہارا دشمن ہے بدگویی اور برے کاموں کا حکم کرتا ہے اِن دُونِ اٰتِيُوْنَ سے ظاہر ہے کہ سب دشتم سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے

اور شیطان اسکا حکم کرتا ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس

صفت کا نام و نشان تھا جیسا کہ بخاری شریف ص ۸۹ میں ہے لَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْشًا وَلَا تَفْشًا یعنی بدگویی کی صفت حضرت میں نہ بالطبع تھی نہ

عارضی طور پر اور پھر روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ چند یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجاے السلام علیکم کے وہ آواز

سے السلام علیکم کہا حضرت نے اونکے جواب میں صرف وہلکم فرمایا مگر عائشہ رضی اللہ عنہا صبر کر سکیں کہیں کہیں کہ سام کے معنی موت ہیں اور غلط سے کہا

یہ علیکم ولعنکم اللہ غضب اللہ علیکم حضرت سے اور نے فرمایا مہلک یا عائشہ علیک
 یا فریق زایاک و العفتہ الفحش یعنی سکتا اللہ سختی اور بدگویی سے دور رہو۔
 دیکھئے بد دعا کے بدلے بد بھاری گویا تھی اور سکا بچہ نام حضرت نے فحش ہی کہا
 جس سے نماز تالی سنیہ و نماز تالیہ و تین عبد اللہ قال تالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سیبا المومن فسوق و تالی کفر و اہ البخاری یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے
 اور اوسکا مثل کفر ہے و عن ثابت ابن العنک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من لعن مؤمنا فهو کفارة من ذلت مؤمنا کفر فهو کفارة و اہ البخاری یعنی جو
 شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے یا وہ سکو کا زب سے زت لیا اوسکو مثل کر دالا۔
 مرزا صاحب کو اس میں تعجب نہ کرنے کا شک نہ ہو تا تھا آگیا ہے اسلئے خوب
 سی گالیان دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسکا نام گالی ہی نہیں چنانچہ ازالۃ الافہام
 ص ۳۱ میں لکھتے ہیں اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں
 سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی بات کو جو دراصل
 ایک واقعی امر کا اظہار ہوا اور اپنے محل پر چسپانہ بر محض اوستی کی قدر مراد
 کی وجہ سے جو حق گوی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ
 دشنام اور سب و شتم فقط ایک مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے
 طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے انتہی۔

حاصل اسکا یہ ہوا کہ کسیکے واقعی عیوب بیان کئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ مگر
 یہ بات قرآن شریف کے خلاف ہے عن تعالیٰ فرماتا ہے و لکل کفرۃ مکرۃ
 یعنی ہر ذرۃ اور ہر ذرۃ کے سنیہ دلیل ہے جو جہنم میں ایک وادی ہے۔ تفسیر طائین میں

ہمزہ اور طرہ میں کئی اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ سب اقوال کا مرجع سیطرت ہے کہ وہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا عیب بیان کرے۔ اب دیکھئے کہ جب یقینی موجودہ عیوب ظاہر کرنے کی بیحد و عید ہو تو (ما دزا داند ہے۔ رئیس الدجالین۔ ہامان ہا لکین وغیرہ) کہنے کا کیا حال ہو۔ پھر مرزا صاحب نے خبر پر چار چوہڑے جو علما کو کہتے ہیں کیا ان الفاظ پر یہی دشنام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

مرزا صاحب کا بیحد بھی استدلال ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں کافروں کو بہت گالیوں دی ہیں اور حدیث شریف میں اون پر لعنت وغیرہ وارد ہے مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کا طریقہ اختیار کیا۔ اور نیز اشہاد علی الکفار بھی وارد ہے۔

اشہاد علی الکفار کا جواب تو ظاہر ہے کہ سختی کافروں پر چاہئے مسلمانوں کو گالیوں دینے سے کیا تعلق اوسکے باب میں تو رحما بینہم کا ارشاد اوس سے متصل کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کا رد سے سخن گالیوں کی طرف علماء و مشائخ اہل اسلام کی طرف ہے اگر بزرگ مرزا صاحب وہ گناہگار بھی ہوں تو کیا اسلام سے خارج سمجھے جائینگے۔ پھر اشہاد علی الکفار سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ برخلاف اوسکے بڑے القاب سے مسلمانوں کا ذکر ممنوع ہے کما قال تعالیٰ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَرُوا بِلِقَابِ مَنِّ الْأُمَّمِ الْفَسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ یعنی عیب مت کرو آپس میں ایک دوسرے کا اور مت پکارو

ایک دوسرے کو بُرے نام سے بُرا نام گناہ نگاری ہے پیچھے ایمان کے اور جو
 کوئی توبہ مگر وہ ظالموں سے ہے۔ تفسیر خازن میں بروایت ترمذی
 نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں کے دو دو تین تین نام ہوتے تھے جن میں وہ
 بعضوں کو ناپسند کرتے تھے اگر کوئی ناپسند ناموں سے اونکو بکارتا تو وہ
 بخندہ ہوتے اور نیکے باب میں بھی آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ اور لکھا ہے کہ
 لَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ لَعَنَ اللَّهُ الْكٰفِرِيْنَ اِنِّى ذٰلِقُوْنَ كَوْثِبٍ مَّت مَلَاوِ اسکا مطلب
 یہ ہے کہ جب تم نے اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگایا تو گویا وہ عیب تم نے
 اپنے کو لگایا، غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن اس درجہ کے اتحاد کی تعلیم
 کر رہا ہے کہ سب مسلمان آپس میں کفص واحد ہو جائیں اور عمل بھی ہو رہا ہے
 کہ صرف عیب ہی نہیں لگائے جاتے بلکہ مغلظات کی بوجھاڑ کی جاتی ہے
 جس سے اعلیٰ درجہ کی دشمنی باہم پیدا ہو جائے اور پھر اصلاح قوم کا دعویٰ
 اب رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے سو اس میں بھی
 کلام ہے جب آیات و احادیث مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ بدگویی سے
 خدا و رسول منع فرماتے ہیں اور منع ہی نہیں بلکہ سخت سخت اور پھر عیدین
 میں تو کسی کو حق نہیں کہ اپنے مالک اور خالق سے پوچھے کہ جس کام سے آپ
 منع کرتے ہیں اس کے آپ کیوں مرتکب ہیں۔ دیکھہ تیجئے تکبر اور تعلی سے
 حق تعالیٰ نے بندوں کو منع فرمایا ہے اور خود مشکبر سے کیا کوئی اس سے
 پوچھ سکتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ
 یعنی خدا تعالیٰ جو چاہے کرے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب

یو جس کا کہ یہ تینے کیوں کیا یا کیوں نہ کیا۔ - بطرح میں انی اللہ علیہ ساری نعمت
چار سے زیادہ عورتوں کی اجازت نہیں دی اور خود بدواست کے تو کیا اور
سے زیادہ ازواج مطہرات نہیں لے سکے سوا اور بہت سے خصوصیات
تہین جو علی پر پوشیدہ نہیں۔

اب استدلال کا حال بھی دیکھ لیتے ہیں کہ اگر قبول مرزا صاحب قرآن میں گائیان
میں بھی تو وہ کنگو دی گئیں اور اسکا نشا کیا ہے۔ ہونوگ اپنے خالق کو خالق
نہ سمجھیں اور اپنے ہاتھ سے بنا سے ہوتے بت کی پرستش کریں اور جگہ سے
شکر کے ناشکری کریں اور حق تعالیٰ پر بدنامی تہمتیں لگائیں اور اس کے بھیجے ہوئے
سچے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور کہلی کہلی نشانیاں دیکھ کر بھی اعتبار نہ کریں اور قدرت
پر ایمان نہ لائیں تو وہ زجر و عذاب تو کیا اس سے زیادہ کئے مستحق ہیں یہاں مرزا صاحب
انہیں سے ایک بات تو اپنے مخالفین میں بتا دیں سوائے کہ اونکی جعلی اور بے ضرورت
نبوت کو نہیں مانتے۔ جن لوگوں نے اونکی عیسویت کو قبول کر لیا ہے اور ایمان
سمجھے جاتے ہیں ان میں تقرب الی اللہ کی کونسی بات زیادہ ہو گئی جو سب میں
نہیں سوائے چند چیزوں کے جو اونکی عیسویت کے مزاج میں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے سہراچ کا انکار۔ عیسیٰ علیہ السلام کی موت۔ قرآن میں جو انبیاء علیہم السلام
کے معجزوں کا ذکر ہے اکثر ان میں مسمریزم اور سحر تھے۔ مرنے کے بعد اس عالم
میں کوئی زندہ نہیں ہو سکتا اور اس قسم کی خبریں جو قرآن میں دی گئیں وہ حقاقت
واقع ہیں۔ حشر اجساد کا انکار۔

غرض کہ یہی چند مسائل کا اختلاف مدار کفر و ایمان کا ٹھہرایا گیا کافر ملعون وغیرہ اقب

انہی چند خیالات اور اختراعات کے نہ ماننے کی وجہ سے دسے جا رہے ہیں۔
 یہاں مرزا صاحب بھی غور فرمادیں کہ اس میں ہم لوگوں کا کیا تصور ہے ان امور
 میں جو ہمارے اعتقاد ہیں اگر وہ ہمارے تراشیدہ اور اختراعی ہوتے تو یہ
 اعتراض ہو سکتا کہ کل بدعتہ ضلالتہ و کل ضلالتہ فی النار ہمارے اعتقاد تو قرآن
 حدیث و اجماع سے ثابت ہیں پھر کیوں ہو سکیگا کہ باوجود اسلام کے دعویٰ
 کے ہم اسکو چھوڑ دیں۔

ہم کتنا ہی عاجزی سے کہیں ہمیں یقین نہیں کہ مرزا صاحب اس طریقہ سے شتم
 کو چھوڑینگے کیونکہ انہوں نے تو اسی کو تکمیل عبیوت سمجھ رکھا ہے۔ اور تیر
 اوس الہام کو پورا کرتا ہے کہ جو اسکے مقابلہ کو کٹرا ہو گا وہ ذلیل اور شرمندہ ہو گا۔
 اور اونکی امت کو بھی سب دشتم کی ضرورت ہے تاکہ اوس الہام کا مضمون پورا ہو
 اور اوسے بچھ تو امید نہیں کہ اپنے نبی کی مخالفت کر کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے طریقہ عمل اور ارشادات پر عمل کریں اور نہ ہی اور تہذیب کو کام میں لائیں۔
 اگر ایسا کیا تو اپنے نبی کی امت سے خارج ہوئے جلتے میں غرض کہ اس باب
 میں وہ بھی مغدور ہیں اس موقع میں ہم لوگوں کو ضرور سے کہ اس آیت شریفہ کو پیش نظر
 رکھیں جو حق تعالیٰ فرماتا ہے لَنُبَلِّغَنَّكَ فِي مَوَٰلِكَهُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسْكَهٖمُ وَنَسْمَعُ مِمَّنَ الَّذِيْنَ
 اَوْثَقْنَا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ وَمِمَّنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اِذْ هِيَ كَثِيْرًا تَرْجُمُهُمُ الْبَتَّةَ ثُمَّ اَرْسَلْنَا
 جَاوِدَ سَعْدًا مِّنْ اَوْثَانِ السَّمَآءِ اِذْ يَبْسُطُ رِجْلَيْهِ فَيُدْخِلُهُمْ الْجَهَنَّمَ اِذْ هُمْ اَمْشُونَ
 بہت اور اگر تم صبر کرو اور ریزہ کاری کرو تو یہ تمہت کے کام ہیں۔ اس آیت شریفہ
 کے لحاظ سے ضرور ہے کہ صبر کرنے میں ہم لوگ بہت نہ ہاریں تہوڑے دن کس طرح

کہ زجائیکے اور اسکا عمدہ بدلہ حق تعالیٰ اعطا فرمائے گا۔ یہاں مجھے خیال نہ کیا جاے
 کہ آیہ شریفہ میں تو اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر ہے جنکی ایذا پر صبر باعث
 اجر ہے اور مرزا صاحب تو نہ اہل کتاب سے ہیں نہ مشرک ہیں۔ بلکہ
 اس شبہ کا جواب مجھے سمجھا جاے کہ مرزا صاحب اس باب میں عیسائیوں
 کے مقلد ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور جس دین کے لوگوں کو یہ مقلد ہونہ
 اسی میں سمجھا جاتا ہے دیکھ لیجئے حنفی شافعی وغیرہ سب محمدی میں اس
 صورت میں جو بات ہو عیسائیوں کی اذیت رسائی میں حاصل ہونے والی
 ہے مرزا صاحب اور اونکی امت کے سب دشتم میں ہی وہی حاصل ہے
 اور دراصل ہمارے اسلام کا طریقہ کل انبیا علیہم السلام کا طریقہ ہے جسپر
 قرآن کریم شاپر ہے مثلاً فقولا لا توالینا وغیرہ سے ظاہر ہے سراج الملک
 میں نقل کیا ہے **والمسیح علیہ السلام علی قوم من الیہود فقوالوا لہ شر او قال ہم
 خیراً فقیل لہ انہم یقولون شرادانت لفقول خیراً فقال کل شیق باعندہ**
 یعنی مسیح علیہ السلام کا گزر یہود کی کسی قوم پر ہوا وہ لوگ آیکو دیکھتے ہی
 بڑی بڑی گالیوں دینے لگے مگر اپنے نہایت عمدگی سے اونکے جواب دے
 کینے آپ سے کہا کہ وہ تو سختی اختیار کر رہے ہیں اور آپ اس عمدگی
 سے پیش آ رہے ہیں فرمایا ہر شخص وہی خیریتا ہے جو اوسکے پاس ہو۔
 الحاصل مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ میرا مقابل فریڈل اور
 شرنہو کا مشاہدہ سے ثابت ہے کہ وہ خبر غلط تھی بلکہ مرزا صاحب ہی دلیل
 و غر سہ ہوسے جیسا مناظروں وغیرہ سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہو گیا

کہ فی الواقع او کو کوئی خبر نہیں دی گئی تھی صرف تحویف کی غرض سے
 انہوں نے وہ مشہور کر دیا تھا مگر مرزا صاحب اور ان کے اتباع یا دہریہ
 کہ ایسی تحویفوں سے مسلمانوں کو کوئی جنبش نہیں ہوتی بلکہ ان کا ایمان اور
 زیادہ سوجھاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ
 النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا أَحْسِنُوا لِلَّهِ وَرِغْمِ
 الْوَيْلِ قَالُوا لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ وَأَتَوْا بِمَالِهِمْ
 وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ إِمَّا ذُكِرَ الشَّيْطَانُ مِخْرَفًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ
 وَخَّأُوذِينَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی مسلمانوں سے جب کہا گیا کہ دیکھو تمہارے
 مارنے کے واسطے لوگ جمع ہو گئے ہیں اون سے ڈرو تو اس سے اون کا ایمان اور
 زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمارا چھوڑا کیل ہے سو
 او کو کوئی برائی نہیں ہونچی اور وہ اللہ کی رضا مندی کے ساتھ رہے اور وہ جو
 ڈراتا ہے شیطان ہے اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے یعنی اس کے ڈرانے سے شیطان
 شیطان کے دوست ہیں۔ سو تم اون سے مت ڈرو بلکہ مجھے ڈرو اگر تم مسلمان ہو
 اس سے ظاہر ہے کہ ایسے تحویفات سے ڈرنے والے شیطان کے بہائی ہیں اور
 مسلمان نہیں۔ اب غور کیا جائے کہ خدا و رسول کے کلام کی کوئی تکذیب کر کے
 اس کے حمایت کرنے والوں کو ذلت سے ڈراوے تو کیا ممکن ہے کہ وہ بزدلی
 کر کے چپ رہ جائیں گے ہرگز نہیں گالیوں کی ذلت تو کیا قتل کی تحویف سے بھی
 وہ نہیں ڈرتے۔

جس طرح مرزا صاحب نے ذلت سے ڈرایا اسی طرح تحویف کے لئے بھی خواہ

بھی بیان فرماتے ہیں جو ازانہ الا وہا م ص ۵۶ میں درج ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ
 ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا قبضہ میرے پنجہ میں اور نوک آسمان تک
 پہنچی ہوئی ہے جب میں اسکو دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالفین
 اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزار ہا دشمن
 اس سے مارے جاتے ہیں۔

اس خواب سے بھی مرزا صاحب کا مقصود مخالفین کی تحریف اور معتقدوں کا
 اعتقاد بڑھانا ہے کہ وہ اس غیبی تلوار سے دائیں بائیں مسلمان اور کفار کو تیغ
 کرینگے کیونکہ جہلا کو تعبیر تو معلوم ہی نہیں ہو سکتی اسلئے وہ ظاہری مفہوم کو تیغ
 سمجھ لینگے۔ دراصل تعبیر پر مطلع ہونا ہر کسی کا کام نہیں۔ ایسے بطور خود جب
 اسکا ظہور ہو جاتا ہے تو اسوقت یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ صورت مثالیہ
 جو دکھائی گئی تھی، اس سے وہی مراد ہے جسکا ظہور ہوا۔ جب ہمارا مشاہدہ
 سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب ایک طرف آیا ست و احادیث پر درار کر رہے ہیں
 اور دوسری طرف اقوال سلف پر تو کہنے طور پر معلوم ہو گیا کہ اسکی تعبیر یہی ہے
 جو ظہور میں آگئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تلوار کی نوک جو آسمان تک پہنچی ہوئی
 ہے وہ اشارہ کر رہی ہے کہ علوم سماویہ کو اسنے ضرر پہنچا چنانچہ ایسا ہی
 ہوا کہ مسئلہ معراج و حشر اجساد و اجسامے اموات و حیات مسیح علیہ السلام
 وغیرہ مسائل میں بہت سے مسلمانوں کے دل میں خدشے پیدا ہو گئے اور بہترین
 لئے تو امن و صدقنا بھی کہہ دیا۔ دلہنے طرف اسکے مخالف آیات و احادیث
 میں اور بائیں طرف اقوال سلف جنکو وہ تیغ کر رہے ہیں۔ ہر چند مرزا صاحب

مسلمانوں کو اپنے مخالف سمجھتے ہیں مگر دراصل انکو کوئی مخالفت نہیں۔ نہ مخالفت
 کا یہی ہے کہ وہ آیات و احادیث و اقوال سلف پر تعدی کر رہے ہیں جنکی حمایت
 ہر مسلمان پر فرض عین ہے ورنہ جب تک مرزا صاحب کا حال کہلا نہتا ہر مین
 احمدیہ وغیرہ کے طبع میں کس قدر تائیدین دین۔ اور اگر مخالفین سے مراد اہل اسلام
 ہی ہوں تو انکا قتل ہو جانا ظاہر ہے اسلئے کہ جب مرزا صاحب کی تقریر ہو تو
 سے کم نہیں اون پر اثر کر گئی اور آیات قرآن اور احادیث سے اونکا ایمان ہٹ گیا
 اور مرزا صاحب کے متبع ہو گئے تو انکے قتل معنوی میں کیا شک یہ ہلاکت
 ایسی نہیں ہے جسکے ہم پلیموت ہو سکے بلکہ وہ ہلاک ابدی ہے اعادنا اللہ دایا ہم منہ
 اب مرزا صاحب کی اس تقریر پر غور کیجئے جو ازالۃ الادہام ص ۶۵ میں لکھتے ہے
 کہ حدیثوں میں بھیہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اوسوقت دنیا میں آسکا کہ جب
 علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائیگا بھیہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف اشارہ ہے لوگان
 الایان معلقا بالشراینا لہ رجل من فلان سید وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور
 پر ظاہر ہوا۔ جب خواب مرقوم الصدر کی تعبیر مشاہدہ سے ثابت ہو گئی تو اوسکا
 خواب والی شمشیر نے اس کشف کو بے سرو پا کر دیا کیونکہ تلوار کی نوک باواز بلند
 کہہ رہی ہے کہ اگر قرآن بالفرض ثریا پر پہنچ جائے تو اوسکو مرزا صاحب مان
 بھی نہ چوڑینگے اسلئے کہ تلوار کی نوک جہاں پہنچے اوس سے وہاں ہی کام
 لیا جائیگا جو اوسکے لایق ہے۔

ایک دلیل ثبوت اور عیسویت پر اونکی بھیہ ہے کہ الہام ہوا کرتے ہیں اور
 اس دلیل کو نسبت دوسری دلیلوں کے قوی تلباتے ہیں یہاں تک کہ فرماتے ہیں

ہمارا دعویٰ الہام سے پیدا ہوا ہے جنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات الہام سے معلوم ہوئی اور اپنے نکل فضائل کلمیہ و جبرئیلہ اور خلیفۃ اللہ اور عیسیٰ موعود اور رسول اللہ وغیرہ ہونا بھی الہام سے معلوم ہوا۔ مگر الہام ہونے کی جو خبریں تھیں ہیں ان میں بھی کلام ہے کہ سولے اور کچھ محدود قول کے اور سیکڑی گواہ نہیں۔ چونکہ انہوں نے حدیث شریف کے راویوں کی نسبت یہ فرمایا کہ جائز ہے کہ انہوں نے عداً یا سہواً خطا کی ہو تو ہم اس موقع میں کہہ سکتے ہیں کہ جب راویوں میں صحابہ یعنی شریک میں تو یہ احتمال زبان تک پہنچ رہا ہے اور اس احتمال کو جب اس قدر دست دی گئی ہے کہ تمام اہل اسلام کے مسلمہ اشخاص پر شامل ہو رہا ہے تو مرزا صاحب ہی کے قول کے مطابق اور کلمے الہامی خبروں میں بھی وہی احتمال برپا کیا کہ جائز ہے کہ عداً یا سہواً انہوں نے خطا کی ہو اور انہی کی تصریح کے مطابق کہ آجاء الاحتمال بطل الاستدلال ادنکا کوی الہام قابل استدلال نہ رہا۔

میان عبدالحق صاحب کو مرزا صاحب کے چھٹی ہونے پر اس تصریح سے الہام ہوا تھا کہ سیصلی مارا ذات لبب یعنی قریب ہے کہ مرزا د کہتی الگ میں داخل ہوگا اور سپر مرزا صاحب ازاتہ الادہام صلاۃ میں کہتے ہیں کہ یہ الہام شیطانی ہے اسوجہ سے کہ جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ اور استنجاہ وغیرہ کے توجہ کرے، خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں بھی تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کو نسبت کوئی بری یا ہلکا کلمہ بطور الہام معلوم ہو جاوے

شیطان اور سوقت اور کسی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اور کسی زبان پر جاری
 ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہاں ایک قاعدہ
 بتلا دیا کہ جب کسی چیز کی طرف توجہ تام ہوتی ہے تو شیطان آرزو میں دخل دیتا
 اور اس سوقت جو الہام ہوتا ہے وہ شیطانی ہوتا ہے اب دیکھئے کہ مرزا صاحب
 ابتداء شعور سے کتب مذاہب باطلہ کی طرف متوجہ ہیں جس کا نتیجہ بھیہوا کہ آخر تک
 نیا مذہب ایجاد کر ہی ڈالا۔ اس عرصہ میں ہر وقت شیطان کو موقع ملتا رہا اور
 وقتاً فوقتاً الہام کرتا رہا جو براہین احمدیہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور اب تک اس کا
 سلسلہ منقطع نہیں بلکہ صفائی اور زہنی جارہی ہے چنانچہ کن فیکون والا الہام
 اسی خرمی زمانہ کا ہے انہوں نے جو قاعدہ ایجاد کیا ہے اسکی تصدیق بھی اس سے
 ہوتی ہے کہ سید صلی نارائے الہام کے جواب میں تبت ید ابی لبیب الہام ہو گیا
 جیسا کہ ازاتہ الادہام ص ۱۹۴ میں ہے الہام لکھتے ہیں وینحو فونک من دونہ ایتہ الکفر
 تبت ید ابی لبیب و تب الغرض اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو شیطانی الہام ہوا کرتے
 مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہے کہ عوام الناس تو کیا انبیاء کے الہاموں میں
 بھی شیطان کا دخل ہوا کرتا ہے چنانچہ چار سو بیویوں کے الہام ایک صحیح واقعہ میں
 شیطانی اور جھوٹے نکلے کھارے۔ جب انبیاء کے الہام بوجب اقرار مرزا صاحب
 جھوٹے نکلے تو مرزا صاحب کے الہاموں کا جھوٹے اور سناٹا لا اعتبار ہونا بطریق اولیٰ ثابت
 یہہ بات بدلائل ثابت ہو چکی کہ مرزا صاحب کی کل پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں
 اور بھیہ ظاہر ہے کہ پیشگوئی بغیر الہام کے ہو نہیں سکتی اس لئے کہ آئینہ ہونے والے آئینے
 اور عیب کی باتیں جب تک خدا سے تعالیٰ الہام کے ذریعہ سے معلوم نہ کر لے کسی کو

معلوم نہیں ہو سکتیں۔ بہر حال کل شگونیان جوٹی ثابت ہوئیں تو معلوم ہوا
ہے اور اس کے متعلق ابہام بھی شیطانی ہے۔

کئی واقعات سے مرزا صاحب کا چوتھا کہنا بلکہ چوتھی قسمیں کہا نا اور خیانت اور
بدعتی وغیرہ حالات معلوم ہوتے جنکا ذکر ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ رتبہ الہام غیر
اعلیٰ درجہ کے تقدس کے حاصل ہو نہیں سکتا اسلئے مرزا صاحب کے الہام پر گز
قرین صدق نہیں۔

کئی واقعات گواہ ہیں کہ مرزا صاحب نے دنیوی اغراض اور منافع حاصل کرنے کے
وعدہ، غلافیاں کین داؤ پیچ کے دہو کے دئے غرض کہ کوئی دقیقہ اٹھا کر کہا اس
ظاہر ہے کہ الہام بھی انہی اغراض کی تکمیل کے لئے بنایا کرتے ہیں اور انکو شیطانی
الہام بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔

مرزا صاحب جس طرح ظاہریوں کے لئے عقلی معجزات کا ایک نیا مذہب قائم
کیا ہے جس میں تمام تدابیر اور داؤ پیچ داخل کر دئے اسبطح معتقدین الہام کے لئے
الہاموں کے ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے باطنی اور ظاہری لوازم نبوت برآ
یواری ہو جائیں اور کسیکو مجھ کہنے کی گنجائش نہ ملے کہ اگر مرزا صاحب نبی ہیں تو
موجودے اور وحی کہاں اسی لئے انہوں نے اسپر زور دیا کہ الہام بھی کا نام وحی ہے
جیسا کہ ہر امر احمدیہ سے ظاہر ہے۔

خوارق عادات بنسبت الہام کے نہایت کم درجہ اور پست مرتبہ ہیں اسلئے کہ
تبعہ صحیح نظر اور اسلئے ثابت ہے کہ خوارق کے ظاہر ہونے کے لئے اسلام
شرط نہیں اسلئے جو کچھ سے ہی خوارق ظاہر ہوا کرتے ہیں اور الہام

سولے اعلیٰ درجہ کے متقی اور اولیاء اللہ کے کسی کو نہیں ہوتے۔ چونکہ خوارق
 عادات علانیہ دکھلانی کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اوس میں ایسی محمدیین
 دال دین اور شروط کے شکنجہ میں داب دیا کہ عمر بہر مرزا صاحب کے خوارق دیکھنا
 کسی کو نصیب نہو۔ اور الہام جو غیر محسوس مرتخا لطیب خاطر اوس کو قبول کئے
 اس بات پر زور دیا کہ وہ قطعی ہے اور متدین کو ضرور ہے کہ جب الہام کا
 نام سن لے تو دم نہ مارے اور یقیناً سمجھ لے کہ واقع میں وہ الہام ہوا ہے
 اور وہ الہام لوگوں پر حجت بھی ہے۔ کیا ان تصریحات کے بعد بھی ان لوگوں
 اور سخن شناسوں پر مرزا صاحب کے الہاموں کی حقیقت پوشیدہ رہ سکی۔
 مرزا صاحب الہاموں کو قطعی اور حجت بنانے کی کوشش جو کر رہے ہیں
 وہ اسی غرض سے ہے کہ ہر ایک مسئلہ میں استدلال کی تکلیف سے سبکدوشی
 حاصل ہو جائے اور پھر مرتبہ حاصل ہو کہ مرزا صاحب جو کچھ کہیں وہ وحی التعمیل
 سمجھی جا کر کہا جا کہ مرزا صاحب نے یہ بھی تو کہہ دیا ہے کہ قرآن میں ایک نقطہ
 کی بھی کمی و زیادتی ممکن نہیں اس میں تو کمال درجہ کی احتیاط ہے۔ اگر بالفرض
 کوئی الہام بنا بھی لیا تو وہ مخالف قرآن ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی فقرہ تو مسلمانوں کو دام میں بہا تا ہے۔ جتنے دعویٰ
 نبوت گذرے سب کا یہی دعویٰ تھا مگر آیات قرآنیہ ہی سے انہوں نے
 حرام کو حلال بنا یا تمام عبادات ساقط کر دئے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ مرزا صاحب
 ہی کو دیکھ لیجئے کہ قرآن میں سے تمام امت کو حتیٰ کہ سلف صالح کو مشرک قرار دیا۔
 اور خاتم النبیین کے الفاظ پر ایمان بھی ہے باوجود اسکے نبوت اور رسالت کا

دعویٰ بھی ہے اور وحی بھی برابر نازل ہوتی ہے اور معجزے سے بھی مہمادہ ہو رہا ہے
 اور لوگ بھی ایمان لاتے جاتے ہیں۔ حشر اجساد کا انکار معراج کا انکار صلیبی فرزند
 مجرم الارث انبیاء سائر قرآن میں جن معجزات کا ذکر ہے وہ سمر نریم وغیرہ
 باوجود اسکے قرآن میں ایک نقطہ کی کمی و زیادتی ممکن نہیں۔
 الحاصل جب ایک احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے تو مرنا صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ}
 شیطان کی بلکہ مصنوعی ہونے پر تو اتنی دلائل موجود ہیں یہ وہ انکی نبوت اور
 عیسویت پر کیونکر دلیل ہو سکتے ہیں۔

ایک دلیل عیسویت پر یہ ہے کہ معارف قرآنی دئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب
 کو جن معارف پر ناز ہے سورہ انا انزلنا کی تفسیر ہے جسکو ازالہ الہام صحت من
 کئی ورق لکھ کر لکھتے ہیں کہ مجھ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں۔ چونکہ وہ
 نبیایت طو لانی تقریر ہے جسکو پوری نقل کرنا تصحیح اوقات اور تطویل مطابقت ہے
 اسلئے مختصاً چند عبارتیں اوسکی نقل کی جاتی ہیں لکھتے ہیں کہ سورہ انا انزلنا کے

معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورہ میں صاف اور
 صریح فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اوسکے ساتھ فرشتے
 آسمان سے آتے کہ مستعد لوگوں کو حق کی طرف پہنچتے ہیں۔ قرآن کے آیات کے
 مفہوم سے مجھ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر خطا لٹ اور غفلت کے زمانہ
 میں ایک دفعہ خارق عادت کے طور پر انسانوں کے قومی میں خود بخود مذہب
 کی نصیحتیں کیطرت حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت
 ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے

وہ حرکت پیدا ہونا تک نہیں۔ پھر وہ حرکت نامہ ہو تو روکھی ہو جائے میں اور
 حرکت ناقصہ ہو تو اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک
 لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن دن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
 کو عطا کی گئی اور اس لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک ہسلا ہوا ہے اور جو کچھ ہوا
 انسانی میں جنسین آج تک ہو رہی ہیں وہ لیلۃ القدر کی تاثیر میں ہیں۔ اور
 جس زمانہ میں حضرت کا نائب پیدا ہوتا ہے تو مجھ سے کچھ تیز کہیں بہت تیز ہوتی ہیں
 نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت حضرت
 صلی کی لیلۃ القدر کی شاخ اور نطل ہے۔ اس لیلۃ القدر کی شان میں فیہا یفرق
 کل امر کا ہے یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانہ میں جو قیامت تک محمد ہی مراد
 حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ لیکن مجھ سے کچھ ان
 دنوں میں ترزور و تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت کا دنیا میں
 پیدا ہوگا۔ درحقیقت سورۃ الزلزال میں اسی کا بیان ہے کیونکہ سورۃ القدر میں
 فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر میں خدا کا کلام اور اس کا نبی اور فرستے اترتے ہیں اور
 وہ صلاحت کی پُر خلعت رات سے شروع کر کے صبح صداقت تک اسی کام
 میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلون کو سچائی کی طرف پہنچتے رہیں۔ پھر سورہ نبیہ
 میں بیان کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی نجات پانے کی یہی سبیل ہے کہ خدا
 نبی بھیجا اور زبردست تحریک دینے والے طائف نازل کئے تھے۔ اوسکے بعد
 اذا زلزلت میں مجھ اشارہ کیا کہ جب تم مجھ نشانیاں دیکھ لو تو سمجھ لو کہ وہ
 لیلۃ القدر اپنے تمام ترزور کے ساتھ پہر ظاہر ہوئی ہے اور کوی ربانی مصلح

مع فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے زلزلہ کی بھیجی صورت ہے کہ تمام قوامی انسانہ
جو شرح کے ساتھ ہر کت میں آجائیں گی اور تمام علوم و فنون ظاہر ہو جائیں گے۔
اور فرشتہ جو مرد صالح کے ساتھ آسمان سے اترے ہوئے ہر شخص پر اتر دیا
اوس روز ایک مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہیگا کہ مجھ طاقتیں اپنے میں
کہاں سے آگئیں تب ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگا کہ مجھ ایک
وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر اثر رہی ہے۔ دنیا پرستوں کی تحریکین جنتین
اور کلین ایجاد کر نیکی اور ہر ایک اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لیوں تب
آخر ہو جائیگی بھلا آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جسکی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے
جسکی تکمیل کے لئے خدا نے اس عاجز کو بھیجا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ انت
اشد مناسبتہ بعیسی۔ ہمارے علمائے جو ظاہری طور پر سورۃ الزلزال کی تفسیر
کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا جس سے زمین
کی اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ
تجھے کیا ہوا تب اوس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی مجھ سرسراہٹ
تفسیر ہے کہ جو قرآن کے سیاق و سباق سے مخالف ہے انتہی ملخصاً۔
مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ پہلے سورۃ القدر کی شان نزول بیان کرتے
جس سے مضمون خود حل ہو جاتا لیکن اونکو تفسیر بالرسے کرنا منظور تھا اسلئے
انہوں نے اوسکو چھوڑ دیا۔

ورنہ شور میں اس سورہ کی شان نزول کے بارے میں کئی حدیثیں نقل کئے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امم سابقہ کی دراز دراز عین اور اونکی

عمر بہر کی ریاضتیں دیکھیں اور اسکے بعد اپنی امتیون کی عمر دن کو دیکھا کہ نسبت
 اونکے بہت کوتاہ ہیں اس چھوٹی سی عمر میں اونکے سے فضائل کیونکر حاصل
 کر سکتے ہیں اس لیے رحمت الہی جو ہر شے میں آئی اور ارشاد ہوا کہ ہم تمہیں ایک لیلۃ القدر
 ایسی دیتے ہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے یعنی اس ایک رات کی عبادت
 اون لوگوں کی اتنی برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور انہی دنوں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب بھی دیکھا تھا کہ اپنے منبر پر نبی امیہ کے بعد دیگرے
 چڑھتے جاتے ہیں۔ یہ بات بقتضائے بشریت ناگوار طبع غیور ہوی اور پھر
 یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں یہ بتایا گیا کہ ہزار مہینے وہ لوگ سلطنت اسلامی
 پر قابض ہونگے مگر فضیلت دنیوی کوئی چیز نہیں آجکول اسکے معاوضہ میں ایک
 فضیلت اخروی ہم ایسی دیتے ہیں کہ اسکے مقابلہ میں وہ سلطنت ظاہری کوئی
 چیز نہیں وہ ایک رات آپ کی امت کے لئے اتنی فضیلت کی دی گئی کہ ان
 ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی خیر خواہ
 ہمیشہ ملحوظ ادراک نظر رہتی تھی اس لئے آجکول جو ان ہزار مہینوں کی سلطنت کا
 کسی قدر ممال تھا دفع ہو گیا۔ علمائے حساب کر کے دیکھا تو نبی امیہ کی خلافت
 برابر ہزار مہینے رہی۔

اب اسکے بعد مرزا صاحب کی پوری تقریر دیکھ لیجئے کہ اس واقعہ کے ساتھ
 اسکو کچھ بھی تعلق ہے اس سورہ سے مقصود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی
 تھی مگر مرزا صاحب کو اصلی واقعات سے کیا غرض اونکو اپنی عیسویت کے
 دہن میں کچھ سوچتا ہی نہیں کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا اور

کہاں مرزا صاحب کی نیابت اور کلون کا ایجاد کسی خیر سے دل چسپی اور تعلق
 بھی بری ملاہے آدمی کو سوائے اپنی محبوبہ کے کچھ نہ سوجتا ہی نہیں۔
 نقل مشہور ہے کہ کسی نے جنون سے پوچھا کہ خلافت کس کا حق تھا اور س نے جواب دیا
 کہ ہماری لیلے کا حق تھا اس طرح مرزا صاحب بھی کہتے ہیں کہ انا انزلنا کو کسی سے
 کچھ تعلق نہیں وہ تو میری عیسویت کے واسطے اتری ہے۔

مرزا صاحب نے انزلناہ کی ضمیر صلیح کی طرف پھیری جبکہ کہیں ذکر نہیں تمام
 مفسرین نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری ہے چنانچہ بروایات صحیحہ ابن
 عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس بات قرآن شریف لوح محفوظ
 سے آسمان دنیا پر نازل ہوا اور جاری شریف میں ہے انا انزلناہ الیہا کنا یہ
 عن القرآن۔ مرزا صاحب کو مصلح قوم کی طرف ضمیر پھرنے سے غرض بھی ہے
 کہ آپ بھی اوس میں داخل ہو جائیں۔

اس موقع میں مرزا صاحب یہی فرماویں گے کہ آخر قرآن بھی مصلح قوم ہے اسلئے
 ضمیر انزلناہ سے مراد مصلح کی گئی جسکے مفہوم میں خود بھی داخل ہیں مگر بھی تو
 درست نہیں اسلئے کہ اول تو مرزا صاحب مصلح قوم ہو چکی نہیں اسلئے
 کہ انہوں نے تو کر ڈیا مسلمانوں کو مشرک اور کافر بنا دیا جسکی وجہ سے آج
 نزدیک تمام قوم فاسد اور ہلاک ہو گئی اور ظاہر ہے کہ جسکی وجہ سے کوئی قوم
 فاسد ہو جاوے وہ مفسد قوم سمجھا جائیگا عرض کہ انہی کے اقرار کے مطابق وہ
 مصلح قوم نہیں ہو سکتے پھر قرآن پر مفہوم عام مصلح قوم کا صادق آنے سے بھی
 کیونکر ثابت ہوگا کہ جس طرح قرآن لیلۃ القدر میں اترتا ہے ہر مصلح قوم بھی لیلۃ القدر

میں اترتا ہے۔ یہ بات تو ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ کسی خبریٰ پر کوئی مفہوم عام
 اور کلی صادق آئے تو یہ ضرور نہیں کہ لوازم اس خبریٰ کے دوسری خبریات پر
 بھی صادق آجائیں جن پر وہ مفہوم عام صادق آتا ہے۔ کوی جاہل بھی نہ کہیں گے کہ
 علام احمد صاحب چونکہ مرزا ابن اور قادیان میں بستے ہیں اسوجہ سے جتنے مرزا ابن
 سب قادیان ہی میں رہا کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے جن بات پر
 اپنے معارف کی بنیاد رکھی ہے وہ کئی طرح سے غلط ثابت ہوئی۔ ایک یہ کہ
 ضمیر کے مرجع میں قصداً غلطی کی۔ دوسرے اپنے آپ کو مصلح قرار دیا۔ تیسرے ایک
 خبریٰ کے لوازم مخصوصہ کو دوسری خبریٰ ثابت کیا۔ پھر مصلح قوم کی اگر تعظیم کی جائے
 تو علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل کے لحاظ سے کل علماء امت مصلح میں جس سے
 کوئی زمانہ خالی نہیں اس صورت میں مرزا صاحب کی خصوصیت ہی کیا اور وہ بات
 کیونکر صادق آئے جو لکھتے ہیں کہ جب مصلح قوم اترتا ہے تو انسانی قوی میں فرخندگی
 مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہوتی ہے اور حکمت اور معرفت اور علوم
 اور صنعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی نیابت کی بھی دلیل قرار دی کہ علوم اور صنعتیں میں زمانہ میں
 ظاہر ہو رہے ہیں مگر بیان بھی دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ کوی کمال کی بات ہوتی تو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صنعتوں کا ظہور زیادہ ہوتا حالانکہ وہ زمانہ
 نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا البتہ دین کی ترقی اوس زمانہ میں روز افزون تھی
 بخلاف مرزا صاحب کے زمانہ نیابت کے کہ دنیا کی ترقی روز افزون ہے اور
 دین کا انحطاط دیکھ لیجئے مرزا صاحب کے ادائل زمانہ میں کر ڈرہا مسلمان تھے

جسکا مشرک اور بے دین ہونا محال تھا جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں جسکا حال اوپر معلوم ہوا اور شاید دس صدیہ اس سال بھی نہیں گزرے کہ انہیں کٹر اور ہاسٹون کو انہوں نے یہودی اور مشرک و بے دین بنا دیا اب خود ہی غور فرما دین کہ یہ نیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوس یا اور کسی کی۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر کا دم قیامت تک پہلا ہوا ہے اسکا مطلب ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا صاحب کی لیلۃ القدر دوسری تھی یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت کے زمانہ میں ہی لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت تک ہر سال ہوا کریگی۔ مسند امام احمد ابن حنبل اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں بھی روایت موجود ہے کہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول اللہ ان لیلۃ القدر فیما قول قال اللهم امک عفو محب العفو فاعف عنی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سے پوچھا کہ اگر لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں حضرت نے اونکو یہ دعا تعلیم کی اسکے سوا لیلۃ القدر ہر سال ہونے کی احادیث بکثرت مذکور ہیں جنکو تمام اہل علم جانتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کی خود غرضی کو دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے واسطے صد ہا لیبالی قدر کا خون کیا۔

حق تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا نہ اس میں امتداد کا ذکر نہ نہ اس کے دامن دار ہونے کا اور مرزا صاحب اسکو دامن دار اور شاخ دار بنا رہے ہیں اسکے قول پر اگر انشاء خیر میں نیل کہا جا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ باقی سے بگری زیادہ اونچی ہے جسکا قائل کوئی عاقل نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب نے چند تاویلی تفسیر و الون کو دیکھا کہ اپنا مذہب در دین چھوڑ کر

دوسرے مذہب کی تفتیش کر رہے ہیں اور چھ ظاہر ہے کہ ادا سکے لئے اندرونی
 تحریک کی ضرورت ہے اور سیر چھ قیاس جیایا کہ روح القدس اور سکامحر کی
 چنانچہ کہتے ہیں کہ انسانوں کے قومی میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف
 حرکت شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا
 ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا نہیں ہوتی اور
 روح کا انزالیۃ القدر میں ثابت ہے اس سے چھ بات نکالی کہ جتنے اس
 قسم کے ایام میں سب لیلۃ القدر میں۔ رات کو دن بنا دینا ہر کسی کا کام نہیں چھ
 بھی مرزا صاحب صحت کی ہمت کا خاصہ ہے۔

یہاں چھ امر غور طلب ہے کہ اہل اسلام کو تفتیش مذہب کے لئے اندرونی تحریک
 کرنا گیا روح القدس کا کام ہو گا یا شیطان بعین کا۔ چھ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں
 سے دین اسلام ترک کرانے کے لئے روح القدس آسمان سے اترتے ہیں۔ بہرہ و ہر
 اندہ چھ ہے کہ حق تعالیٰ نزول ملائکہ کے لئے طلوع فجر سے پہلے کا زمانہ معین
 فرمایا ہے جیسا کہ حتی مطلع الفجر سے ظاہر ہے مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتے
 صبح صداقت تک کام میں لگے رہتے ہیں یعنی دن رات اسی کام میں رہتے ہیں کہ
 مسلمانوں سے اونکا مذہب و ملت چھڑا دیں۔

اسکے بعد سورہ اذانزلت میں بومذکاللفظ دیکھ کر مرزا صاحب نے لیلۃ القدر
 کی جوڑ طادی اور لیلۃ القدر جسکی نسبت حق تعالیٰ نے خیر من الف شہر فرمایا ہے
 اوسکو ضلالت اور ظلمت کی رات قرار دی جبکہ مطلب چھ ہے کہ وہ شہر اس
 سے بدتر ہے دیکھئے کس قدر قرآن کی اور خدا کی مخالفت کی۔ کیا کوئی مسلمان اس

راضی ہو گا کہ جس بات کی تعریف خدا تعالیٰ نے کی ہے اور صحیح روایتوں سے اسکی فضیلت ثابت ہے اور سکو ضلالت کی بات سمجھے۔

پھر مرزا صاحب نے اذاززلت کی تفسیر کی جسکا اخصل بھیجے ہے کہ خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ زمین کو زلزلہ ہو گا غلط ہے صحیح بھیجے ہے کہ آدمی کی قوتین حرکت کر سکی اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ اوسکے فرسے وغیرہ انقال جو اوس میں دفون میں نخل پڑینگے وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے صحیح بھیجے ہے کہ علوم و دفون ظاہر ہونگے۔ اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ زمین اوس روز باقین کرے گی وہ کہتے ہیں کہ بھیجے بھی غلط ہے استعداد انسانی بزبان حال باقین کرے گی۔ مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ ہمارے علمائے جو تفسیر کی ہے کہ زمین کو زلزلہ آئیگا اور اندر کی چیزیں باہر آجائیگی اور زمین باقین کرے گی بھی سراسر غلط ہے اسہیں مرزا صاحب کی سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے علمائے سوائے قرآن پر ایمان لانے کے اور کچھ نہیں کیا کو سی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ جس طرح مرزا صاحب اکثر کہا کرتے ہیں کہ النصوص محل علی الطواہر نظامہا بات کی تصدیق کی۔ البتہ مرزا صاحب کو ادنیٰ عقل نے ایمان سے رکھا دیا انہوں نے لڑکپن سے دکھا ہے کہ بات دو النخل کی زبان سے ہو کر تھی ہے اسلئے اونکی عقل نے صاف حکم کر دیا کہ کلام الہی غلط ہے اگر خدا ہی چاہے کہ زمین سے بات کرے تو وہ ممکن نہیں اسلئے کہ اوسکو زبان نہیں ہے۔ اگر مرزا صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ بات کرنے کے لئے گوشت کا لو تہڑا ضروری ہے یہ لازم آئیگا کہ خدا تعالیٰ بات کرانے میں نمود بالبدن اوس لو تہڑے کا محتاج ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ گنگون اور جانور دن کو بھی زبان ہوتی ہے مگر بات نہیں کر سکتے۔

اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے جیسے اس توہم پرے کو توت
 کلام نجشی ہر چیز کو بیچہ توت بخش سکتا ہے تو پھر زمین کے بات کرنے میں کیا کلام
 اور ازم میں خدا تعالیٰ کی تکذیب کرنے کی کیا ضرورت تھی اب اہل انصاف
 غور کریں کہ جب مرزا صاحب کی عقل اس درجہ کی توت پر ہے کہ خدا تعالیٰ کے
 بھی مقابلہ میں کہڑی ہو جاتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ کوی دوسرا اونکا مقابلہ کرے
 اور اگر کسی نے کیا بھی تو کیا مرزا صاحب اوسکو تسلیم کریں گے۔ اگر اہل اسلام کو
 ایسا ایمان پکانا منظور ہے تو مرزا صاحب کی عقل کے دام سے بچیں اور
 یاد رکھیں کہ ذرا اپنی اونکی طرف مائل ہو گئے تو دلون میں کجروی کا مادہ پیدا
 کر دیا جائیگا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فَلَمَّا تَرَأَوْهُ آتْرَافِ اللَّهِ فَتَوَلَّوْهُمُ وَاللَّهُ**
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ - **وَمَا عَلَيْنَا الْإِبْلَاحِ**
 الحاصل مرزا صاحب کے معارف کا بیچہ حال ہے جو اپنے دیکھہ یا کہ نہ قرآن
 سے کام ہے نہ حدیث سے نہ عقل سے کیونکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو سبیلہ
 کی تعریف کر کے اوسکی خدمت نکرے اور زمین کے بات کرنے کا انکار خدا
 کی قدرت پر ایمان لانے کے بعد نکرے الغرض بے تکلی باتیں ملانے کا نام انہوں
 نے معارف رکھ دیا اور اسیکو اپنی عیسویت کی دلیل قرار دی ہے۔
 رسالہ قطع الوتین بانظہار کیدہ المقترین میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں
 کی ٹبری دلیل بیچہ ہے کہ اگر مرزا صاحب مقتدی علی اللہ ہوتے تو ۲۳ سال
 یا اوبس سے زیادہ اونکو بہلت نہ ملتی اور مرزا صاحب نے بھی شہار جاری
 کیا کہ اگر کوی شخص ایسا مقتدی علی اللہ دکھا دے جسے ۲۳ سال کی بہلت

پای ہو تو ہم اوسکو پانچ سو روپیہ انعام دیویں گے۔ اوسپر حافظ محمد یوسف صاحب نے ایک فہرست جی پیش کر دی جس میں ۲۳ سال سے زیادہ جن مفقویوں کو مہلت ملی اونکے نام درج تھے۔ مگر مرزا صاحب نے نہ اوسکا جواب دیا نہ اوس وعدہ کا ایفا کیا جو اشتہار میں کیا تھا۔ فہرست رسالہ مذکور میں لکھی گئی ہے اصل دلیل اونکی یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ** یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات اپنی دل سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم اونکے دل کی رگ کاٹ دیتے یعنی ہلاک کر دیتے۔ اس سے اونکا مقصود بھی ہے کہ اگر خود بھی خدا پر اقرار کئے ہوتے تو اس آیت شریفہ کے مطابق بہت جلد ہلاک کر دئے جاتے اور اس میں اونکی خصوصیت نہیں جسے خدا پر اقرار کیا فوراً ہلاک کر دیا گیا کوی ۲۳ سال تک زندہ نہ رہا اگر رہا ہو تو اوسکا نام بتایا جائے۔

مرزا صاحب ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہنے والے مفقویوں کی نظیر میں جو طلب فرماتے ہیں اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیا اس مدت کو مفقوی کی برائت میں کوی خصوصیت ہے۔ کیا تیس برس تک کوی مفقوی زندہ نہیں رہ سکتا اور ۲۲ برس تک رہ سکتا ہے اگر ایک سال بھی کسی مفقوی کو مہلت ملے تو وہ بھی مثل مرزا صاحب کے کہہ سکتا ہے کہ اگر میں مفقوی ہوتا تو اتنی مدت جس میں پوری چار فصلیں گزرین مجھے کبھی مہلت نہ ملتی۔ کیا یہ قول اوسکا قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ الغرض مرزا صاحب ۲۳ کی مدت جو مقرر کر رہے ہیں وہ درست نہیں صرف ایسے لوگوں کی فہرست کافی تھی جنکو باوجود اقرار کے کچھ مہلت ملی۔

اصل یہ ہے کہ دارالنجریا قیامت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا نُؤَخِّرُهُمْ
 لِيَوْمٍ تَشْتَكِي فِيهِ الْاَبْصَارُ اگر افرات کا یہ لازمہ ہوگا کہ اسی عالم میں اوسکی ضرورت
 تو تحلف لازم کا ملزوم سے عقلاً درست ہونے کی وجہ سے یہ لازم ہوگا کہ مجرد
 افرات کے فوراً نہرا ہو جائے حالانکہ مرزا صاحب بھی اسکے قائل ہیں کہ مسیحا کذاب
 وغیرہ گذرے ہیں اور اوکو مجرد افرات کے شرانہیں ہوی اور ایسے لوگ جس میں سال
 بھی اکثر زندہ رہتے ہیں مسیحا کذاب بھی کو دیکھ لیجئے کہ اسقدر اوسکو مہلت ملی
 کہ لاکھ آدمی سے زیادہ کو اوستے فراہم کر لیا۔ وہ زمانہ وہ تھا کہ خود نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ وغیرہ کل صحابہ
 موجود تھے ہدایت روز افزون ترقی پر تھی ملک خاص عرب کا تھا جسکو منبع
 ہدایت ہونے کا فخر حاصل ہو چکا تھا ایسے متبرک زمانہ اور متبرک مقام میں
 جب اوسکو اسقدر مہلت ملی تو اس زمانہ میں جو ضلالت روز افزون تھی کہہ رہی
 ہے اور ہندوستان جیسے ملک میں کسی مفسری علی اللہ کو چھپس تیس سال مہلت
 مل جائے تو کیا تعجب ہے بلکہ زمان و مکان وغیرہ حالات کی مناسبت سے
 دیکھا جائے تو اوس زمانہ میں مفسری کو ایک دن مہلت ملنا اس زمانہ کی چھپس
 تیس سال کی مہلت کے برابر ہے الغرض اس سے ثابت ہے کہ مفسری علی اللہ
 کو مہلت ملا کرتی ہے اور وہ استدراج ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے
 سَنَسْتَلِرُكُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُونَ وَاعْتَلَىٰ الْعِزَّةَ لَمَعْنِ مَهْلَت دیکر آہستہ آہستہ
 اوکو ایسے طور پر ہم کہنتے ہیں کہ اوکو خبر نہو۔ مرزا صاحب جو جلدی فرماتے ہیں
 کہ اگر مفسری ہوں تو چاہتے تھے کہ عذاب اتر آئے سو اسکا جواب قرآن شریف میں

پہلے صحت ہو چکا ہے تو یہ تعالیٰ وَلَئِنْ أَنتُمْ نَاعْتَمِدُوا الْعَذَابَ إِلَىٰ آخِرِ مَعْدُودَاتِهِ
 لَيَقُولَنَّ مَا كُنْتُمْ أَكْثَرُ عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ كَذِبًا لَيْسَ بِكُمْ مَعْرُوفًا وَعَمَّا يَبْرَهُمْ نَعْمَ الْكَرَامُونَ كَيْفَ
 مِثْلُ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ رَبَّكُمْ قَبْلَ هَذَا
 تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا
 کہ زیادتی مہلت کا سبب زیادتی غضب الہی ہوتا ہے تاکہ مفسری دل کہوں کہ
 انفریڈ ازمان کرے اور پورے طور پر حجت قائم ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے
 تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا
 کہ خوب گناہ کریں۔

اور آریہ شریفہ وَتَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا
 صحیح نہیں ہو سکتا اسلئے کہ تمام انبیاء خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ
 کے مقرب بارگاہ الہی میں اپنی شان سے ہے کہ انفرادیہ زواہل کا خیال تک
 نہ آنے دین ایسا واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بعض مجال وہ ایک بھی انفریڈ کر لے
 ہلاک کر دئے جاتے اور دوسرے انبیاء کے حالات سے بھی ظاہر ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ
 خلاف مرضی حرکات سے سخت سخت معصیتیں اونپر ڈالی گئیں۔ بخلاف اون
 نوگون کے کہ اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور انکا تو لازمہ یہی ہے کہ ان
 ایسے صحت کام کیا کریں چنانچہ حق فرماتا ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
 مَشِيئًا طَائِفًا مِّنَ الْآدَمِيِّينَ وَالْحِجْرِيْنَ يُوْحَىٰ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ يٰۤاٰتَمَّ طَائِفًا مِّنَ
 ہر نبی کے دشمن بننے مقرر کر دے تھے اور ارشاد ہے تَوَكَّلُوا عَلَىٰ رَبِّكُمْ قَبْلَ هَذَا
 جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَلْبٍ مِّنْكُمْ مِّنْجِيًّا لِّمَنْ يَّكْفُرُ بِآيَاتِنَا يٰۤاٰتَمَّ طَائِفًا مِّنَ الْآدَمِيِّينَ

گناہگار بننے پر یاد کر دے تاکہ اون میں سکاریاں کیا کریں۔

الحاصل ۲۳ سال یا او اس سے زیادہ کوئی فقیری علی السد زندہ رہتے تو بیچہ سمجھا جائے کہ وہ مفتری نہیں بلکہ یہی سمجھا جائیگا کہ وہ اسی کام کے واسطے مقرر کیا گیا ہے اگر مثل فرعون کے صد ہا سال بھی زندہ رہ سکیا تو وہی اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہتا جس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ بھہرا عالی مسیح کی نشانیاں اور دلائل تھے اب اصلی عیسیٰ علیہ السلام کی علامتیں بھی سنئے جو صحیح صحیح احادیث میں وارد ہیں مگر اس مقام میں پہلے غور کر لیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں آنا کوئی عقلی مسئلہ نہیں جس میں رائے لگانا جائے اس بات میں جو احادیث وارد ہیں اگر علیحدہ کر دئے جائیں تو یہ مسئلہ اس قابل نہیں رہتا جسکی طرف توجہ کی جائے اسوجہ سے مرزا صاحب کو نیچر و نئے شکایت ہے کہ ان احادیث کو وہ مانتے ہی نہیں۔ غرض کہ مرزا صاحب اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ضرور ماننی جائیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام مانتے ہیں اور ان کے ظاہری معنی بطور فرق عادت عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ درست نہیں بلکہ ایسے طور پر ان احادیث کے معنی لئے جائیں کہ اپنے پر لیتے مرزا صاحب پر صادق آجائیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ ابن مریم کا نام جو ہے لیا اور سکی وجہ یہ تھی (ازالۃ الادلہ ص ۶۹) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسیٰ ابن مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج اور اقبۃ الارض کی حقیقت مشکف ہوئی تھی (ازالۃ الادلہ ص ۶۹) اور انبیا پیشگو نبیوں کی تاویل اور تعبیر

غلطی کہتے ہیں۔ جبکہ مطلب اور ما حاصل مجید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جو عیسیٰ ابن مریم روح اللہ کے نزول کی خبر دی ہے وہ غلط ہے درحقیقت
 عیسیٰ موعود غلام احمد قادیانی ہیں اور ان سے خوارق عادات کوئی ظاہر نہیں ہو سکتے
 بلکہ رد نصاریٰ میں چند معمولی تقریریں لکھ دی گئی ہیں اور ان تمام حدیثوں کی کئی کئی
 پوری ہو جائیگی سبحان اللہ کوہ کندن و موش بر آوردن کا مضمون یہاں پورا پورا
 صادق آ رہا ہے احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کس شد و دہ سے ثابت کیے گئے
 اور ان سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک پنجابی شخص پیدا ہو کر رد نصاریٰ میں چند
 معمولی تقریریں لکھ دی گئی۔ اس بات میں مرزا صاحب کو تکلیف گوارا کرینیکی کوئی
 ضرورت نہ تھی بفضلہ تعالیٰ رد نصاریٰ کرنے والے اس وقت بھی ایسے ہر لوگ
 موجود ہیں کہ عمر پھر کی فراولت کی وجہ سے مرزا صاحب سے زیادہ ان میں سے
 میں یہ طوبیٰ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے عمر کا ایک معتد بہ حصہ تو
 متفرق مذاہب باطلہ کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوا اور اسکے بعد
 جب یک سو سے حاصل ہوئی تو دعویٰ عیسویت شروع ہوا اور اس میں اس قدر
 استغراق اور اٹھاک ہے کہ جبکا بیان نہیں اگر مناظرہ ہے تو اسی مسئلہ میں
 اور تصانیف میں تو ان میں اسی دعویٰ کے دلائل و لوازم پہراونکور و نصاریٰ
 کی نوبت ہی کہاں آئی۔ براہین احمدیہ میں جو وعدہ کیا تھا اوسکا بھی ایفانہ کر کے
 الحاصل جب مجھ مسئلہ نقلی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں اور ان احادیث پر
 جو اس باب میں وارد ہیں ایمان لایا گیا تو ان کے ظاہری معنی پر ایمان لانے سے
 اہل ایمان کیوں روکے جاتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب ازالہ الادہ ماہنامہ میں

خود لکھتے ہیں کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کر کے پراچام ہے۔ اب ان امور کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی علامات احادیث میں وارد ہیں اور ان سے مرزا صاحب کو کیا تعلق ہے۔

(۱) دمشق میں مینار کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے ازالۃ الادہام میں نقل کیا لیکن اوس کے ساتھ صحیح بھی لکھ دیا کہ اوس سے مراد قادیان ہے اور وہاں ایک مینار اس غرض سے تیار کر دیا کہ اگر دمشق نہیں تو مینار بھی وہی جس سے ایک جرح حدیث کا صادق آجائے۔

یہاں بھی امر غور طلب ہے کہ اس حدیث کو نیچر دن نے جو نہ مانا اور مرزا صاحب نے مان لیا ان دونوں میں کیا فرق ہے ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہی فرق ہے جو جہل بسیط اور جہل مرکب میں ہوا کرتا ہے۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام کا حکم عادل ہونا جو اس روایت صحیح بخاری میں صحیح ہے

عن ابی ہریرہ رۛ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی نفسی بیدہ

لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عادلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع

الجزیرۃ ویقبض المال حتی لا یقید احد حتی یکون السجدة الواحدة خیرا من الدینا

وہا فیہا تم یقول ابو ہریرہ واقروا ان ستمتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن

به قبل موتہ ویوم القیمة یلون علیہم شہیداً۔ یعنی قسم ہے خدا کی کہ ابن

مریم حاکم عادل ہو کر تم میں اترے گی اور صلیب کو توڑے گی اور خنزیر کو قتل کرے گی

اور جزیرہ اٹھا دے گی۔ اور اوس کے زمانہ میں مال بیت ہو جائیگا کہ کوئی دولت

قبول کر لیا یہاں تک کہ ایک تجدید دنیا اور مائینیا سے بہتر ہو گا ابوسریہ کہہ
 کہتے ہیں کہ اگر چاہو اسکی تصدیق قرآن میں پڑھ لو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل
 اہل کتاب ادسوقت عیسیٰ علیہ السلام پر ادغلی موت سے پہلے ایمان لائینگے
 اور وہ ادسپر گواہ ہونگے۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام عادل ہونگے کسی بظلم نکتہ
 اور مرزا صاحب کے عدل کا حال اپنے دیکھ لیا کہ ادغلی سدہن کے بہائی نے
 جو ادغلو لڑکی ندی تو ادسکا وبال اپنی بہو پر ڈالا اور اپنے فرزند کو طلاق پر
 مجبور کیا میراث پدری سے خلاف شرع محروم کر دیا اور اسکا کچھ خیال نہ کیا
 کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا ترردوا ذرۃ وزرا اخریٰ کیا کسی ملت میں اسکو
 عدل کہہ سکتے ہیں۔ جب مرزا صاحب پر قواسے شہوانیہ اور غضبانیہ کا
 اسقدر تسلط ہے کہ مہر پدری پر بھی وہ غالب ہیں تو دوسروں کے ساتھ
 کیا عدل کریں گے۔

اس حدیث میں اپنے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس حزم سے قسم کہا کر
 فرماتے ہیں کہ ابن مریم تم میں اترینگے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کو
 اس کشف میں غلطی ہوئی اب اہل ایمان غور کریں کہ معمولی آدمی بھی کسی بات پر
 قسم کہانے میں بحال رجب کی احتیاط کیا کرتا ہے اور ذرا بھی شک ہو تو ادسکا
 ایمان قسم سے ادسکو بروک دیتا ہے بخلات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خود با
 غلط بات پر بے دھڑک قسم کہالی اور عمر بہر ادوسی غلطی پر ہے کیونکہ ادس حدیث
 میں یہ نہیں ہے کہ حضرت نے رجب کر کے بیٹھ فرمایا ہو کہ ادس کشف میں

مجھے غلطی ہو گئی تھی۔ مجھے الزام مرزا صاحب جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا رہے ہیں اوس سے اونکا مقصود حضرت کے کشف اور اقوال کو ساقط کرنا کر دینا ہے اسکے سوا جو جو باحتین اس میں لازم آتی ہیں اونکی تفصیل کرنے میں ہمارا قلم پارہ نہیں دیتا۔ ایک عقلمند ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مجھ کس درجہ کا حلوہ ہے پھر مجھ تک حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر نہیں ہے حق تعالیٰ پر بھی ہے کہ ایسے مکرم اور معصوم نبی پر ایک ایسی بات منکشف کر دی جو غلط تھی اور لغو و بابتہ اوس سے اتنا بھی نہیں سکا کہ اوس غلطی کی اصلاح کر دیتا۔ اب اہل دانش اندازہ کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ایمان خدا و رسول پر کس قسم کا ہے اور ایسے ایمان کو ایمان کہنا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

(۶۲) صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا یا کبچا کی روایت مذکورہ سے ثابت ہے مرزا صاحب نے ازالہ الادہ ص ۲۳ میں لکھا ہے کہ ان احادیث پر اجماع ہو سکتا ہے کہ مسیح اگر جنگوں میں خنزیروں کا شکار کہلے پھر گیا۔ اور کسی مقام میں لکھا ہے کہ کیا اونکا بھی کام ہو گا کہ صلیبوں کو توڑے اور خنزیروں کو قتل کرتے پھریں گے۔ اور اوسکے صفحہ (۸۱) میں لکھتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مسیح دینا میں اگر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے پیچھے کھل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی حیاتی اور نجاست خواری ہے اونپر دلائل کا ہتھیار چلا کر اوس کا کام تمام کر دے گا اس سے ظننا مرزا صاحب کا دعویٰ ہی معلوم ہوا کہ انہوں نے صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے پیچھے کھل ڈالا اور نصاریٰ کے دلائل کا

کام تمام کر دیا۔ مگر قصہ اتم کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نصاریٰ کے مقابلہ میں اسلام حلی کا کام تمام کر ڈالا تھا خیر گذری کہ اہل اسلام نے عملی طور پر اونکو اسلام سے خارج کر دیا ورنہ اسلام پر برا اثر پڑتا جسکا حال ادیرا معلوم ہوا یہ کچھ بات اب تک معلوم نہیں ہوئی کہ مرزا صاحب کی دلائل سے عیسائی مذہب کی شان و شوکت میں کیا فرق آگیا۔ یادریوں کے حلی جیسے پہلے تھے اب بھی ہیں اور جس طرح پہلے اونکی قومی ترقی تھی اب بھی جاری ہے غرض کہ صلیب کے معنی کو مرزا صاحب نے گو بدل دیا مگر اس سے بھی وہ فتنع نہیں ہو سکتے اسی طرح قتل خنزیر کا بھی حال ہے کہ عیسائیوں کو خنزیر قرار دیا اور قتل سے مراد ادھکار دیا گیا مگر کچھ قتل میں اونے نہ ہو سکا بلکہ سچ پوچھنے تو مسٹر اتم صاحب حلی نے اونکو قتل کر ڈالا جسکے مقابلہ میں وہ دم نہ مار سکے۔

مرزا صاحب قتل خنزیر کے معنی میں جو مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں وہ اونکی نا فہمی ہے کوی مسلمان اسکا قابل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کا شکار جنگلوں میں کرتے اور صلیبیوں کو توڑتے ہرنیکے۔ اگر مرزا صاحب کنایہ کی حقیقت سمجھتے ہوتے تو کچھ اعتراض کہہ ہی نہ کرتے۔ مسلمانوں نے کہ صلیب اور قتل خنزیر کا مطلب کچھ سمجھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نصاریٰ مغلوب ہو جائینگے۔ اسلئے کہ صلیب اونکا شعار دین ہے اور خنزیر نہایت مرغوب الطبع ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص ان دونوں قسم کی چیزوں کو نہایت دوست رکھتا ہے اور اونکی حفاظت میں جان کی بھی قربانی کرے گا۔ یہ ایسی چیزوں کو اگر کوئی تلف کر ڈالے اور وہ منہ دیکھتا رہے اور کچھ نہ کرے

مجھ سمجھا جائیگا کہ وہ شخص نہایت مطلوب ہے۔ مرزا صاحب اسکا تجربہ کہیں
 کس صلیب اور قتل خنزیر تو درکنار ذرا بڑی لگاموں سے ان ایشیا کو دیکھتے ہیں
 جس سے معلوم ہو کہ اسکا انجام کیا ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے عیسیٰ علیہ السلام
 کو وہ قوت و شوکت حاصل ہوگی کہ کسی صلیب کو علانیہ توڑ دینگے اور خنزیر کو
 قتل کر ڈالینگے اور کسی مزاحم نہوسلیگا۔ مجھ اونسے کمال شوکت اور غلبہ کی دلیل
 بھی وجہ ہے کہ آخر یہاں تک نوبت پہنچ جائیگی کہ سوائے اسلام کے کوئی دین
 باقی نہیگا۔ کل نصاریٰ مسلمان ہو جائینگے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَن يَّ
 مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَلْيَوْمِئَاتِ بِهِ قَبُلُ مَوْثِقَةٍ** اور حدیث شریف میں **عَنْ أَبِي بَكْرٍ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَهْلِكَ لَدُنِّي زَمَانَةٌ (اسے زمانہ عیسیٰ علیہ السلام)
 الملل کلہا الا الاسلام رواہ احمد ابو داؤد یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سوائے
 اسلام کے کوئی دین باقی نہیگا الحاصل کس صلیب اور قتل خنزیر عیسیٰ
 علیہ السلام کی علامت مخصوصہ ہے کسی طور سے مجھ علامتین مرزا صاحب
 میں نہیں پائے جاسکتیں۔**

(۵) وضع جزیہ جو بخاری شریف کی حدیث میں مذکور ہوا۔ مجھ علامت بھی مرزا
 میں ہرگز نہیں پائی جاسکتی اور نہ اسکے پائے جانے کی توقع ہے اسلئے کہ اگر
 بالفرض اونکی حکومت اونسے مریدوں پر فرض کی جائے تو بجائے اسکے کہ وہ
 جزیہ موقوف کرتے اور نئے جزیہ جس قسم کا ممکن ہے برابر وصول کرتے ہیں جیسا
 اخبار الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے اور اگر جزیہ لے مراد وہ رقم ہے کہ خاص کافروں
 سے لی جاتی ہے تو ہندوستان میں اسکا وجود ہی نہیں اور نہ مجھ توقع ہے کہ

مرزا صاحب کی موت سے پہلے اسکا رواج ہوا اسلئے اسکا موقوف کرنا اسی طرح
 صادق نہیں آسکتا۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب
 نے جو دمشق کو تادیان اور اپنے کر عیسیٰ بوعود قرار دیا ہے وہ غلط ہے
 اسلئے کہ اگر وہ عیسیٰ ہوتے تو جزیرہ موقوف کر دیتے اور وہ ممکن نہیں بخلاف
 عیسیٰ علیہ السلام کے جب دمشق میں اترینگے جزیرہ موقوف کر دینگے جسکا رواج
 وہاں موجود ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام تک بھی جاری رہیگا جس سے
 یہ علامت بھی پوری ہوگی۔

(۶) مال بے حساب تقسیم کرنا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں مذکور ہوا۔ اور
 مسلم شریف میں ہے ولید عن ابي المال فلا يقبل احد اور مسند امام احمد و بخاری
 و مسلم و ترمذی میں ہے کہ وليقض المال حتى لا يقبل احد اور نیز بخاری و مسلم میں ہے
يلتزمكم المال لفيض حتى يهرق الدم من ليل صدقة فيقول الذي يعرضه
عليه لا ارب لي بها اور روایت مسلم میں ہے كفون في آخر الزمان خليفة تقسم المال
 ولایعدہ بجمہ کل حدیثین مرفوع میں اور اس مضمون کی کئی روایتیں وارد ہیں
 جنکا مضمون یہ ہے کہ قیامت کے قریب مال بکثرت ہوگا اور زمین سے
 نکلنے آئے گئے اور ہمدی اور عیسیٰ علیہما السلام بے حساب تقسیم کریں گے
 یہاں تک کہ اس کے لینے کے لئے جگہ نہ رہے وہ یہی کہیگا کہ مجھے حاجت نہیں۔
 مرزا صاحب ازالۃ الادہام ص ۶۵۶ میں یہ شریفہ قید لگ فلیفرحوا ہوا
 جمیعہوں اسکا ترجمہ لکھتے ہیں کہ او کو کہدے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے
 قرآن میں قیمت مال ہے اسکو تم خوشی سے قبول کرو۔۔۔ یہ اسباب کی

اشارہ ہے کہ علم و حکمت کے مانند کوئی مال نہیں ہے وہی مال سے جسکی نسبت
 پیشگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر مال کو اس قدر تقسیم کر لگا کہ لوگ
 لیتے لیتے تک جاینگے۔ یہ نہیں کہ مسیح درم و دینار کو جو بصدق آتی آیت
 انا اموالکم و اولادکم فتنہ ہے حج کر لگا اور دانستہ ہر ایک کو مال کثیر دیا
 فتنہ من ذال دیکھا۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ ہر کس و ناکس کے زبان زد ہے کہ ایسہمہ شکل برآ
 ایک مدت تک جان فشاہی نکر کے عیسویت پیدا کی گئی اور اقسام کی تدبیروں
 سے روپیہ بچایا گیا مثلاً مینار اور مسجد اور مدرسہ کی تعمیر پیش کر کے۔ خط
 و کتابت و مہانداری کی ضرورتیں تباہ کے۔ کتابوں کی تصنیف اور اشاعت
 کے ذریعہ سے۔ تصویریں بکوا کر غرض کہ جو روپیہ بڑی بڑی مشقتوں سے
 جمع کیا گیا اپنی اور اپنے پس ماند گون کی ضرورتوں اور اسباب راحت میں
 صرف نکر کے عیسویت کے لحاظ سے مفت تقسیم کر دینا کوئی عقل کی بات نہیں
 اسلئے بچاؤ کی جھٹ بھیر نکالی کہ عیسیٰ جو مال تقسیم کر لگا وہ جیہ مال نہیں جو لوگ
 خیال کرتے ہیں بلکہ وہ مال قرآن ہے فی الحقیقت مال کا بے دریغ اس طرح
 راہ خدا میں خرچ کر دینا مشکل کام ہے اور جیہ مال کی جگہ قرآن خرچ کرنا صرف
 مرزا صاحب ہی کی رائے نہیں قدیم زمانہ میں بھی بعض لوگوں کی یہی رائے
 تھی چنانچہ سدی ۱۱ فرماتے ہیں۔

اگر اللہ کوئی صد بچواند بدیناری چو خرد رگل بماند
 مرزا صاحب نے قرآن کو مال اس قرینہ سے بنایا کہ آیہ موصوفین قرآن

کی تفصیل مال پر دی گئی کہ اقال تعالیٰ دہو خیر مایمجنون مگر عیہ استدلال صحیح
 نہیں اسلئے کہ عیہ بھی قرآن شریف میں ہے **لَعَفْرَةٌ مِّنْ اَللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّنْ
 عِشْرُونَ** یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت اوس مال سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے
 مرزا صاحب کے استدلال کی بنا پر یہاں بھی عیہ کہنا پڑیگا کہ مغفرت بھی
 مال سے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا۔ غرض کہ قرآن کے
 علوم کو مال نہیں کہہ سکتے اس صورت میں جن احادیث میں صراحتہ وارد
 کہ عیسیٰ علیہ السلام بے حساب مال تقسیم کریں گے اوس سے عیہ مراد نہیں
 ہو سکتی کہ وہ علوم قرآنیہ تقسیم کریں گے۔

البتہ باوی النظر میں مرزا صاحب کا عیہ اعتراض ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ
 مال تقسیم کرنے کے لئے اوسکا جمع کرنا بھی ضرور ہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام
 کی عیہ شاکن نہیں کہ مال جمع کریں۔ اگرچہ اسکا جواب عیہ ہو سکتا ہے کہ جب
 مرزا صاحب کو عیسویت کا دعویٰ ہے تو یہ وہ اقسام کی تدبیروں سے مال
 جسکو خود فتنہ کہتے ہیں کیوں جمع کر سکتے ہیں مگر تحقیقی جواب اوس شبہ کا عیہ ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی بلکہ اوس زمانہ میں
 مال زمین سے ایلگ جیسا کہ احادیث موصوفہ میں **و ل ی فیض المال تبصر** صحیح موجود ہے
 بیان بھی مرزا صاحب کے دہو کا دیا۔

مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ مسیح اتنا مال یعنی علوم قرآنیہ تقسیم کرے گا کہ لوگ
 لیتے لیتے تھک جائیں گے اور ایک مقلم میں عیہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اود مال اتنا
 تقسیم کروں گا کہ لوگ لے نہ سکیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے معتقدین

اس مصنوعی مال سے اتنا سرمایہ علمی حاصل کر لینگے کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہونگی۔ مگر حدیث شریفین میں یہ ہے لید عن ابی الممال فلان یقید احدینے وہ لوگ مال لینے کے لئے بلائے جائینگے مگر کومی اس کو قبول نہ کریگا جسکا مطلب یہ ہے ہوا کہ وہ لوگ اس سے اعراض کرینگے اور ظاہر ہے کہ علوم قرآنیہ سے اعراض کرنا دلیل کفر ہے۔ اہل اسلام تو بلحاظ آیت شریفہ و قیل لربنا انزلنا علیہ ہمیشہ زیادتی علم کے طالب رہا کرتے ہیں بخلاف اسکے مال سے اعراض کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ شرعاً ممدوح ہے الغرض مال معنی علم ہونہیں سکتا۔

میرزا صاحب نے مال ہی جو تو ہیں کی ہے کہ وہ فتنہ ہے اور مسیح مال دیکر لوگوں کو فتنہ میں کیوں ڈالے گا معلوم نہیں یہ کس حالت میں انہوں نے لکھ دیا جس فتنہ کو گہرے نکال دینا عیسویت کی شان سے بعید سمجھتے ہیں اسی فتنہ کو اقسام کی تدبیروں سے خود جمع کر رہے ہیں اور قوم کے روبرو اپنی محتاجی بیان کر کے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ کچھ امداد اور وجہ کیا کہ ازانہ الا وہام

۹۵ سے ظاہر ہے اور سپر یہ دعویٰ کہ میں عیسیٰ ہوں۔ شاید میرزا صاحب یہاں یہ بھی اعراض کرینگے کہ زمین سے مال بلنا خلافت ہے مگر یہ اعراض قابل توجہ نہیں اسلئے کہ آخر زمین میں دینے معدن موجود ہیں اور سلطان کو اکثر شاہی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر ہے کہ اون ذخائر عینی علیہ السلام کو مطلع فرما دے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کی قدرت طی میں کلام ہے ہم اسکا جواب یہاں ندینگے اون کتابوں میں دینگے جہاں بمقابلہ کفار صفات الہیہ ثابت کی جاتی ہیں۔

الغرض مرزا صاحب مال سے مراد ان احادیث میں جو علوم قرآنیہ لیتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ دراصل وہ ایک ایسی علامت عیسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے کہ ہر مسلمان اوسکو دیکھتے ہی یقین کر لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اتر آئے۔ اور چونکہ مرزا صاحب کے زمانہ میں نہ مال اسقدر و فور سے ہے نہ وہ بے حساب تقسیم کر سکتے ہیں بلکہ خود بھی لوگوں سے وصول کرنے کی فکر میں دن رات مصروف ہیں اس سے یقیناً مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

(۷) کل ادیان ہلاک ہو کر ایک دین اسلام باقی رہے گا۔ جیسا کہ روایت امام احمد اور ابی داؤد سے ادر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیہلک فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام بیان للناس من فتح الباری سے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الادام ص ۱۵۷ میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں تحصیل علوم رہن ہو رہی ہے ہمارے زمانہ کی سنی روشنی عجیب طور پر ایمان اور دیانت کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ فلسفی مغالطات نے سادہ لوحوں کو طرح طرح کے شہوات میں ڈال دیا ہے خیالات کی تعظیم کی جاتی ہے۔ حقیقی صداقتیں اکثر لوگوں کی نظر میں کچھ حقیر سی معلوم ہوتی ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ یاد دہی لوگ ہمیشہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں کہ تالیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار کرستانوں کا پہنچ گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس تحریر کے بعد کرستان اور بھی بڑھا گئے۔

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کا زمانہ اسلام کے حق میں کیسا منحوس ہے جس میں لائبریری اور کفر کی رفرز افزوں ترقی ہے جسکے خود وہ معترف اور شاکی ہیں۔ کیا اس کتب خانے کا مشاہدہ کے بعد کسی مسلمان کو جسکو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور احادیث نبویہ پر ایمان ہے مرزا صاحب کے مسیح ہونے کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ کیا عیسیٰ موعود کا یہ بھی کام ہے کہ کفر و الجاد کی شکایت کر کے زور پیہ جمع کر لے جیسا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں بھی کام کیا کہ اس قسم کی تقریریں کر کے اس کتاب کی لاگت سے وہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ روپیہ وصول کر لیا اور آخر میں لکھ دیا کہ ایک شب اپنے خیالات کی شب تار یک میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح صحر کر رہا تھا کہ ایک فوج بردہ غیب سے انی انارکب کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی تھی سوا ب کتاب کا متولی اور متمم ظاہر و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک پہنچانے کا ارادہ ہے اور دین اسلام کا وہی حافظ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جتنے دلائل قائم کرنے کا وعدہ تھا اب اسکی ضرورت نہ رہی اور دین کا خدا حافظ ہے۔ اگر پادری۔ لائبریری اور آریہ وغیرہ مسلمانوں کی تعداد کہتا دین اور کفر کی اشاعت کریں تو عیسیٰ کو اس سے کیا تعلق۔ اگر کوئی کافر بھی ہو جا تو مرزا صاحب صاف کہہ دینگے انی برائی منک انی اخاف اللہ رب العالمین۔

(۸) دشمنی بغض اور حسد کا دفع ہو جانا۔ جیسا کہ روایت صحیح مسلم سے ثابت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیذہن الشخار والفاغض والحاسد

کنز العمال ج ۷ نمبر ۲۱۲۶ -

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں ان صفات کا وجود ہی
 اس لئے کہ جب کل اویان بجا کر اسلام ہی اسلام رہے جائیگا تو اصلی اخوت اسلام کا
 قائم ہو جائیگی۔

اب مرزا صاحب کی عیسویت کا دورہ بھی دیکھ لیجئے کہ جہاں اسلام میں
 بہتر فرقہ تھے انہوں نے ایک فرقہ ایسا بنا دیا کہ جسکو اذان میں کسی کے ساتھ
 اتلاق نہیں اور اس فرقہ کی عید کیفیت کہ تمام مسلمانوں کا دشمن۔ ایک مسلمان
 آج اپنے گھر میں خوشی سے بیٹھا ہے کہ کل مرزا صاحب کانٹر اوسپر اثر کر رہے
 اپنے گنبد بہرگاہ دشمن ہو گیا اور طرفین سے سب دشمن اور زور و ضرب کی نوبت
 پہنچ رہی ہے۔ اور دونوں فوجداری میں کھینچے جا رہے ہیں۔ اب مرزا صاحب
 صلی الصافات سے کہیں کہ مسلمان اپنے نبی کی بات مان کر ایسے مسیح کا استظا
 کریں جس کے زمانہ میں اس خلافت کا وقوع ہوا ایک بات مان کر اپنے نبی کی حد
 کو چھوٹی ثابت کریں۔

(۹) باطنی اثر سے امن قائم ہو جانا اسطور پر کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چتھے گاؤں کے
 ساتھ اور پھیرے بکریوں کے ساتھ چرینگ اور اڑکے ساتیوں کے ساتھ کسلنگ
 جیسا کہ مسند امام احمد اور مستدرک حاکم من مردی سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

و تقع المانعة علی ال الارض حتی ترضی الاسود مع الابل والنور مع البقر والذباب

مع العنق ویلعب الصبیان بالیات فلا یفرحکم کنتھ العال جلد ۷، نمبر ۲۱۴، ۲۱۵

مرزا صاحب از آلہ الامام ص ۵۶۴ میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے ایک دوسری شکل بھی

بطور استعارہ لکھ فرمادے کہ جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے حال کے

مناسب حال ایسا ہی ایک مسیح تم سے طعی دیا جاو گیا اور وہ تم میں حکم ہو گا اور
 تمہارے گنہگاروں کو دور کر دیا جائیگا اور ساریوں کے زہر نکال دیا اور کچے پتھر
 ساریوں کو دور کر دیا جائیگا اور ساریوں کے زہر نکال دیا اور کچے پتھر
 کہ جب مذہبی اختلافات دور ہو جائیں تو ایک خدا فطرتی محبت کا چترہ چلے
 مارے گا اور نصیب کے زہر نکل جائیگا اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر ٹیکہ
 کرے گا اور سب مل کر کوشش میں لگیں گے کہ اسلام کو برپا کیا جاوے اور مسلمانوں
 کی کثرت ہو جیسا کہ آج کل کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہان تک ممکن ہے
 ظم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم و فتوے سے دین اسلام
 سے خارج کر دے جائیں اور اگر نزار وجہ اسلام کی بامی جاوے تو اوس سے
 چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ایسا کافر بہرا
 دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہے اور جیہ سب

ملا یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کہانے واسے کیشے میں الخ
 پہلے مرزا صاحب کی مسیحائی بر اوں حالات کو جو احادیث موصوفہ میں وارد
 ہیں انہی کی تقریر کے موافق تطبیق کر کے دیکھ لیجئے۔ مسلمان تو بقول انہی
 یہودی ہو گئے اور مرزا صاحب مسیح ہیں۔ ضرور تھا کہ مرزا صاحب کل
 مسلمانوں کے تقصیب کا زہر نکال دیتے اور کل ان اسلام مل کر اسلام بڑھانے
 کی کوشش کرتے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے مگر اب تک اسکا ظہور نہوا۔ جس وقت
 جیہ تقریر مرزا صاحب نے نکال کر سے کی ہوگی خوش عقدا لوگ امانت و صداقت
 کہہ کر دل میں غموش ہوئے ہونگے کہ مرزا صاحب کا وجود نصیحت غیر مترقبہ ہے

جہاں تک ہوسکے دل سے اونکی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ براہین احمدیہ کو
 لوگوں نے سو سو روپیہ دیکر خرید لیا مگر اذکوناد م ہونا پڑا کہ پچیس تیس سال سے
 بنگلہ جیب سے مرزا صاحب کا خیال اس طرف ہوا غالباً پچاس سال سے بھی زیادہ
 عرصہ گزر چکا ہے اس مرتبہ میں بجائے اسکے کہ تعصب مذہبی دور ہو جانا
 اونکے طفیل سے ایک نیا تعصب ایسا قائم ہو گیا ہے کہ اوسکا اٹھنا اونکے بعد
 بھی بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ مرزا صاحب کا اب وہ زمانہ اگیا ہے کہ اگر بیمار
 رہتے ہیں اور چل چلاؤ کی فکر میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ وہ گرم جوشیاں بھی طاقی میں
 کیا اب بھی توقع ہے کہ مرزا صاحب کل مسلمانوں کو ایک کر کے کفار کے مقابلہ
 میں کھڑے کر دیں گے۔ ہرگز نہیں مگر خوش اعتقادوں پر تعصب مذہبی اب ایسا
 مسلط ہو گیا ہے کہ وہ اب بھی مرغی کی اکیسٹاٹنگ کہے جائینگے۔ سیوجہ سے
 آدمی کو ضرور ہے کہ سوچ سمجھ کر بہت احتیاط سے کوئی مذہب اختیار کرے۔
 کیونکہ اختیار کرنے کے بعد تعصب کی دیوار آٹالے پیچھے ایسی بند ہو جاتی ہے کہ
 اوسکا توڑنا مشکل ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ

مَسَدًا وَمِنْ خَلْفِهِمْ مَسَدًا

مرزا صاحب مولویوں کی شکایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو وہ کم کرتے ہیں
 انصاف سے دیکھا جائے کہ مولویوں نے صرف چند قادیانیوں کو مسلمانوں سے
 خارج کر دیا تھا۔ مرزا صاحب نے تو کروڑوں مسلمانوں کو اسلام سے خارج
 کر دیا جنکے اعتقاد قرآن و حدیث اور اجماع کے مطابق ہیں۔ اور اپنی قوم کو ضا
 حکم دیدیا کہ کسی مسلمان کے پیچھے ہانڈ نہ پڑیں اور اونسے من جمیع الوجوہ اجتناب کر

مفارقت اختیار کریں اور وجہ اسکی صرف یہی کہ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لگتا
اب غور کیا جائے کہ چند قادیانیوں کو کرڑ پامسلانوں کے ساتھ کیا نسبت ہے
پر جب چند قادیانیوں کو خارج کرنے سے علماء اسلام بدسرشت اور ایک دوسرے
کو کہانے والے کیڑے قرار دے گئے تو مرزا صاحب کا لقب واقع میں کیا ہوگا
اور جو جہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی ہے وہ
کس درجہ کی بیہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔

مرزا صاحب نے بیٹھ بکریاں وغیرہ الفاظ حدیث کے معنی جو مجازی نہیں
اسکی وجہ ظاہر ہے کہ اونکے نزدیک ممکن نہیں کہ بیٹھ بکری کو اور شیر اوست
کو نہ کہائے اور درند سے اپنی صفت درندگی کو چھوڑ دین کیونکہ مجازی معنی
اسی وقت لئے جاتے ہیں جب حقیقی معنی نہ بن سکیں۔ اب بھید دیکھنا چاہئے کہ
حقیقی معنی ان الفاظ کے کیوں نہیں بن سکتے۔ اگر مرزا صاحب بھید کہیں کہ عادت
کے خلاف ہے تو وہ مسلم ہے لیکن مسلمانوں کے بلکہ حکم کے بھی نزدیک بھید بھی تو
مسلم ہے کہ انبیا اور اولیاء سے خلاف عادت امور بھی ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور
اگر بھید کہیں کہ حیوانات کے مقتضائے طبع کا دور کرنا خدا کی قدرت میں بھی نہیں
تو ہر اونکے کفر میں شک کیوں کیا جا۔ اور بھید تو ظاہر ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی
خالقیت کے قائل ہو گئے تو اسکو ماننا پڑ لگا کہ جسے اونکو صفت سبحیت دی
ہے وہ اسکو سلب بھی کر سکتا ہے مرزا صاحب کی اس تقریر سے استفاد ہوتا ہے
کہ نہ اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اعتبار ہے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت
کا یقین ہر اونسے اس بارہ میں گفت و گو بھی کیا۔

انگلس کہ زقرآن و خبر زو نہ ہی ایست جو ایش کہ جو ایش نہ ہی
 ہم اپنے ہم مشربوں سے خیر خواہانہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تقریروں سے اپنے
 ایمان کو صدمہ نہ پہنچنے دیں اور قرآن حدیث کے مقابلہ میں کسی کی بات نہ سنیں
 عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی نسبت تو خاص خاص اہتمام منظور رہی ہیں چنانچہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتصریح فرمایا ہے: **تَابِعِي الْخَلِيفَةَ مِنْ اِيَّامِ سَيْرَتِي**
 نے مالک ابن دینار وغیرہ اکابرین کے چشم دیدہ اثبات نقل کیے ہیں کہ عمر ابن
 عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 الحاصل مرزا صاحب نے صرف اپنی عیسویت جاسنے کی غرض سے یہ کلام کیا کہ
 جتنے خوارق عیسیٰ علیہ السلام کی خیرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں
 تاویلین کر کے اونکی وقت کہو دی اور اونکو معمولی باتیں قرار دیکر اپنے پیغمبر صلی
 اگر غور سے دیکھا جاسے تو اسکی انہن تمام سابقہ میں بھی مل سکتی ہیں دیکھئے حق تعالیٰ
قرآن شریف میں خبر دیتا ہے **اَلَمْ نَرَاكَ اِلَى الدِّيْحِ حَاجًّا اَنْزَا اِهْمِيْمَ فِي سَرَابٍ اَنْ**
اَنَا اللهُ الْمَلَكُ اِذْ قَالَ اَنْزَا اِهْمِيْمَ سَرَّحِي اَلَّذِي مَجِي وَ اِهْمِيْمَ قَالَ اَنَا
اَجْمِي وَ اِهْمِيْمَ واقعہ یہ ہے کہ لوگ غلہ لینے کے لئے مزد کے پاس جاتے
 تھے اور اوسکی عادت تھی کہ اونسے پوچھتا کہ تمہارا رب کون ہے اگر وہ کہتے کہ
 تو صی ہمارا رب ہی تو اونکو غلہ دیتا ایک بار ابراہیم علیہ السلام بھی ضرورہ اوسکے
 پاس گئے اور اسنے حسب عادت آپ سے بھی پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے اپنے
 فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اوسنے کہا مجھ صفت تو
 مجھ میں ہے جسکو چاہتا ہوں مار ڈالتا ہوں اور جسکو چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں

جنانچہ دو شخصوں کو بیکڑ کر ایک کو قتل کر ڈالا اور ایک کو زندہ چھوڑ دیا جیسے براتمہ تفسیر وغیرہ میں
میں امام سیوطی رحم نے ذکر کیا ہے۔

دیکھئے حضرت اچیا و امانت جو خاصہ باری تعالیٰ ہے اوسکی آدھل کر کے نثر و ہنر کے لیے
محمولی ایت بنا دی اور اپنے پر نطق کر لیا جس طرح مرزا صاحب کو رہے ہیں۔

مرزا صاحب نے مسلمانوں کی نسبت تو فرمادیا کہ وہ یہود بن گئے مگر افسوس ہے
کہ اپنی حالت کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ کیا بن گئے۔ اگرچہ اونکو اعتراف ہے کہ وہ یہودیوں

کے مثل ہیں جیسا کہ عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں (جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے
مناسب حال ایسا ہی ایک رسم میں سے دیا گیا) مگر ان تقریروں سے ظاہر ہے

کہ اسی پر اکتفا نہیں۔
بہر حال یہ علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں مرزا صاحب کے زمانہ میں جناب
نہیں آسکتیں اس وجہ سے وہ مسیح موعود ہونہیں سکتے۔

(۱۰) شب معراج خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دجال
کے قتل کے لئے میں مامور ہوں اور زمین پر اتر کے میں سعی اوسکو قتل کرونگا۔

جیسا کہ امام احمد رحم اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور اور بیہقی نے روایت کی ہے
عن ابن مسعود رحم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیم لیلة اسری بی ابراہیم

وموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام فذکروا امر الساعۃ فذکروا امرہم الی ابراہیم فقال لا علم
لی بہا فذکروا امرہم الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فذکروا امرہم الی عیسیٰ فقال اما و جہتہا

فلم یسأ احد الا اللہ و فیما عہد الی ربی ان الدجال خارج و معی مضمیان عا دارانی
ذاب کما یدوب الرصاص فہلک اللہ اذ ارا فی الحدیث یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ شب مہراج مجھ سے اور ابراہیم اور موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی
 اثنائے گفت و گو میں قیامت کا ذکر آیا ہم سب نے ابراہیم علیہ السلام سے اسکا
 حال دریافت کیا انہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی
 لاعلمی ظاہر کی مگر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھ تو سوا خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا
 کہ وہ کب ہوگی مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ جال نکلنے والے ہے اور خدا تعالیٰ نے
 مجھے معلوم کرا دیا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ دو چہرے ہیں جو ابھی جب وہ مجھے
 دیکھ لیا تو سیسے کی طرح نکلنے لگیگا۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب شاہجہان پوری نے شفاء للناس میں فتح الباری سے
 نقل کیا ہے کہ مجھ حدیث مسند امام احمد اور ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے اور حاکم
 نے کہا مجھ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں مجھ سے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 نے وہ جال کے نکلنے کا حال کہا کہ میں اس وقت اتروں گا اور اسکو قتل کروں گا۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے مجھے وہ جال کے قتل کے لئے معین فرما دیا
 اور میں زمین پر اتر کر اسکو قتل کروں گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو صرف کشف حجاب سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا حال معلوم نہیں ہوا تھا بلکہ خود
 عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے حضرت سن چکے تھے۔ اس سے وہ احتمال بھی جاتا
 رہا جو مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اس کشف میں حضرت کو نعوذ باللہ غلطی ہوئی ہے
 مرزا صاحب غالباً یہاں مجھ شبہ پیش کرینگے کہ ان انبیاء کے مقامات ایک
 آسمان پر نہیں ہر سب کا اتفاق اور مجمع ایک جگہ کیسے ہوا۔ مگر اہل اسلام کے

نزدیک ایسے رکیک شبہات قابل توجہ نہیں اسلئے کہ اولیاء اللہ کو اس علم میں بھیجا
 حاصل ہے کہ وقت واحد میں متعدد مقامات میں رہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی
 کتاب المتحلی فی تطور الہولی میں اسکو دلائل سے ثابت کیا ہے اور اولیاء اللہ کے
 تذکروں میں اسکی نظر زکاشرت موجود ہیں۔

الحاصل اس حدیث کے دیکھنے کے بعد اہل ایمان کو اس میں کوئی شبہ نہ ہو گیا کہ مرزا صاحب
 نے اپنی عیسویت ثابت کرنے کے لئے جتنے تمہیدات کی ہیں کہ خدا نے میرا نام
 عیسیٰ رکھا ابن مریم رکھا اور بھیجا اور وہ کہا سب سخن سازبان اور اقرابین۔
 اور کوئی الہام اونکا اس قابل نہیں کہ اس حدیث کے مقابلہ میں آسکے۔

مرزا صاحب نے مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلہ میں جو تقریر کی ہے
 الحق الصریح صحت انی حیوۃ المسیح من لفظ بلقظ لکھا ہے اس تقریر میں مرزا صاحب
 فرماتے ہیں۔ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث

ہے مگر آخر حدیث تو ہے مجھ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مغربی کا اقرا ہے۔

مولوی صاحب پر فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح اقرا
 ثابت کرتے اور یہ ثابت کر کے دکھلاتے کہ مجھ حدیث موضوعات میں سے ہے

مجرب وضع حدیث کا بیان کرنا اسکو بجلی ثبوت سے روک نہیں سکتا۔ امام زہری
 حضرت ابو حنیفہ فخر الامیر سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی

قیاس کو چوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحیح مستہ میں میں باعث بعض
 راویوں کے قابل مرجح یا مرسل اور منقطع الاسناد میں وہ بالکل یا یہ اعتبار سے

خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر

مجھ کی بی بی

مرزا صاحب کو جب ضعیف حدیث کے ساتھ یہ خوشترن تھا وہی ہے تو صحیح حدیث سے مرزا صاحب نے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی اعلیٰ السلام کا بیان نہ کر دیا کہ فرمایا ہے وہ تو صحیح ہے بسکی صحت کی تصریح ان کا بر محمد میں ہے کہ وہی ہے اور سکود ضرور مانتے ہو گئے مگر انکی تقریروں سے ثابت ہے کہ وہ اسکو نہیں مانتے۔

مرزا صاحب اپنے استدلال کے وقت جو ضعیف حدیث کے مانتے ہیں وہی مجبور کرتے ہیں اور خود حدیث صحیح بھی نہیں مانتے اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہیکو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دائرہ اسلام سے خارج اگر مسلمانوں کا یہودی بن جانا اور اپنا مسلمان ہونا انکے نزدیک ثابت ہوتا تو اسپر کبھی امر از کرے کہ ضعیف حدیث بھی نبی کی ہم لوگ مان لیں اور خود صحیح حدیث بھی نہ مانیں۔ اور اس میں بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جو انہوں نے یہود قرار دیا تھا اور اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی وہ قطع نظر اسکے کہ واقع کے خلاف ہے خود بھی اسی غلط بیانی کے محترف ہیں۔ اس موقع میں ہم نہایت خوشی سے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اپنے نبی کی ضعیف حدیث بھی قابل تسلیم ہے۔ مگر مرزا صاحب کو کوی حق نہیں کہ اسکا الزام ہم پر لگا دین کیونکہ مسائل خبریہ میں ہر دین والا اپنے نبی کے قول پر عمل ہوتا ہے اور ملت والا شخص اون میں مباحثہ کا مجاز نہیں بلکہ اگر مناظرہ ہو تو امور کلیہ میں ہو گا کہ پہلے ہر شخص اپنا دین واجب الاتباع ثابت کرے۔ اب مرزا صاحب کے اگر کجبت ہو تو ہم اپنا دین مانع ثابت کریں اور مرزا صاحب اپنا دین اور ان خبریات سے کوی تعلق نہ ہو۔ اگر مرزا صاحب اپنے کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں جبکہ

بتقتضائے وقت اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں تو چاہئے کہ اس حدیث صحیحہ کو مان لیں اور دعویٰ عیسویت سے توبہ کریں ورنہ بیچہ الزام رفع نہیں ہو سکتا۔
 الحاصل مرزا صاحب اس حدیث کو مانیں یا نہ مانیں مسلمانوں کے نزدیک مرزا صاحب اس صحیح حدیث کی رو سے مسیح موعود و برگزیدہ نہیں ہو سکتے۔
 (۱۱ و ۱۲) عیسیٰ علیہ السلام کا دجال کو باب لڈ پر قتل کرنا۔ اور اس کے دم سے کفار کا مرجانا جو اس روایت سے ظاہر ہے جو مسلم شریفین میں
 عن النّو اس بن سمرعان قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ذاب وابتعد
 فخفض فیہ ورفع حتی طغناہ فی طائفۃ النخل فلما رخصنا الیہ عرف ذکب فینا
 فقال ما شانکم قلنا یا رسول اللہ ذکر الدجال غداة فخفضت فیہ ورتت
 حتی طغناہ فی طائفۃ النخل فقال غیر الدجال خو فی علیکم ان یخرج وانا یشکم
 فانا جیحہ دو نلم دان یخرج ولست فیکم فامر بحجیب لفسہ والشد
 خلیفتی علی کل مسلم۔ انہ شاب قطع عینہ طائفۃ کان فی اشہد بعد العزی بن
 قطن فمن ادرك منکم فلیقر علیہ نواضح سورة الکہف۔ انہ خارج حلبہ بن الشام
 والعراق فعات یمینا وعات شمالا یا عباد اللہ فاجتہوا قلنا یا رسول اللہ
 وما لبثت فی الارض قال اربعون یوما یوم کسفتہ ویوم کشرہ ویوم کجودہ وسائر یامہ
 کا یا کم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسفتہ انکفینا فیہ صلوه یوم
 قال لا اقدر والقدرة قلنا یا رسول اللہ وما اسرعه فی الارض قال کالغیت
 استدبرته الیج فیاتی علی القوم فیدعوهم فیموتون بہ ویسجدون لہ فیما
 السماء فتمطر والارض تنبت فتروح علیہم سائرہم اطول ما کانت ورمی

واسبغه فزوا واده خواهر شم يانی القوم في دعوتهم فيرون عليه قوله في نصف عنهم
 فيصيحون محمدين ليس بايديهم شي من اموالهم ويمير بالخير فيقول لها اخرجي كنوزك
 فبقية كنوزها كيعاسيب النخل ثم يدعور طامتمليا شيا باقيضه بالسيف فيقطع
 جزلتين رميته الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتامل وجهه ويضحك فبينما هو كذلك
 اذ بعث الله المسيح ابن مريم عليه السلام فيزل عنده المنارة البيضاء شرقا في
 بين مهر وذئب واخذها كفيه على اجنحة ملكين اذا طارا راسه قطروا ذار فنه تحذر
 منه جان كاللؤلؤ فلا يحل الكافر يجدرج نفسه الامات فغيبته مني حيث ميتي طرفه
 فيطلبه حتى يدركه باب له فيقتله ثم ياتي عيسى الى قوم قد عصمهم الله منه فمسيح
 عن وجوههم ويحدتهم بدرجاتهم في الجنة انفسها هو كذلك اذ اوحى الله الى عيسى
 عليه السلام اني قد اخرجت عبادي الى الايدان لا حدتهم لفعالهم فحز عبادي الى الطول
 وسعت الدنيا جوج ويا جوج وهم من كل حدب ينسلون فيراد عليهم على بحيرة طبرية
 فيسربون ما فيها ويمر اخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ما ويحضرني الله عسى
 عليه السلام واصحابه حتى يكون راس الثور لا حدتهم خير من مائة دينار لا حدكم اليوم
 فيربني الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النعث في رقابهم فيصيحون فرسي لموت لغرض واحدة
 ثم يهب طيبي الله عيسى عليه السلام واصحابه الى الارض اطلاقا في الارض موضع شرا لا ملاة زعيمهم ومعلمهم فيرب
 بني الله عيسى عليه السلام واصحابه الى الله فيرسل الله عليهم طاعناك البعث فتحلمهم فقطعهم حيث شاء الله
 ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيقتل الارض حتى تير كما كالرقة
 ثم يقال للارض ابنتي قمتك وردى بركتك فيؤمنه تاكل العصابة من الربات
 ويستطلون بعقمها وبارك في المرسل حتى ان اللقمة من الابل لتكفي العظام من الابل

واللحقہ من البقرۃ لتکفی القبیلۃ من الناس واللحقہ من الغنم لتکفی الفخذ من الناس
 فیئینما ہم كذلك اذ بعث اللہ رجلاً طیبۃ فآخذہم تحت آباطہم فمقبض روح
 کل مؤمن کل مسلم ویعقی شرار الناس تبارجوا فیہا تبارج المؤمنون فمقبض روح

الساعۃ رواہ مسلم
 یعنی نواس کتبے میں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا
 ذکر ایسے طور پر کیا کہ کچھ دبی آواز سے فرمایا اور کچھ بلند آواز سے جس سے ہنکو
 خیال ہوا کہ شاید نخلستان میں وہ آگیا جب ہم اوس طرف جانے لگے فرمایا
 کہ یہ تمہاری کیا حالت ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ اپنے ایسے طور پر دجال کا حال
 بیان فرمایا کہ ہمیں اوس کے نخلستان میں آ جانے کا گمان ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا
 اوس سے زیادہ خوف دوسرے امور کا تمہاری نسبت مجھے ہے (یعنی ظالم اور
 گمراہ سلاطین کا جیسا کہ دوسرے احادیث میں وارد ہے) اگر بالفرض دجال
 میرے وقت میں نکلے تو میں اوس سے گفت و گو کر کے قائل کر دوں گا اور اگر
 میرے بعد نکلے تو ہر شخص اوس سے بطور خود بخت کرے اور اللہ ہر مسلمان پر
 میرا خلیفہ ہے۔ مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ دجال جوان ہو گا اور اوس کے
 بال بہت بڑے ہوں گے اور وہ عبد الغفور بن قطن کے ساتھ کسی قدر
 مشابہ ہے۔ جو مسلمان اوس کو پائے سورۃ کہف کے شروع کی چند آیتیں
 اور چھ بھی یاد رکھو کہ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور زمین
 باین فساد کا ہنگامہ برپا کر دیگا۔ اسے خدا کے بندو اوس وقت اپنے دین پر
 ثابت رہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کتنے روز زمین پر رہیگا فرمایا چوبیس روز

مگر ایک دن ایک برس کے برابر ہو گا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور
 ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام معمولی ہونگے سمئے عرض کیسا
 یا رسول اللہ جو دن ایک برس کے برابر ہو گا اس میں پانچ نمازین کافی ہونگی فرمایا نہیں
 اوقات کا اندازہ کر کے نمازین پڑھی جائیں۔ پھر سمئے عرض کیا اوسکی سرعت سیر کی کیا
 کیفیت ہوگی فرمایا جس طرح ابرو ہوا لے جاتی ہے۔ وہ کسی قوم میں جا کر انکو اپنے پر
 ایمان لانے کو کہیگا جب وہ اوسپر ایمان لائینگے تو آسمان کو حکم کریگا کہ پانی برسائے
 اور زمین کو حکم کریگا کہ سبزی اگائے جس سے جانور خوب ہی موٹے تازے ہو جائیں
 پھر دوسری قوم پر جا کر اوندکو اپنی طرف مائل کریگا کہ وہ قبول کرینگے وہاں جب وہ
 لوٹیں تو دن لوگوں پر قحط آجائیگا اور کسی قسم کا مال دن لوگوں کے ہاتھ میں باقی
 نہ رہیگا۔ اوسکے بعد ایک ویرانہ پر گزریگا اور اس سے کہیگا کہ اپنے خزانوں کو نکالے
 چنانچہ وہاں کے خزانے اوسکے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک شخص کو بلائیگا جو
 کمال شباب میں ہو گا اور اوسکے دو کڑے کر کے دو دروڑ لوادیا گیا پھر اس جوان
 مقتول کو بلائیگا چنانچہ وہ ہفتا ہوا اوسکی طرف جایگا۔ غرض کہ وہ اس قسم کے
 واقعات میں مشغول ہو گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ دمشق
 شہر کی جانب سفید مینار کے پاس دو دروڑ چادرین اپنے ہوسے دو فرشتوں کی پانچ
 ہاتھ رکھے ہوئے آریں گے جب وہ سر چکاوٹیں گے اور اٹھائیں گے تو اوندکے پیٹے
 قطرے مثل موتی کے ٹپکین گے۔

جس کافر کو اوندکے دم کی بو پہنچ جائیگی تو ممکن نہیں کہ وہ زندہ رہ سکے۔ پھر وہ
 وہاں کو دھونڈ کر لے کے دروازے پر جو بیت المقدس کے قریب ایک شہر ہے

قتل کر ڈالینگے۔ اوسکے بعد عیسیٰ علیہ السلام اوس قوم کی طرف جائینگے جنکو حق تعالیٰ
 نے دجال کے فتنے سے بچایا تھا اور شفقت سے اوسکے منہ پر ہاتھ پھر کر خوشخبری
 درجات جنت کی دینگے جو اوسکے لئے مقرر ہیں۔ اس اثنا میں حق تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام
 وحی فرمایگا کہ اب ہم نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے جنکے مقابلہ کی کسی میں
 طاقت نہیں! سنے ہمارے پیارے بندوں کو تم طوں کی طرف لے جاؤ اسوقت
 یا جوج باجوج کو حق تعالیٰ زمین پر بھیجگا جو ہر بلندی پر سے دوڑتے نظر آئینگے۔ انکی
 کثرت کی یہ کیفیت ہوگی کہ جب بحیرہ طبریہ پر اوسکا گذر ہوگا تو اوسکا سب پانی
 پی جائینگے جسکو دیکھکر اوسکے پھلے لوگ خیال کریںگے کہ شاید کسی زمانہ میں یہاں
 پانی تھا۔ اور ہر عیسیٰ علیہ السلام اور اوسکے اصحاب محصور ہونگے اور ایشیا کی
 نایابی اس درجہ تک پہنچ جائیگی کہ آج کے دن سواشرفیون کی جو تمہیں قدر ہے
 اس روز بیل کے ایک سر کی قدر ہوگی۔ اسوقت عیسیٰ علیہ السلام اور اوسکے اصحاب
 خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کریںگے اور حق تعالیٰ ایک کثیر یا جوج کی گردنوں میں پیدا
 کر دیگا جس سے ایک رات میں وہ سب مر جائینگے ایک نہیں سے نہ بچےگا پھر عیسیٰ
 علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مقام سے نکلیں گے اور دیکھنگے کہ زمین پر
 ایک بالشت کی جگہ ایسی نہیں جہاں اوسکی چربی اور گند کی نہوسب خدا تعالیٰ کی طرف
 متوجہ ہونگے کہ مصیبت دفع فرمائے۔ تب حق تعالیٰ بڑے بڑے پوندے امارت لگا
 اور وہ فکی لاشوں کو اٹھا کر جہاں منظور الہی ہے ڈال دینگے اور پانی برس جائیگا
 جس سے تمام روسی زمین آئینہ کی طرح صاف ہو جائیگا۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے
 ثمرات اگادے اور برکت از سر نو ظاہر کرے چنانچہ برکت کی یہ کیفیت ہوگی

کہ ایک اتار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور اس کے چیلکے کے سایہ کے تلے ایک جماعت بیٹھ سکے گی۔ اور ایک اونٹنی کے دو دھدھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک بڑی جماعت اس سے حیراب ہو جائیگی اور ایک گائے کا دو دھدھ ایک قبیلہ کو اور ایک بکری کا دو دھدھ ایک خاندان کے لوگوں کو کافی ہوگا۔ اس اشامین ایک ہوا سی خوش لوہار ایسی ہسکی کہ مسلمانوں کے بغلوں کے نیچے اس کے بہتے ہی اونکی روح قبض ہو جائیگی جیسا سچھ کل مسلمان عالم بقا کو چلے جائینگے۔ اور بڑے لوگ باقی رکھ جائینگے۔ اور ان لوگوں کی بھیجانی اس درجہ تک پہنچ جائیگی کہ عام جلسوں میں مرد و عورت گدھوں کے طرح علانیہ جفتی کریں گے۔ انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔

اس حدیث شریف نے مرزا صاحب کی عیسویت کی کارروائی کو میا میٹ کر دیا کیونکہ جو امور عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق اسمین مذکور میں نہ مرزا صاحب سے اولاً وقوع ممکن ہے نہ اُنکے زمانہ میں کوئی ایسی بات پائی جاسکتی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگی ایسوجہ سے وہ جہنجا کر ازل اللہ الام صحت میں کہتے ہیں کہ بانی نبی

اس تمام روایت کا صرف نواس بن سحان ہے۔ اور کوئی نہیں جس کا مطلب کھٹا الفاظ میں یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بنایا ہے۔ اگر مرزا صاحب یہ الفاظ اپنے معاصرین کے حق میں کہتے تو چند ان مضائقہ نہ تھا مگر انہوں نے اسے اولیٰ صحابیت اور جلالت شان کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ پہلا نواس کو کیا خبر کہ مرزا صاحب عیسویت کا چھوٹا دعویٰ کریں گے جسکے مخالف یہ حدیث ہوگی انہوں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اور جس طرح صحابہ کا دستور تھا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا بلا کم و کاست پہنچا دیا اور امت مرحومہ نے اسکو قبول ہی کر لیا کیونکہ

اس حدیث میں اگر کسی کو کلام ہو تا تو علما اسکی تصریح کر دیتے کہ نو اس رہنے اس حدیث میں غلطی کی ہے۔ ہر چند یہ بات ظاہر ہے کہ جتنے امور اس حدیث میں مذکور ہیں ظاہر خلاف عقل میں مگر علمائے دیکھا کہ جتنے وقایع قیامت کے قرآن و حدیث سے ثابت ہیں بالکل خلاف عقل میں اور یہ امور بھی تھوڑے قیامت میں اسلئے انہوں نے انکو بھی قیامت ہی سے متعلق کر کے ایمان سے کام لیا۔ لیکن ہر صاحب چونکہ اس مسئلہ میں صاحب غرض میں انہوں نے دیکھا کہ اگر ایک بات ہی اس حدیث کا مان لی جائے تو عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اسلئے پہلے تو بانی مسلمانوں اس حدیث کا نو اس رضی اللہ عنہ کو قرار دیکر موضوع ہی شہرہ دیا پھر تاویلات سے کام لیا چنانچہ ازالہ الادب ص ۱۲۲ میں اس حدیث کو ذکر کے ایک دوسری حدیث تلاش کی جو ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رات عیسیٰ علیہ السلام کو اور دجال کو خواب میں دیکھا اور ان دونوں کا حلیہ ہی بیان فرمایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ مقصود اس تلاش سے یہ ہے کہ کس طرح نو اس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیکار کر دین اور اسکی تدبیر یہ نکالی کہ ابن عمر سے حدیث میں صحیح ہے کہ حضرت نے خواب میں دونوں کو دیکھا تھا اسوجہ سے نو اس رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی خواب ہی کی بات ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ اب اس تمام حدیث پر نظر غور ڈال کر معلوم ہو گا کہ جو چہرہ دمشق حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اسکی بطور اختصاص اس حدیث (ابن عمر سے) میں واقع ہیں نیز صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور کچھ طور سے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ یہ میرا ایک مکتشفہ یا ایہ خواب ہے پس اس جگہ یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق

والی حدیث (جس کو نو اس رحم نے روایت کیا ہے) و حقیقت وہ یہی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب یہی ہے۔

نو اس رحم والی حدیث میں شروع سے آخر تک کہیں نہ خواب کا لفظ ہے نہ اوصاف

کوئی دلیل مگر مرزا صاحب نے اسی میں سے ایک لفظ نکال ہی لیا جیسا نسخہ لکھتے ہیں

ص ۲۰۳ کہ حضرت نے وہ جال کو خواب یا شرف میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک عالم

مثالی ہے اس لئے اس کا حلیہ بیان کرنے کے وقت لفظ کافی یعنی گویا کا لفظ

بتا دیا تا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ رویت حقیقی رویت نہیں ایک امر تعبیر طلب ہے

سبحان اللہ مرزا صاحب نے کہاں کی کہاں لگا دی۔ اگر تعبیر طلب تھی تو ابن عمر رضی

کی حدیث تھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام اور وہ جال وغیرہ کا خواب میں دیکھنا مذکور ہے

حالانکہ حضرت نے نہ خود اس کی تعبیر بیان کی نہ صحابہ نے حسب عادت پوچھا کہ

عیسیٰ سے کیا مراد ہے اور وہ جال سے کیا مراد اور ان کے طواف سے کیا مقصود ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اس خواب سے صرف اونکی معرفت اور شخص طور پر معلوم ہونا

مقصود تھا۔ بخلاف نو اس رحم کی حدیث کے اس میں تو سرے سے خواب کا ذکر

نہی نہیں۔ رہا لفظ کافی اشبیہ اس سے صرف تعین اور تشخیص مقصود ہے

کہ من وجہ جسمانی شبہت مشبہہ اور یہ مشبہہ میں بھی معلوم ہو جا کیونکہ یہ لفظ دوسرے

مشخصات کی قطار میں واقع ہے جسے اسے نکلنے کے مقامات۔ اور مدت بقا

اور سرعت سیر کا اندازہ اور اس زمانہ کے واقعات جن سے مسلمان سمجھ جائے

کہ جب تک یہ تمام نشانیان نہ پائی جائیں نہ کہ عیسیٰ سجدہ سے نہیں نہ وہ جال

موجود۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ باوجود ان تمام مشخصات اور اہتمام کے جو

حضرت نے اذکے بیان میں کیا ہے یہ سمجھنا کہ وہ سینہ خواب و خیال سے کس قدر ایسا کہ دور ہے
 پیشتر یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ مرزا صاحب نے یوزاسف کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ واقعات
 میں تصرف کیا کرتے ہیں جیسے اوسے ابراہیم علیہ السلام کے تمام واقعات میں تصرف کر کے
 اذکو مجوسی قرار دیا اور نبیادیبہ قاعیم کی کہ اذکے قطفہ پر ہر ص ہو اتھا مرزا صاحب نے
 یہاں بھی وہی کیا کہ لفظ کافی پر یہ نبیاد قاعیم کی نو اس پر کہ حدیث ایک خواب کا واقعہ
 ابن عمر رضی عنہما والی حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں
 عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کو دیکھا ہے اس بنا پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پس تفسیر
 اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دمشق والی حدیث درحقیقت ایک خواب ہی ہے
 معلوم نہیں مرزا صاحب سے کس نے کہہ دیا کہ حضرت نے دجال وغیرہ کو جو ایک بار خواب میں
 دیکھ لیا تھا اذکے بعد جتنے واقعات اور پیشگوئیاں حضرت نے اس بات میں فرمائی
 وہ سب خواب میں ایک بار کسی کو خواب میں دیکھنے سے قطع طور پر یہ کیونکر ثابت ہوگا
 کہ جب کہی اذکے واقعات بیان ہوں سب خواب ہی ہوں گے۔ مرزا صاحب کے
 اس مسلک پر حضرت عائشہ رضی عنہا کے نکاح وغیرہ کے واقعات سب قطعی اور یقینی طور پر
 خواب ہونگے اسلئے کہ اذکو بھی حضرت نے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھ لیا تھا۔
 مرزا صاحب کی سخن سازیوں نے قطع اور یقین کو نہایت ہی اذراں کر دیا ہے
 کہ جہاں احتمال ہی پایا نہیں جاتا قطع و یقین کی ڈھیر لگ جاتی ہے۔
 مرزا صاحب نے دجال کی نسبت جو لکھا ہے کہ حضرت نے دجال کو خواب میں دیکھا
 وہ صورت مثالی تعبیر طلب ہے اس سے تو مرزا صاحب کی عیسویت ہی دجال ہی
 کے ساتھ درہم و برہم ہو جاتی ہے اسلئے کہ حضرت نے دونوں کو ایک ہی خواب

میں دیکھا تھا اور علمائے کرام نے تعبیر کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سفر وغیرہ ہے اس صورت میں مرزا صاحب کی عیسویت کس بنا پر قائم ہوگی کیونکہ حضرت کے اس خواب کی تعبیر کا ملبور تو حضرت کے سفر وغیرہ سے اسی زمانہ میں ہو گیا ہو۔ اب نو اس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں غور کیجئے کہ کتنے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمیں بیان فرمائے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام ہی کے زمانہ ہی سے متعلق ہیں۔

۱۔ جبال کا حلیہ ۳ شام و عراق کے درمیان سے اوسکا نکلنا ۴۔ اوسکا فوج اور پانچ کرنا ۵۔ اوسکی مدت فتنہ پردازی ۵۔ اوسکے زمانہ کے ایام کی مقدار ۶۔ اون ایام کی نگارندگی کا طریقہ ۷۔ اوسکی سرعت سیر ۸۔ اوسکے خوارق عادات ۹۔ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن میں اترنا ۱۰۔ اوسکے اترنے کا مقام ۱۱۔ اوسکا لباس اور ہیئت ۱۲۔ اوسکا قتل اور اوسکو مقام معین میں قتل کرنا ۱۳۔ ایاجوج و ماجوج کا خروج اور انکی کثرت ۱۴۔ انور دلی ایشیا کی گردانی ۱۵۔ ایاجوج و ماجوج کی موت کا حال ۱۶۔ اوسکا اودنکی لاشوں کو اٹھالیجنا ۱۷۔ اوسکا زمین کو گندگی سے پاک کرنے کے لئے بارش ۱۸۔ پیداوار کی کثرت ۱۹۔ مسلمانوں کی موت کا حال ۲۰۔ کفار کا حال اور اون پر قیامت کا قائم ہونا یہ کل علامات ایسی ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہیں جن میں سے ایک بھی مرزا صاحب وقت میں نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث کو ایک خواب تعبیر طلب قرار دیکر بعض امور کی تعبیر ہی بیان کی ہے چنانچہ ازالہ الادہام ص ۲۱۵ میں طولانی ایام کی نسبت لکھتے ہیں کہ مجھے وہ دن مراد تکلیف اور مصیبت کے دن ہی ہوتے ہیں۔ بعض مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایک دن

ایک مہینے کے برابر اور بعضوں میں ایک ہفتہ کے برابر کہا جی دیتا ہے پھر رفتہ رفتہ
صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن کہا جی دیتے ہیں۔

ازاں الامام صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ مجال سے مراد با اقبال تو میں ہیں
جب مجال سے مراد با اقبال تو میں ہیں اور ایام کی درازمی مصیبتوں کے لحاظ سے
ہوتی ہے تو اس تعبیر میں اذ کو ضرور تھا کہ اسکی تصحیح بھی کر دینے کہ فلان با اقبال
قوم کے خروج کا پہلا دن ایک سال اور دوسرا دن ایک ماہ کا اور تیسرا دن ایک
ہفتہ کا اور باقی ایام معمولی اصناف مصائب کے لحاظ سے ہو گئے تھے سطح
ایک ایک با اقبال قوم کے ایام و مصائب کا ذکر کرتے۔ مگر یہ اون سے ممکن
نہیں اور کو تو صرف حدیث کو بجا کرنا مقصود ہے۔ اور نمازوں کے باب میں
لکھتے ہیں ص ۲۱۶ کہ طولانی دن کی مقدار پر اندازہ کرنے کو جو فرمایا ہے سو مجھ

بیان حضرت کا علی سبیل الاحتمال ہے یعنی حضرت نے مجھ کا وسعت قدرت الہی
کشفی امر کو مطابق سوال کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا اور کشفی امر کو جب
خاص طور پر خدا تعالیٰ ظاہر کرے لہی ظاہری معنی پر محدود نہیں سمجھتے تھے
مطلب اسکا ظاہر ہے کہ اون ایام کا کشف تو حضرت کو ہو گیا تھا مگر بیان
کرنے میں خود باللہ غلطی کی جو مطابق سوال کے خلاف واقع جواب دیدیا
اور حق تعالیٰ نے اس کشفی امر کو حضرت پر ظاہر ہی نہیں کیا اسی لئے
ظاہری معنی پر اسکو محدود کر لیا۔

بیان بھی بات بھی غور طلب ہے کہ اگر اون ایام کا کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہو گیا تھا کہ ایک روز ایک برس کا ہو گا تو اسکو ظاہری معنی پر حمل کرنا کیوں

خلاف واقع سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر ایک برس کا ایک دن سمجھنا غلط تھا تو کشف
 ہی کیا ہوا۔ مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف کو اپنے
 ادعائی کشفوں کے جیسے سمجھ لیا ہے کہ کشف میں دیکھتا تو شیطان کو اور سمجھ لیا
 کہ وہ خدا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ ایسے جوہر سے حضرت کے کشف کی اصل حقیقت
 سمجھنے میں دقیقین لاحق ہوں۔

اور اوسے ازالۃ الادہام ص ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو فرمایا کہ دجال بادل کی طرح ^{علیٰ}
 اور ادسیر ایمان جو او سے بادل کو حکم کر گیا کہ عینہ برس او سے اور زمین کہنتی
 او گا وے سو مجھ استعارات میں ہو کثیر رہو دہو کا نہ کہانا۔

مرزا صاحب مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلو دہو کا
 دیدیا اون سے ہو کثیر رہو دہو کا نہ کہانا۔ سبحان اللہ اسیر امتی ہونے کا دعویٰ بھی
 اور اوسے ص ۱۵ لکھتے ہیں کہ دجال ادس راہ سے نکلنے والا ہے کہ جو شام و عراق
 کے درمیان واقع ہے مجھ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ مکاشفات میں عام

طور پر استعارات و کنایات ہوا کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اسے بیان حل
 نہ سکی اس لئے کہ دجال تو با اقبال تو میں ہمیرین اور وہ شام و عراق کے درمیان
 نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کیا کہ وہ بھی ایک استعارہ و کنایہ ہے جیسے نبی مجھ میں نہیں
 بیان اہل اسلام کو مجھ بھی خیال کر لینا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کس استہام سے ان واقعات کو بیان فرمایا اور کیسے کہلے الفاظ میں دجال
 کے حالات معلوم کر لے ان سب کو مرزا صاحب نے چستان اور ہیلی قرار دیا اور
 صرف چند مضامین اپنی دانست میں حل کر کے باقی کو چھوڑ دیا۔ کیا یہی نبی کی شان

کہ اپنی امت کو کسی سے ڈراوے اور اوسکے احوال کی پہلی بنا کر بیان کرے اور اوس پہلی کے سننے والے اوسکو ظاہر پر حمل کر کے ظاہری الفاظ پر ایمان لاوے جن میں بعض امور کفریات اور دوکاموں اور نبی ساکت رہیں اور یہ بھی نہیں کہ ہم نے تو پہلی بنامی تھی تم اوسکے ظاہر پر ایمان لا رہے ہو۔ ایسے نبی کی نسبت ایسا گمان کرنے والا کیا امتی ہو سکتا ہے عقل اوسکو ہرگز یاد نہ کرے گی۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ اگر عیسیٰ اور دجال میں تلازم ثابت ہو جائے تو جو علامات دجال کی احادیث میں مذکور ہیں کسی پر صادق کر کے بتلانے کی ضرورت ہوگی اگرچہ کہ اپنے مناسب دجال کہی یا دویون کو اور کہی باقبال قوموں کو قرار دیتے ہیں اور چند علامات بھی تاویلین کر کے اور نہ صادق کر دیتے ہیں مثلاً ایک سچی ہونے سے مراد دنیاوی عقل وغیرہ ہیں مگر پوری علامتیں تاویلات سے بھی صادق نہیں آسکتیں اسلئے آخر میں تنگ آکر صاف کہہ دیا کہ دجال کے باب میں جتنی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں البتہ ابن صیاد و دجال موعود تھا جو حضرت نبی کے زمانہ میں نکلا اور مرہی گیا اب دجال کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ

ازالۃ الاحادیث ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ اب اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح

سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں آثار ہی میں تو یہ حدیثیں موضوع بھرتی ہیں

اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پورا اونکا موضوع ہونا ماننا اثر سے عقل خدا

ہم کو یہ طریقہ فیصلہ کا بتلاتی ہے کہ جتنی احادیث پر عقل اور شریعہ کا لہجہ اعراض ہیں

انہی کو صحیح سمجھا جائے سوا اس طریق فیصلہ کی رو سے یہ حدیثیں جو ابن صیاد

کی حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل میں

میں بے شک ایک دجال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اس کے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جس سے اکثر لوگ فتنہ میں پڑتے تھے لیکن بعد مشرف باسلام ہو گیا۔
 اور اسی میں لکھتے ہیں کہ دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر ابن حنیہ اور یاقین کیا گیا۔
 کہ یہی دجال مہمود ہے چنانچہ صحابہ نے قسمیں کہا کر کہا کہ ہمیں اس میں شک نہیں
 کہ یہی دجال مہمود ہے اور حضرت نے بھی آخر کار یقین کر لیا۔

ابن حنیہ اور دجال کی بحث انوار الحق میں کیقدر مبسوط لکھی گئی ہے اس میں
 مرزا صاحب کے ان شہادت کے جو اب اسے ہی مذکور میں مگر یہاں یہ معلوم کرنا ضروری
 کہ جب آخری زمانہ میں دجال کا وجود ہی نہ ہو تو پہر عیسیٰ کی ضرورت ہی کیا حال انکار اللہ
 ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں لکل دجال عیسیٰ اس سے تو دونوں میں تلازم ثابت ہو رہا ہے
 اور احادیث میں مصرح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خاص دجال کے قتل کے لئے مبعوث ہوا
 اور خود عیسیٰ علیہ السلام نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہا جیسا حدیث صحیح
 سے الہی معلوم ہوا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب وہ حدیثیں موضوع ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام
 کے آنے کا ذکر جو وہ ہی انہی میں ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں
 مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ نہ وہ مسیح موعود ہیں نہ پیش موعود اور نہ اولی
 ذریت میں کو ہی مسیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر اپنے الہاموں سے مسیح ہونا ثابت کریں
 تو اوسکے الہاموں کی بے وقعتی تقریر سابق سے بخوبی ثابت ہے اور مرزا صاحب
 اپنا دجال پادریوں اور بااقبال قوموں کو جو بتا رہے ہیں اوسکے مقابلہ میں غالب ہونا
 تو درکنار اوسکو آنکھ اٹھا کر بھی کہہ نہیں سکتے اسلئے کہ مشر اہم صاحب کے مقابلہ میں
 جب حد سے زیادہ خفیف و ذلیل ہوئے تو اب کسی پادری کے مقابلہ کی ادا نہیں

جرات ہی نہیں اور با اقبال قوموں کے مقابلہ کا تو ادنیٰ خیال ہی نہیں اسکا سکا بلکہ
 بجائے مقابلہ کے دعا گوئی اور خوشامدین معروفت میں پہر اپنے آپ کو عیسائی
 اور پاپوریوں اور با اقبال قوموں کو دجال بنانے سے فائدہ ہی کیا جب احادیث
 سے بتواتر ثابت ہے کہ عیسائی دجال کو قتل کرینگے اور مرزا صاحب اپنے دجال کے
 مقابلہ میں حرکت مذہبی ہی نہیں کر سکتے تو انہی احادیث سے مرزا صاحب کی
 عیسویت خود باطل ہو گئی۔

مرزا صاحب نے مسیحیت کا ایسا دعویٰ کیا ہے کہ بقول دکنے اب تک کسی نے
 نہیں کیا کیونکہ اس دعویٰ کے لوازم و شرائط جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں ہر
 مسلمان کو جس میں ذرا ہی ایمان ہے اس دعویٰ سے روک دیتی ہیں۔ اور تمام
 حدیثوں کی صحیح کتابیں جن کی صحت پر ہزارمانہ کے علمای شریک و غرب کا اتفاق
 قرنا بعد قرن چلا آ رہا ہے اونکو اس دعویٰ میں کاذب بتا رہی ہیں اب ادنیٰ
 بغیر اسکے کہ ان کتابوں پر حملہ کریں کوئی مفسر نہیں اس صورت میں مسلمانوں کو
 اسکی کیا ضرورت کہ مرزا صاحب کی خاطر سے اپنی عقیدہ علیہ کتابوں کو چھوٹی اور
 اپنے سلف صالح اور متفق علیہ علمای متقدمین و متاخرین کو جاہل اور غیر متدین
 کہہ کر دعائی مسیح کو مان لیں۔ بہر حال یہہ اکیس علامتیں جنگو تو اس رضی اللہ عنہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا ہے اور تمام امت نے اسکی تصدیق کی ہے
 با و از بلند کہہ رہی ہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ عیسویت بلا شک و شبہ بے اصل
 محض ہے اور وہ زبردستی اپنے کو مسیح بنا رہے ہیں اور اسکا کچھ خوف نہیں
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کیا فرمایا ہے امام سیوطی نے ایب ان

ص ۱۱۰
ابن الساقی فی احوال الآخرة میں یہ حدیث نقل کی ہے انجیر الشیخان قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من ادعی بالیس لہ نفیس منا ولیتبوا مقعدہ من النار یعنی بخاری
و مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایسی بات کا
دعوئی کرے جو اُسکو حاصل نہیں وہ ہم لوگوں میں یعنی مسلمان نہیں چاہئے کہ وہ
اپنا گہر و درخ میں بنائے انتہی۔

اس مقام میں فلسفی خیال والوں کو مرزا صاحب کی تقریر بہت مفید ہوگی ^{الان}ضعف
اوپنی بات کو باسانی قبول کر لینگے اس وجہ سے کہ امور مذکورہ کو معمولی عقلیں
تہین کر سکتیں مثلاً چالیس سال کا ایک دن ہونا ہرگز قرین قیاس نہیں۔ آہن
شک نہیں کہ ایمان کے مواقع بہت ہیں اسوجہ سے اہل ایمان جو مستحق جنت ہیں
و درخیون کی نسبت ہزاروں حصہ ہونگے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے
لیکن انصاف سے اگر دیکھا جائے تو کوئی بات ہی اون میں غلات عقل نہیں ^{اسل}
کہ خدا تعالیٰ جو خالق عالم ہاوس میں ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ اس میں کسی ^نسما کو
شبہ نہیں کہ قیامت کے روز آسمان ٹوٹ پھوٹ جائینگے آفتاب بے نور اور زفر
سو جائیگا اور اس چچاس ہزار برس کے دن میں آفتاب پر کئی حالتیں طاری ہونگی
پہر اگر قیامت کے قریب او سپر یہہ حالت بھی گذرے کہ چالیس سال زمین پر کسی
کسی خاص حصہ کے مقابل پھر رہے تو کوئی سماجی لازم آجائیگا حکمت جدیدہ
رو سے تو آفتاب ساکن ہی ہے اور حکمت قدیمہ کی رو سے زمین ساکن ہے
پہر حال ادن و دونوں کا ساکن ہونا حکما کے قول سے ثابت ہے پہر اگر ایک ^ت
تک و دونوں ساکن رہیں تو کوئی سنی بات ہو گئی اسی پر کل امور کا قیاس کر لیجئے

کیونکہ وہ ایک ایسا زمانہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کو خاص طور پر ظاہر فرمائے گا۔
 اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ جتنی مخلوق ابتدائی خلقت سے مرکز مٹی میں مل گئی جن کا نام
 و نشان تک باقی نہ رہا سب کے سب اصلی حالت پر اٹھائی جائیگی اور عادی
 معذورم جو محال سمجھا جاتا ہے اس روز ممکن بلکہ واجب ہو گا۔ بہر حال آدمی
 ایمان لانا چاہئے تو کوئی بات نہ خلاف عقل ہے نہ ایمان لانے سے مانع مگر یہ
 بات بے توفیق الہی حاصل نہیں ہو سکتی و ما توفیقی الا باللہ
 تو اس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو علامات عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے
 معلوم ہوئیں مجھ میں۔

۱۳۔ شام و اعراف کے درمیان بحال نکلنا ۱۴۔ اس کا علیہ ۱۵۔ اس کا فناء
 برپا کرنا ۱۶۔ اس کی منتہ پر دازیان ۱۷۔ اس کے زمانہ کے یام کی معذرا
 ۱۸۔ اون ایام کی نمازوں کا طریقہ ۱۹۔ اس کی سرعت سیر ۲۰۔ اس کے خوارق
 عادات ۲۱۔ عیسیٰ علیہ السلام کا لباس دست و غیرہ ۲۲۔ اس کا کافون
 کو قتل کرنا ۲۳۔ یا جوج ماجوج کا خروج اور انکی کثرت ۲۴۔ خوردنی اشیاء
 کی گرائی ۲۵۔ یا جوج ماجوج کی موت کا حال ۲۶۔ پرندوں کا اون کی
 لاشوں کو اٹھالینا ۲۷۔ زمین کو گندکی سے پاک کرنے کے لئے بارش
 ۲۸۔ پیداوار کی کثرت ۲۹۔ مسلمانوں کی موت کا حال ۳۰۔ کفار کا حال
 ۳۱۔ اون پر قیامت کا قائم ہونا ۳۲۔ امام مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام
 کے زمانہ میں ہونا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی شخص ہیں

مگر بجا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص ہیں اور ہر ایک کے حالات
 جدا جدا ہیں جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو کثیر العمال میں ہے ^{۱۹۵۸} نمبر ۱۹۴ ج ۲

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تمکک مہمانی اولیاء عیسیٰ ابن مریم فی آخر ما
 و المہدی من اہل بیٹی فی وسطہا یعنی وہ آست کیونکر ہلاک ہوگی جسکے اداہل میں ہیں ہوں
 اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور وسط میں مہدی ہیں ^{۱۹۵۸} ج ۲
 اس سے ظاہر ہے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام ایک شخص نہیں ہیں۔ اور کثیر العمال ^{۱۹۵۸} ج ۲

نمبر ۱۹۳۰ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی من عمرتی من ولد فاطمہ
 (روم عن ام سلمہ) یعنی مہدی میری اہل بیت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہوں
 یہ روایت ابو داؤد اور مسلم میں ہے و فی کثیر العمال نمبر ۱۹۵۴ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 المہدی یواطی اسمہ سہمی واسم ابیہ اسم ابی یعنی مہدی کا نام محمد ابن عبد اللہ ہوگا ^{۱۹۵۸} ج ۲
 و فی کثیر العمال نمبر ۱۹۵۲ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولم یبق من الدنیا الا یوما لظہر
 ذالک الیوم حتی یبعث فیہ رجل من اہل بیٹی اسمہ سہمی واسم ابیہ اسم ابی عیلا الارض قیلا
 وعدلا کاملت فلما وجور اد عن ابن مسعود یعنی اگر بالفرض دنیا کا ایک بھی دن باقی
 رہے جسے تب بھی حق تعالیٰ اوس دن کو ورز کر دیکے تاکہ امام مہدی اگر دنیا کو عدل و
 انصاف سے بہرہ دین۔ اس کے سوا اور بھی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہے
 کہ مہدی علیہ السلام اور میں اور عیسیٰ علیہ السلام اور۔

یہ اور کئی چیزیں ہیں جن کے لئے حضرت نے کئی علامتیں بتلا دیں تاکہ مسلمان کسی اور
 مہدی نہ سمجھیں لیکن کھانی کثیر العمال نمبر ۱۹۵۴ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی
 اہل الجبۃ اتقی لائق روک عن ابی سعید (۳) و فی روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ^{۱۹۵۸} ج ۲

وجہ کا لکوب الدرہی وہی روایت ^{۱۹۵۶} فی خذہ الامین خال سود علیہ عباتان قطرتان فی البرا
 فی علامات مہدی آخر الزمان للشیخ علی سعیدی رحمہ اللہ عن ابی الطفیل ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم وصف المہدی قد ارسلانی لسانہ وفیہ ایضاً اخرج نعیم المہدی اخرج
 ابی اعین یحییٰ من الجازحی یتوی علی منبر دمشق ورواہ ابن ثمان عشر شتہ - وفیہ ایضاً
 من روایت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ المہدی کت اللیثۃ کل العینین براق النیا
 وہی وجہہ خال یعنی مہدی علیہ السلام فراخ پیشانی اور بلند بینی ہونگے اور نکاح چہرہ
 ستارہ کی طرح چکتا ہوگا۔ اونکے داہنے رخسارہ پر خال سیاہ ہوگا اور لباس لہو کا
 دو قطرے عبا ہونگے۔ اونکی زبان میں ثقل ہوگا۔ اور کشیدہ و کشادہ ابرو ہونگے
 اور فراخ چشم جب وہ حجاز سے دمشق آئینگے اونکی عمر اٹھارہ سال کی ہوگی دمشق
 کے منبر پر خطبہ پڑھینگے۔ اونکی ریش گہن ہوگی انگہین ہر گہن اور دانت نہایت
 چمکدار ہونگے۔ انکے سوا اور بہت سی حدیثیں جلیہ وغیرہ سے متعلق وارد ہیں
 الفرض باوجودیکہ امام مہدی سے متعلق روایتیں بکثرت صحاح وغیرہ میں وارد ہیں
 اور مرزا صاحب جانتے ہیں کہ امام مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں
 ہونگے اور خود منحل میں اور ہر شخص جانتا ہے کہ دوسرے نسب میں داخل ہونے
 کی کیسی وعیدیں ہیں مگر باہین ہمہ صاف کہتے ہیں کہ میں مہدی ہوں۔ کی
 اب ان روایات کو یہی دیکھتے ہیں کہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام
 امامت کرنے کے عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرال طاقتہ من
 یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیمہ قال فیئزل عیسیٰ بن مریم فبقول امیر
 قال صل لنا بقول لان بعضکم علی بعض امر او نکرمتہ اللہ ہذہ الامتہ رواہ مسلم فی السنن

یعنے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت تیرا امت تک حق پر ننگ کرتی
 رہے گی جب عیسیٰ بن مریم اترینگے اور تمکا امیر عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ تم نے نماز
 پڑھائے وہ انکار کرے کہ تم نے اس امت کے امیر انبی میں سے ہو سکتے ہیں یہ
 کہ خدا تعالیٰ سے اس امت کو ننگ دی ہے۔ اگرچہ اس روایت میں وہ وقت امیر کا
 لفظ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کو ننگ کے لئے دوسری اہل بیت سے معلوم ہے
 کہ وہ امام مہدی ہونگے جیسا کہ کثیر العمال میں ہے ^{۱۹۳۱} قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ یعنی جو امیر ہے عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھینگے وہ ننگ
 اہل بیت میں ہوگا مگر صاحب اگر مہدی نہیں تو ثابت کر میں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے
 اوشکے پیچھے نماز کو نسی جنگ میں پڑھی تھی مختصر تذکرہ قمری میں امام شعرانی رحم
 لکھا ہے ردی ابن ماجہ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو لم

یبق من الدنیا الا یوم واحد یطولہ اللہ عزوجل حتی ملک رجل من اہل بیٹی جبار الیم
 والقسطنطنیہ واساؤہ صحیح یعنی اگر بالفرض دنیا کا ایک ہی دن باقی رہے جائے

تو خدا تعالیٰ اسیکو دراز کرے گا جس میں میرے اہل بیت سے ایک شخص جلی و علم
 اور قسطنطنیہ کا مالک ہو جائیگا۔ اور روایت سابقہ جو اسی مضمون کی مذکور

ہوئی اوس میں نام بھی اوس شخص کا معلوم ہو کہ وہ امام مہدی ہونگے۔ اور دوسری
 روایت میں مصرح ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے ساتھ ہی وہاں ننگ لگائے کہ متفاجرت
 لئے امام مہدی جائینگے اور عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کا اتفاق ہوگا جس کی خبر

حضرت نے دی ہے کہ منا الذی یصلی عیسیٰ خلفہ روایت مذکورہ یہ ہے جو
 مختصر تذکرہ قطری میں مذکور ہے روی مسلم عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال لا تقوم الساعة حتى ينزل الروم قال فيفتون قسطنطينة فينما هم يقتسمون الفنائم
 از صلاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلقه غير جون وذلك باطل فاذا اجازوا الشام خرج
 فينما هم يعيدون للقتال سيودن الصفوف اذا قمت الصلوة فنزل عيسى بن مريم
 يعني اهل اسلام قسطنطينة فتح كرسى تقسيم غنيمت من مشغول بوسنگه كه شيطان بكار
 ديگانه و جال نخل آيا اگر چه بے اصل بگوگانگن بچب وه شام كو آينگه تب و جا
 نخلے گا اور وه صف آرائی من مشغول بوسنگه اور اور پر خانگی جافت قاجم بوسگی
 كه عيسى عليه السلام آرائنگه - مرزا صاحب انہی احاديث کے لحاظ سے اکثر سخا
 من اقتدایا کرتے ہن جیسا كه الحكم من لکھا ہے - اور کچھ نہیں تو تصور تو اسکا
 ضرور جاتے بوسنگه كه من عيسى ہوں اور عیہ امام مہدی ہے - کیوں نہ ہو مرزا صاحب
 كو تصوف من بھی دعویٰ سے فنا و بقا من خوب گفت و گو کیا کرتے ہن
 عیہ شہر ضرور پیش نظر ہوگا گنم و در دل تو گل گزرد گل ماشی مگر حیرت عیہ ہے
 كه عیہ تصور بھی اب تک جاتہ ہن اسلئے كه خازن کے بعد بیچارے امام كو مہدویت
 سے محروم كے خود مہدی بن جاتے ہن -

احاديث مذکورہ بالا سے ثابت ہے كه گوا امام مہدی عيسى عليه السلام سے چند
 پیشتر مامور ہونگے گروہ حقیقت و دونوں كا زمانہ ایک ہی ہوگا اور یہ حدیث
 بھی ایسی خبر دیتی ہے عن رماذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 عمران بيت المقدس خراب تيرب و خراب تيرب خروج الملعون و خروج الملعون
 قسطنطينة و فتح قسطنطينة خروج الدجال رواه ابو داود و كذا في المشكوه بے شك
 كى آبادى مدینه كى ویرانی ہے اور مدینسكى ویرانی ایک جنگ عظیم كى ابتدا

ہوگی اور اس جنگ عظیم کی ابتدا قسطنطنیہ کی فتح اور فتح قسطنطنیہ خروج و مجال ہے
 یعنی ایک دوسرے سے ایسے متصل ہیں کہ گویا سب ایک ہی ہیں اور یہی معلوم ہے
 کہ امام مہدی قسطنطنیہ کو فتح کرتے ہی شام میں آئینگے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزد
 ہوگا اور ابو عمر الدانی نے اپنی سنن میں خدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقفت المہدی وقد نزل عیسیٰ ابن مریم کاغنا قبط
 من شعره المار فبقول المہدی تقدم وصل بالناس فبقول عیسیٰ انما اقیمت الصلوٰۃ
 لک فیصلی خلف رجل من ولدی الخدیث موادی قاضی عبد اللہ صاحب حدیث
 نے فتویٰ میں یہ روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی سے
 نماز کے لئے کھڑے ہونگے کہ یکایک عیسیٰ علیہ السلام آئینگے امام روم امامت
 اونسے کہیں گے مگر وہ قبول نہ کریں گے پس عیسیٰ علیہ السلام میری اولاد سے
 ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے آکر آئیں گے اور اسی میں ہے اخراج ابو نعیم
 عن کعب الاحبار فاذا بعیثے ابن مریم و یقام الصلوٰۃ فیرفع امام المسلمین المہدی
 فبقول عیسیٰ علیہ السلام تقدم فلک اقیمت الصلوٰۃ فیصلی ہم تک الصلوٰۃ ہم کو
 عیسیٰ اما بعدہ اور نیز اسمین ہے اخراج ابن ابی شیبہ فی مصنفہ قال المہدی من
 ہذہ الامۃ و ہوالذی یوم عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ما حصل ان سب روایتوں کا
 یہی ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کریں گے جس سے ظاہر ہے کہ دونوں
 کا زمانہ ایک ہی ہوگا اسوجہ سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ لا مہدی
 الا عیسیٰ یعنی ہر خدانے دونوں حضرات کے حیرت انگیز وقایع جداگانہ میں
 جن کا ذکر مختلف احادیث میں بیان فرمایا گیا لیکن زمانہ دونوں کا ایک ہی ہے

جیسے فتح قسطنطنیہ خروج و جلال ہی ہے مگر چونکہ مرزا صاحب قابو جو میں انہوں نے اس حدیث سے یہ کام لیا کہ مہدی کو عیسیٰ بنا دیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ یہاں مبالغہ مقصود ہوتا ہے اس قسم کا حل عموماً کیا کرتے ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ جب کسی سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اور آپ ایک ہیں اس کوئی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ دونوں شخص مل کر ایک ہو گئے کیونکہ ہر عاقل سمجھتا ہے کہ دو ذاتوں کا ایک ہو جانا محال ہے حضرت نے جب حسب و نسب اور اجالہ مختصہ ہر ایک کے بارہا بیان فرمائے جس سے تمام صحابہ مطلع اور بخوبی واقف ہو گئے کہ قبل قیامت ان دونوں حضرات کی تشریف فرمائی ضرور ہے کسی موقع میں جہاں اتصال زمانی دونوں کا بیان کرنا مقصود تھا فرمایا کہ لا مہدی الا عیسیٰ وہ بھی اس خیال سے کہ کوئی عجمی ایسا نہیں ہو سکتا کہ دو شخصوں کو ایک سمجھ لے پھر بھلا صحابہ جو حضرت کی بات کو وظیفہ اور حوز جان بنا کر ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے تھے کیونکر اس سے یہ سمجھ سکتے کہ حضرت نے ان دونوں بزرگوں کو اردن کو ایک بنا دیا۔

مرزا صاحب کی کچھ بحثیوں کی کوئی انتہا بھی ہے صد ہا احادیث و آثار امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں جن میں چند یہاں لکھے گئے اور صد ہا آیات و احادیث و آثار عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں وارد ہیں ذرا یہی احتمال نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں مگر انہوں نے ایک حدیث کو لیکر سب کو باطل کر دیا اس پر اجتہاد کا بھی دعویٰ ہے۔ اگر اجتہاد اسی کا نام ہے کہ ایک حدیث کو لیکر سب کو باطل کر دیا جائے تو اتنی بات کے لئے مجتہد کی کوئی ضرورت نہیں جس علم سے کہنے فوراً یہ کام کر دیگا۔ تقریر سابقہ سے ظاہر ہے کہ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ

میں صرف مضاف محذوف ہے یعنی لازمان مہدی الازمان عیسیٰ جیسے حدیث عمر ^ن
 بیت المقدس خراب ثیرب میں بھی لفظ زمان محذوف ہے۔ چونکہ آبادی بیت المقدس
 اور ویرانی ثیرب اور بنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ اور خروج و جلال اور ظہور امام مہدی اور
 نزول عیسیٰ علیہما السلام میں قرب و اتصال زمانی ہے اسلئے حسب محاورہ سامعین کی فہم
 اعتماد کر کے ان وقایع کو ایک دوسرے پر حمل فرمایا اور مرزا صاحب اسکو جہاز نہیں کہتے اپنے
 دعویٰ میں تو مجاز و استعارات و حذف وغیرہ سے احادیث میں برابر کام لین مثلاً خود مجاز
 عیسیٰ قادیان و مشق با اقبال نوین و جلال۔ اور امام مہدی کے باب میں جو کثرت سے
 روایتیں وارد ہیں جن کا تو اثر محدثین و محققین کی تصحیح سے ثابت ہے اور انکی صحت کے
 مجاز لینے کی اجازت نہو اس سے بڑھ کر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا ظلم ہو سکتا
 اس پر دعویٰ ہے کہ میں عادل ہوں شفا و للناس میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانی نے لکل
 احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں و جمیع ما سقناہ بالغ حد السواثر کمالا یعنی علی من
 فضل اطلاع فقہر جمیع ما سقناہ فی الجواب ان الاحادیث الواردہ فی الہدی المنظر منواترہ
 اب حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کا بھی تہوڑا سا حال سن لیجئے جس سے صحیح صحیح روایتیں مرزا صاحب
 باطل کر رہے ہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے کہ قال حدثنا یونس بن عبد الاعلی عن
 بن ادریس الشافعی حدیثی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن بن اس
 بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزاد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا وبارا
 ولا الناس الا شحوا ولا تقوم الساعة الا علی سرار الناس لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم امام
 سیوطی رحم نے مصباح الزجاجة میں اس حدیث سے متعلق ایک نہایت مبسوط تقریر
 لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ لا مہدی الا عیسیٰ سوائے

یونس کے اور کسی نے زیادہ نہیں کیا۔ اور یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ یونس نے امام شافعی سے اسکو نہیں سنا اس وجہ سے یہ حدیث منقطع ہے۔ اور یہ روایت صرف محمد بن خالد سے مروی ہے اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہیں اور انکی عدالت ثابت نہیں۔ اور ابان بن صالح کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے حسن سے کوئی حدیث سنی نہیں۔ ابوالحسن علی بن محمد ابن عمید اللہ الواسطی نے کہا ہے کہ یونس نے امام شافعی رح کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ یونس نے جو مہدی کے باب میں مجھ سے روایت بیان کی ہے وہ جھوٹ ہے نہ سننے وہ روایت کی نہ اوس سے بیان کیا۔ الحاصل روایت لاجمہدی الاعمیسی کا بر محمد بن کے نزدیک لئی طح سے محدث ہے مگر مرزا صاحب کو اوس سے کیا عرض اوکو کیسی صحیح ضعیف منکر منقطع مجہول مخدوش روایت مل جائے بشرطیکہ مفید مطلب ہو اور سپر برمی دہوم دہام سے استدلال کرنے میں اور جو روایت اوسے حق میں مضرت ہوتی ہے اگر بخاری و مسلم میں بھی ہو تو اقسام کے احتمال قائم کر کے ساقط الاعتبار بنا دیتے ہیں مرزا صاحب ازالہ الادہام ص ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ مجھے خیال بالکل فضول اور حل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو سیکو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اوسکے کے مسیح ابن مریم کہنا چاہئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اوسے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضرور ہو گیا وہ خود مہدی نہیں کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت یا کر نہیں آیا۔ ابن ماجہ نے ایسی صحیح میں لکھا ہے لاجمہدی الاعمیسی یعنی بجز عیسیٰ کے اوسوقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مطلب اسکا یہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مسیح کے گزرتا

شخص یعنی قادیانی موجود ہونے کے بعد ہر مہدی کی کیا ضرورت (کمال زور سے
 فرمایا لا مہدی الا عیسیٰ یعنی مہدی اس وقت کوئی چیز نہیں وہی قادیانی بس ہے
 وہی مہدی ہے۔ مگر یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بات
 سمجھ میں آتی تو پوچھ کر اسکو صاف کر لیا کرتے تھے اس موقع میں ضرور تھا
 کہ کمال ادب سے عرض کرتے کہ حضرت مہدی کا ذکر تو نہ قرآن میں ہے نہ تو راہ
 و انجیل وغیرہ میں شے کسی سے سنا کہ مہدی بھی کوئی آدمی ہو گا پھر یہ جو بطور
 عقاب ارشاد ہو رہا ہے کہ مہدی کوئی چیز نہیں اسکا سبب معلوم نہوا کس نے
 عرض کیا کہ مہدی بھی کوئی چیز ہے۔ اور اگر انہوں نے حضرت سے امام مہدی کا
 ذکر اور انکا حسب نسب و حلیہ وغیرہ سنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
 تو عرض کرتے کہ جس مہدی موعود کا بار بار ذکر فرمایا گیا کیا اب اونکی ضرورت نہی
 اور جب عیسیٰ اسی مہدی ٹھہرے تو کیا وہ حضرت صلی کی اولاد میں ہونگے ایک
 تو ہم قرآن اور حضرت کے ارشاد سے عیسیٰ ابن مریم کو نبی بنی اسرائیل سمجھتے
 اب اونکی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہئے کیا وہ سچ مچ عیسیٰ ابن مریم ہونگے یا
 جس طرح مہدی کی نفی فرمادی گئی اُنکی ہی نفی مطلوب ہے۔ مگر کسی حدیث
 میں اس قسم کے سوال نہ کو رہیں۔ اب یہ مضمون کس طرح اس حدیث سے
 نکالا جائے کہ قادیانی کے وقت میں مہدی کوئی چیز نہیونگے اور قادیانی
 مہدی ہونگے۔ اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب جو اس حدیث
 کے معنی بیان فرماتے ہیں کس قدر بد نام ہیں۔
 مرزا صاحب نے جو کہا ہے کہ بخیر عیسیٰ کے اس وقت کوئی مہدی یعنی ہدایت
 فتنہ

ہنوگا اس میں بھی اذکو غلطی ہو ہی سکتے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 زمانہ میں صرف اسلام حتیٰ اسلام رہ جائیگا جس سے ظاہر ہے کہ کل ہدایت یافتہ
 ہونگے مگر اس سے بچھ لازم نہیں آتا کہ کل مہدی یعنی محمد ابن عبد اللہ ہوں کلام اس میں
 ہے کہ مہدی موعود عیسیٰ علیہ السلام نہیں البتہ معنی لغوی اور نہ صادق آئینگے جس
 میں اونکی خصوصیت نہیں۔

مرزا صاحب نے مہدی کو کلی قرار دی ہے چنانچہ ازالہ الادہ ص ۱۹ میں
 لکھتے ہیں یوں تو میں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کسی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے
 کہ آئندہ بھی اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو لیکن جس طرح سے
 عوام کے خیال میں ہے اسکا ثبوت پایا نہیں جاتا مقصود یہ ہے کہ مہدی اسلام میں
 متعدد ہونگے مگر جس صورت میں حدیث لا مہدی ظاہری معنی پر لی جائے جس کے
 مرزا صاحب قابل من تو اسکا مطلب تو یہ ہے ہو گا کہ محمد ابن عبد اللہ بھی مہدی یعنی
 ہدایت یافتہ نہیں جنکا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکرات و مرات بیان فرمایا
 ہے مرزا صاحب کا اقرار مہدیوں کے تعدد میں کیونکر صحیح ہو گا۔

مرزا صاحب نے مہدی سے پیچھا چھوڑانے میں بڑی دقیق ٹھائیں مگر اس زمانہ
 میں اسکی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ نام مہدی رکبہ دیا جاتا یا اس نام کا کوئی شخص تلاش
 کر لیا جاتا تو یہی کام حل جاتا آخر قدمانے فرشتے بنائے تھے اور اسی پر اونکی
 کامیابی ہو گئی جیسا کہ تو مرث کے واقف سے ظاہر ہے۔

مرزا صاحب نے حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کو ابن ماجہ میں تلاش تو کر لی مگر وہیں
 ایک حدیث اور بھی موجود تھی تلاش اور سپر بھی اونکی نظر پڑ جاتی اور اس کے معنی بھی

بیان فرمادیتے جس سے ناظرین کو دو بالما لطف آتا مگر اوسکو انہوں نے اُردی کہا یہی ہے
تو نظر انداز کیا اسلئے کہ وہ تو ہمدی کے ساتھ اس زمانہ کے عیسیٰ کو بھی رخصت کر رہی ہے

دو حدیث مجھ سے عن ابی امامۃ الباہلی رحمہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان
اکثر خطبته حدیثا حدیثا عن الدجال قال واما ہم رجل صالح فینما امامہم قد تقدم بطیعی
الصبح اذ نزل علیہم عیسیٰ ابن مریم الصبح فرجع ذالک الامام عیسیٰ التقریبی لیتقدم
عیسیٰ یصلی بضع عیسیٰ یدہ من یقیہ ثم یقول لہ تقدم فصل فاما لک قیمت فیصلی ہم
امامہم فاذا انصرف قال عیسیٰ علیہ السلام افتحو الباب فیفتح ووراءہ الدجال معہ

سبعون الف یہودی کلہم ذوسیف محلی وشاح فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یدوب
الملح فی الماء ویطلق ہاربا ویقول عیسیٰ علیہ السلام ان لی فیک ضربۃ لن تبسفی بہا فیم
عند باب اللہ الشرقی فیصلہ فیہم اللہ الیہود غلبت شی ما خلق اللہ تیواری الیہود

الاطق اللہ ذالک الشی لا حجر ولا شجر ولا دابة الا العرق فانا ہما من شجر ہم لا یطق الا
قال یا عبد اللہ المسلم ذی الیہودی فتعال اقتلہ رواہ ابن ماجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز اکثر دجال ہی کا حال بیان فرمایا اور مجھ بھی فرمایا کہ جو لوگ دجال کے مقابل
ہونگے اورنگا امام ایک مرد صالح ہوگا صبح کی نماز پڑھانے کے لئے وہ آگے بڑھا ہوگا کہ
عیسیٰ ابن مریم آرائنگے امام مجھے بیٹھنا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام امامت کریں مگر وہ کہینگے کہ
تم ہی نماز پڑھاؤ چنانچہ وہ نماز پڑھا گیا بعد فرار عیسیٰ علیہ السلام کہینگے دروازہ کھول دو
اور سوقت دجال ستر نیر الیہود کے ساتھ وہاں موجود ہوگا جب وہ عیسیٰ علیہ السلام
دیکھگا تو کمال اضمحلال کی حالت میں بہاگے گا عیسیٰ علیہ السلام کہینگے تو مجھ سے
بہاگ نہیں سکتا ایک دار میرا تجھیں ضرور ہوگا چنانچہ اوسکا پچھار گئے کہ شرفی

دروازہ کے پاس اسکو قتل کرینگے اور خدا تعالیٰ یہودیوں کو نہر میت دیگا اور کیفیت
یہ ہوگی کہ جس چیز کے پیچھے کسی یہودی جیسے گا خواہ وہ پتھر ہو یا جبار یا دیوار یا جانور
وہ چیز باواز بند کیگی کہ اسے خدا کے بندے مسلمان بیان یہودی چھپاتے اگر اسکو
قتل کر ڈال۔ صرف غرقہ کا جبار خبر نہ دیگا کیونکہ وہ انہی کا ہے۔“

اب مرزا صاحب ہی بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جو دجال کے مقابل ہو گئے تھے اور
اونکا کون امام تھا جس کی توصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور کونسی صبح
نماز کے لئے وہ کھڑا تھا جو مرزا صاحب اتر آئے اور اسکے پیچھے نماز پڑھی۔ اور کونسی
مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہا جس کے پاس دجال شہر ہزار مسلح یہود کو لیکر کھڑا تھا اور
کس کے پیچھے دوڑ کر مرزا صاحب نے لہ کے دروازہ پر قتل کر ڈالا اور کون سے یہودیوں
کو نہر میت ہوئی اور سب مارے گئے۔ اور کس روز مرزا صاحب اور انکے ہمراہی
سے حجر و شجر نے باتیں کیں۔

یوں تو مرزا صاحب مسلمانوں کو یہود قرار دی ہی چکے ہیں کہہینگے کہ میں نے
اونکو نہر میت دی مگر وہ خلاف واقع ہے اسلئے کہ کئی وقایع سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ
مرزا صاحب ہی کو نہر میت ہو گئی۔ اور بجائے اسکے کہ اپنے دجال کو قتل کریں اگر
دل سے نہیں تو زبان سے اسکے مدح خوان اور شکر گزار اور دعا گو ہیں کیونکہ دجال انہوں
نے باقبال قوموں کو قرار دیا ہے جنہیں اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ برطانیہ ہے۔
اور ازالہ الادہ ص ۵۷ میں گورنمنٹ کی کمال درجہ کی شکر گزاری اور دعا گوئی
میں اپنی مصروفی اور مشغولی ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب ازالہ الادہ ص ۵۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ احادیث نبویہ کا لب لباب

یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم آخری زمانہ میں یہودیوں
کی طرح چال چلن خواہ کرو گے تو تمہارے درست کرنے کے لئے عیسیٰ بن مریم آئیگا
یعنی تم اپنی شرارتوں کی وجہ سے یہودی بن جاؤ گے تو تم میں ہی عیسیٰ ابن مریم
لسی کو بنا کر تمہاری طرف بھیجے گا اور جب تم اشد سرکشوں کی وجہ سے سیاست کے
لائق نہیں جاؤ گے تو محمد ابن عبد اللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے واضح رہے کہ یہ وہ دو نو
وعدے کہ محمد ابن عبد اللہ آئیگا یا عیسیٰ بن مریم آئیگا اور اصل اپنی مراد و مطلب میں
ہم مشکل ہیں۔ محمد ابن عبد اللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت
میں ہو جائیگی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص
مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت اس کا نام محمد
ابن عبد اللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام
محمد ابن عبد اللہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ کر آئیگا۔
مرزا صاحب نے دیکھا کہ اہل اسلام احادیث کو دیکھ کر اس بات پر اڑتے تھے کہ امام ہدی
جن کا نام محمد ابن عبد اللہ ہوگا اور انکی وہ علامتیں ہونگی جو احادیث میں مہرج ہیں
اور انکا وجود ضروری ہے اسلئے انہوں نے تقریریں باقی میں یہ طریقہ اختیار کیا
کہ ممکن ہے کہ کئی مہدی آئے ہوں اور امام محمد بھی آجائیں نہ اسلئے وجود سے
غرض ہے نہ عدم سے مطلب ہمیں اپنی عیسویت سے کام ہے۔ اس میں صرف
ابلہ فریبی مقصود تھی ورنہ انکا مقصود اصلی تو یہ ہے کہ وہ صرف عیسیٰ ہی
بنیں بلکہ مہدی ہی بن انہوں نے دیکھا کہ جہلا تو سب کہہ مان لیتے مگر علمائے
پہچھا چھوڑا نامشکل ہے اسلئے یہ راہ گزیر بنا کر لہی کہ ہم نے تو مہدی کے

آئے گا بھی آفر کر لیا ہے پہراہنی عیسویت کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ جو لوگ یہودی بن گئے تھے اونکی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور مہدویت کا یہ ثبوت کہ لوگ سیاست کے قابل ہو گئے تھے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نکر گئے ہیں اور مہدی ہیں۔ ہر چند اس مقام میں اسکا ذکر نہیں کیا مگر یہ تو کہہ دیا کہ اوسوقت کو ہی شخص مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کر ظاہر ہو گا جو مہدی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ اسکا نام بھی محمد ابن عبد اللہ ہو۔ اور براہین احمدیہ اور رازانہ میں بکرات لکھ چکے ہیں کہ میں مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ بروزی طور پر حضرت حجتی تشریف فرما ہوئے ہیں جیسا کہ سابقاً معلوم ہوا اور اس قول سے بھی ظاہر ہے جو اپنی نقل کیا گیا کہ ایسا شخص جسکو مسیح کہنا چاہئے کیا وہ مہدی نہیں۔ لیکن خود ہی عیسیٰ بھی ہو گئے اور خود ہی مہدی بھی ہیں اور عتیٰ حدیثین امام مہدی کے حسب نسب وغیرہ خصوصیات کی تہین سب بیکار ہو گئیں اور مرزا صاحب کا قول سب کا مانع اور انکی امت نے تسلیم کر لیا۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب جن یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے اونکی اصلاح کی یا انکو یہودی بنا دیا۔ یہود جو گمراہ سمجھے گئے تھے آخر اوسکی وجہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کے ارشادوں کو چھوڑ کر اور دن کی باتوں کو مان لیا تھا جو اپنے دل سے تراش کر انکو فتویٰ دیا کرتے تھے مرزا صاحب کا گروہ بھی یہی کر رہا ہے کہ مرزا صاحب کے قول کے مقابلہ میں وہ کسی حدیث کو نہیں مانتے اور جنگو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں انکی باتوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی سرکشی اور شرارت ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے نہایت سچ اور بالکل حسب حال فرمایا کہ مہدویت سے

لوگ یہودی بن گئے اور اوہی سیاست کی ضرورت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وان
 یروا سبیل الرشہ لا یخذوہ سبیلہ وان یروا سبیل اللہ فی سبیلہ یغنیہ او ان یرکبوا
 کی بھیدہ حالت ہے کہ ہدایت کی راہ دیکھتے ہیں تو اسکو راستہ نہیں بنا لیتے اور اگر ای
 کی راہ دیکھتے ہیں تو اسکو راستہ بنا لیتے ہیں گے

مرزا صاحب ازالہ الاحکام ص ۲۱۱ میں حدیث کیفہ اتموا انزل بن مریم فیکم واما کم
 منکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کیا حال ہو گا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہو گا اور تم

جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا معی ایک امام ہو گا اور تم میں سے لے امتی
 ہو گا یہاں تک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہو چکا اور آپ لوگوں نے سمجھا لیا ہو گا

کہ امام بخاری صاحب امام مکرم کے لفظ سے کس طرف اشارہ کر گئے الذاقل کفہ اشارہ
 سبحان اللہ امام بخاری کے فرضی اشارہ پر تو اس قدر توجہ اور خود نبی علی اللہ علیہ وسلم

نے صراحتہً جو فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی امامت جو شخص کہینگے وہ ہمارا اہل بیت
 سے ہونگے اسکا ذکر تک نہیں۔ اگر یہ حدیثیں ضعیف بھی ہوتیں تو جب بھی ان کے

ابطال کا کوئی حق تھا اسلئے کہ اونکا موضوع ہونا ثابت نہیں ہے چنانکہ وہ احادیث
 مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ مقصود مرزا صاحب کا یہ ہے کہ امام مکرم کا

جملہ علیہ ہے اور اس میں لفظ ہومعذوف ہے اور ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ اوہ امام
 میں عرف تفسیر ہے جیسا کہ تکالیفات کتاب قرآن میں۔ غرض کہ دو جہیں کہیں

ایک جہ کہ واما کم جہ مستانفہ ہے بخذف بتدا اور دوسری جہ کہ خبر جہ ہے جو نزل
 کے فاعل کی تفسیر واقع ہوئے مگر امام بخاری نے ان دونوں توجیہوں سے ایک طرف بھی
 اشارہ نہیں کیا مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ کس لفظ سے امام بخاری نے اس کے

اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے بیان کرتے مگر چونکہ امام بخاری پر بھی اقرار ہے اس لئے بیان کیا گیا
 اور پھر کوئی تعجب کی بات نہیں تھا اور اصل پیراؤں کا اقرار کرنا ثابت ہے پھر بخاری کیا چاہتا
 صحیحین کے نزدیک مسلم ہے کہ الحدیث فی شمس الحدیث یعنی کسی حدیث کے معنی میں تردد ہو تو
 دوسری حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں دیکھی جائیں اور اسکے وہی معنی لئے جائیں جو دوسری
 حدیثوں سے مستفاد ہوں۔ جب ہم صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں کو دیکھتے ہیں کہ اون میں صحیح
 کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اترینگے تو مسلمانوں کا امام اون سے درخواست امامت کرے گا اور
 وہ قبول کرے گا جس سے ظاہر ہے کہ وہ امام اور عیسیٰ علیہما السلام دو شخص ہونگے۔ تو ان
 احادیث کے لحاظ سے ہمیں ضرور ہوا کہ اس حدیث بخاری کے وہی معنی لین جو اون صحیح
 حدیثوں سے مستفاد ہیں اس لئے واما تم متکم میں واد حالہ لیا گیا ہے تمام علماء کا اجماع ہے
 اور اسکے صد ہا نظیرین قرآن حدیث میں موجود ہیں جنکو ہر طالب علم جانتا ہے۔
 مرزا صاحب نے اس کو دیکھ کر جو معنی لینے میں اب تک کسی عالم نے نہیں لکھا صرف مرزا صاحب
 خود غرضی سے پھر معنی تراش رہے ہیں اور پھر خیال نہیں کرتے کہ اگر تعلق کر کے جیسے
 لئے جائیں تو دوسری احادیث میں عیسیٰ اور امام میں مخالفت بالتحقیق ثابت ہے وہ حدیثیں
 جو ثبوت ثابت ہونگی اور کتب صحاح سابقہ الا اعتبار ہو جائیگی۔ بدو زوطح دیدہ ہونگے۔
 اب دیکھئے کہ اس حدیث کے معنی جو وہ بتلائے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم تمہیں میں سے ایک
 شخص ہوگا ظاہر ہے کہ غلط ہیں اس لئے کہ ہر مسلمان جانتا ہے اور صحابہ ہمیشہ قرآن و حدیث میں
 سنتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اگر ذرا بھی احتمال اس معنی کا ہوتا تو صحابہ پوچھ لیتے کہ
 حضرت عیسیٰ ابن مریم تو بنی اسرائیل میں اونکی نسبت منکم کا ارشاد کیا ہم اطمینان دلائے ہیں
 کہ مرزا صاحب کسی ضعف بلکہ موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عیسیٰ ابن مریم جو حضرت

نے فرمایا اس سے مراد وہ شخص ہے جو اس امت سے ہوگا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلم شریفین میں ہرگز ایسا نہیں ہے ناذاجا والاشام فرج نبینا اعدون القتال بسورن الصغریٰ اذ اقیمت الصلوة فینزل عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فامہم فاؤرا

زہ عدو اللہ ذاب کما یدوب الملح فی الماء اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اترینگے تو امامت کرینگے۔ مگر جب دوسری متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام

امامت کرینگے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس حدیث کا وہ طلب نہوگا جو ظاہر سمجھا جاتا ہے۔ البتہ لفظ اہم سے وہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ نمازی کی امامت کے واسطے موضوع نہیں بلکہ پیش روی کے معنی میں بھی متصل ہے تو

وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے لسان العرب میں لکھا ہے والامام یعنی القدم وقلان ایوم القوم مقدم وقال ابو بکر معنی قولہم ایوم القوم اسی مقدم احد من الامام بقال فلان امام القوم مضاه ہو مستفاد

لہم ویکون الامام رئیس القوم امام المسلمین اور منتہی الارباب میں لکھا ہے واجم امامۃ وامہم امام وپیش روی ایشان شد اس صورت میں مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اترے اور دجال کے مقابلہ کے واسطے پیش روی ہونگے۔ اور اس پر قرینہ بھی یہ ہے کہ فاجم کے

ساتھ فاؤراہ عدو اللہ ذاب متصل ہے یعنی جب مسلمانوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں سب سے آگے عیسیٰ علیہ السلام کو دجال اپنے مقابلہ میں دیکھتا تو گل جابجا اس سے ظاہر ہے کہ اذکو پیش روی لشکر دیکھتا اور نہ مسجد میں دیکھتا کا اذکو کسی موقع نہیں کیونکہ حدیث صحیح سے

ثابت ہے کہ مسجد کا دروازہ نماز کے وقت بند ہوگا یہاں مرزا صاحب یہ اعتراض ضرور کرینگے کہ فیئرل عیسیٰ السلام فاجم سے ظاہر امامت نماز معلوم ہوتی ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بھی ایک احتمال ہے اور جو مذکور ہوا وہ بھی احتمال ہے جس پر قرینہ بھی

موجود اور نشاط بھی مساجد سے اور دوسری احادیث بھی ایسی ہی ہوئیں بہت ہو گا تو ان کو
 کی وجہ سے دونوں احتمال سا قیاسوں سے نکالیں کہ اس سے بھاری معصومین کو ہی نقصان
 نہیں آتا کیونکہ دوسری حدیث میں صحیح مجاہد کے خوب حال میں جن سے نہایت ظاہر ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام اسیر اللومینین کی آفت کر سکتے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے جو
 کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہو گا کہ اس وقت اس آیت کا وہی کہ شیعہ مگر یہ کسی زمانہ
 بابت نہیں۔ اہل علم پر یہ شیعہ نہیں کہ قرآن شریف میں اس قدر محدودیت ہے نہ مثلاً
 واذا الارض مدت وانفتحت باقیہا واخلقت وانزلت لربها وحفت باقیہا الانسان الا یہ
 جو اجماع وقت سے جسکی نظیر میں بکثرت موجود ہیں ایسی ہی قسمیں ہیں کہ میں پورا قصہ
 ذکر کیا گیا اور کہا ہے اختصار کیا گیا جسکی نظیر میں بکثرت موجود ہیں۔ ایسی ہی قولہ تعالیٰ
 بااھرا الناس ان لننقم فی ربیبہ من العجۃ انما خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من
 علقہ ثم من مرنقۃ ثم خلقناکم فخرقناکم لنبین لکم وقتر فی الارحام بائنا والیٰ اھل البیت
 خیرکم طفلاً اور دوسری آیت ہے اولہ انالی بوالذی خلقکم من تراب ثم من
 ثم من علقہ ثم یخرجکم خلقا علیٰ لیبۃ آیت سے ثابت ہے کہ نطفہ سے علقہ اور علقہ
 سے مرنقہ اور مرنقہ سے لعل شایا جا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ علقہ سے ہے
 لعل شایا جا ہے یعنی اس آیت میں مرنقہ خلقہ وغیر خلقہ ترک کر دیا گیا ایسی ہی
 احادیث میں بھی کہیں پورا واقعہ مذکور ہوتا ہے اور نہیں بالاختصار اور بعض
 بھی اس پر گواہ ہے کہ جب آدمی متعدد مجلسوں میں کسی واقعہ کو ذکر کرتا ہے تو اس
 الترام تمہیں کرنا کہ من اولہ الی آخرہ پورا واقعہ بیان کر دے بلکہ بحسب ضرورت
 مقام اور اقتضا سے حال کی وزیادتیں ہر جاتی ہے۔ اسی طور پر اس حدیث شریف

نماز کی امامت کا ذکر ترک کر دیا جو بارہا مختلف حدیثوں میں بیان فرمایا ہے اس موقع
 مقصود اس قدر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اوس لشکر کے آگے رہیں گے جنکو دیکھ کر وہاں مضمحل ہو
 فرزا صاحب اس حدیث کو اپنے پرچیان کرنا چاہتے ہیں معلوم نہیں وہ کیونکر ہو سکتا
 اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں اسے مسلمانو اوس روز تمہاری کیا حالت ہوگی
 جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ اس قسم کی
 بات ایسے موقع میں کہی جائے تو زیبا ہے کہ کوی بڑی بات کا وقوع ہو مثلاً عیسیٰ علیہ السلام
 جیسے اولوالعزم نبی جنکی جگہ جگہ قرآن شریف میں تعریف و توصیف ہے آسمان کے
 اتریں اور پھر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلائیں اور خود امامت بھی نظر
 بلکہ ایک امتی کی اقتدار کریں۔ البتہ یہہ کمال افتخار اور خوشی کی بات ہوگی اور یہہ
 اس وجہ سے کہ آدمی کا مقتضائے طبع ہے کہ جب کوی جلیل القدر شخص اپنے
 کسی بزرگ مثلاً باپ یا مرشد کا تاج ہو کر اپنے حلقہ میں شریک ہوتا ہے تو ایسی خوشی
 ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا اسی بنا پر حضرت فرماتے ہیں کہو اوس روز
 کیا حالت ہوگی جب تمہارے ساتھ بان جلات شان عیسیٰ علیہ السلام شریک
 حال ہوں گے۔ فی الواقع جنکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ کی محبت ہے
 اونکی اوسوقت عجیب حالت ہوگی ایسوجہ سے ارشاد ہے کیف انتم اذا نزل۔

ابن مریم فیکر واما کم منکم۔

اگر اس حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اوسوقت تمہاری کیا حالت ہوگی
 جب ایک پنجابی تم میں اترے گا اور تمہاری امامت کرے گا۔ ایسین تو کوئی خوشی
 کی بات نہ کہہ سکتے ہیں ہوتی۔ ایسین شک نہیں کہ یہہ بات اس قابل ہے کہ

عرب اور سکوپت برہمنین مگر اس لہذا سے کہ وہ ایک مہان ہو گا جو (انزل) سے بھرا گیا
چنانچہ ان طال کے قابل بھی نہیں۔ بھر حال ایک پنجابی شخص کا کسی ناز میں امامت کرنا نہ کوئی نئی
کی بات رہے نہ غمی کی۔ پہر کیف اتم سے اس واقعہ کی عظمت بیان کرنا کس قدر شان بلاغت
و فصاحت سے دور ہے۔ وریا بلن جیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حملہ سے کہ ایسے
خفیف خفیف امور کو حضرت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اور اگر جیہ خیال کیا جائے کہ اس
شخص میں عیسیٰ علیہ السلام کے کمالات ہونگے جب بھی بقول مرزا صاحب وہ کمال ہی
کیا دار و دار ادا کے معجزوں کا مسمر نیم تھا جس کو خود مرزا صاحب قابل نفرت سمجھتے ہیں
ایسے قابل نفرت شخص کی امامت کوئی وقعت کی بات نہیں ہو سکتی اب رہا جیہ کہ ایسا
انموات وغیرہ سے ہدایت مرولی جائے تو وہ بھی کوئی نئی بات نہیں، علماء اہل سنت
بنی اسرائیل فرما کر حضرت نے ہر ایک عالم متدین کو انبیاء سے بنی اسرائیل کا مشیل قرار دیا
جن میں موسیٰ اور عیسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام داخل ہیں۔
(۳۳) امام مہدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونگے وہ خاندان اہل بیت کرام
ہونگے جن کا حلیہ بھی بتلادیا گیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔
(۳۴) اٹھارہ سال کی عمر میں امام مہدی دمشق میں جا کر خطبہ پڑھینگے جیسا کہ معلوم ہوا
(۳۵) امام مہدی روم قسطنطنیہ فتح کریں گے اور ساتھ ہی وہ جلال نگے گا کما مر۔
(۳۶) امیر المومنین ہم عیسیٰ علیہ السلام کو امامت کیلئے کہیں گے مگر وہ اس پر راضی نہیں
(۳۷) عیسیٰ علیہ السلام ناز کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوادینگے اور اس وقت وہ جلال ان موجود ہوں گے
(۳۸) وہ جلال کے ساتھ ستر سزار ہووے ہونگے اور سب یہاں لینگے کما مر۔
(۳۹) پتھر جہاز وغیرہ ہوویوں کی نشاندہی کریں گے تاکہ اہل اسلام کو قتل نہ کریں کما مر

(۲۰) امام مہدی کی تائید کے لئے حدیث کا خراسان کی طرف سے نکلنا جب کہ اس

حدیث شریف سے ظاہر ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم يخرج رجل من واد النہر یقال لہ الحار

حواش علی مقدمہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یکن لال ہو علی النہر علیہ وسلم کہ مکتبہ قریش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب علی کل موکن النہر او قال ابانہ رواہ ابو داؤد یفہم فرما

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماوراء النہر سے ایک شخص نکلیگا جس کا نام حارث ہوگا جس

مقدمہ الجیش پر ایک شخص منصور نام ہوگا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ایسی ہو دو دیگا

جیسے قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدوسی تھی ہر مسلمان پر کہ اسکی مدد واجب ہے

اور ایک روایت یہ ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ انتم فی الایات السود ہا

من قبل خراسان فا تو با فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی رواہ احمد والبیہقی فی ذیل النہر

اور شرح رسالہ قیامت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مولانا مالک

محدث دہلوی نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم دیکھو کہ سیاہ نشہ ان خراسان

کی طرف سے آ رہے ہیں تو ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اور جینے کہ ان میں مہدی

خلیفۃ اللہ ہونگے۔

ان روایت سے ثابت ہے کہ حارث امام مہدی کی مدد کے لئے خراسان کی طرف سے

فوج لیکر نکلیگا اور امام مہدی بھی اوسکے ساتھ ہونگے ان روایتوں میں کوئی امر مذکور

اولیٰ حدیث کا خروج۔

(۲) ادا کا مقام خروج ماوراء النہر ہوگا۔

(۳) اوس کی فوج کے مقدمہ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔

(۴) غرض اوس کی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہوگی۔

۱۵) امام بیہدی بھی اوس فوج میں موجود ہونگے۔

۱۶) سر شخص پر واجب ہوگا کہ ادا کی مدد کرے۔

۱۷) اصل کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ حارث میں ہون چنانچہ ازالۃ الاولیاء

ص ۳۲ میں لکھتے ہیں انگریزی ساریت میں ہیں گانوں تعلقواری اور طلیقہ قادیان

کا حصہ ہری ووال ہر قوم کو سٹو جو ایتک میں اور حارث کے لفظ کے معنی میں

کافی ہیں مرزا صاحب اپنی زمینداری سے یہاں چھہ کام لینا چاہتے ہیں

کہ اس حدیث کے مصداق میں اور اوس کی دلیل چھہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث

میں لفظ حارث کا کوہ سے اور حارث زمیندار کو کہتے ہیں اور میں زمیندار ہوں

دارت کے حنی جو زمیندار بتلا رہے ہیں اوس سے مسلمانوں کو دہو کا زمیندار

مقصود ہے۔ کیونکہ کتابت میں مصرح ہے کہ حارث کسان کو کہتے ہیں۔ اور اگر

بالفرض وہ کسان بھی قرار دئے جائیں جب بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو

اسی لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھہ نہیں فرمایا کہ کھجرجل حارث بلکہ چھہ فرمایا

رجل بقال لہ الحارث جس سے ظاہر ہے کہ اوس شخص کا نام حارث ہوگا کیونکہ بقال لہ الحارث

کے مقام میں کہا جاتا ہے چھہ کہ چھہ ہمیشہ اس پر شہادت دے رہے ہوتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم لایذ بحب اللیل والنہار حتی یتک رجل من الموالی بقال لہ الجواہر والذکر

غیاث اللغات میں لکھا ہے حارث اسد و شیر درندہ و بعضی زراعت کنندہ و فرار

و نام ابن ہشام کہ از صنادید عرب بود کہ ظاہر ہے کہ چھہ تینوں معنی مرزا صاحب حارث

نہیں۔ اگر حارث زمیندار کو کہنا صحیح ہو تو زیادہ شاہد پر طریق اولی چھہ لفظ صدق

حالانکہ کسی کتاب میں وہ اسکی تصریح نہیں بنا سکتے بہر حال لفظ حارث کے مصداق

وہ کی طرح بن نہیں سکتے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث میں ایک اور تصریح کیا ہے کہ (بقیال لہ الحارثہ حواش علی مقدمہ) کا مطلب یہ بتایا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حواش اور انہر سے نکلیگا جیسا کہ انزال اللہ میں ص ۶۹ میں فرماتے ہیں کہ اب وہ حدیث جو ابو داؤد نے اپنی صحیح میں لکھی ہے ناظرین کے سامنے پیش کر کے میں اوسکے مصداق کی طرف توجہ دلاتا ہوں سو واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابو داؤد کی صحیح میں ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حواش اور انہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلیگا اور آل رسول کو تقویت دیگا جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں ہوگا دراصل مجھ و دونوں پیشگوئیوں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق ہی عاجز ہے اب دیکھئے کہ ادنگا یہ قول کہ ایک شخص حارث نام یعنی حواش اور انہر سے نکلیگا کس طرح صحیح ہوگا۔ اگر تفسیر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو حارث مفرد ہے اور حواش جمع ہے مفرد کی تفسیر جمع کے ساتھ صحیح نہیں۔ اور اگر جمع کا لحاظ کیا جائے تو من حیثیہ کی ضرورت ہے مگر مضاف الیہ حواش کا جو ماوراء النہر کو بتا رہے ہیں وہ خود مضاف سے بھی کئی درجہ اوپر ہے مضاف الیہ کے تحت میں کیونکر آسکے۔ البتہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے کئی درجہ اوپر کے جذبرگوار ماوراء النہر سے نکلے اور حارث مرزا صاحب بن رہے ہیں یہ توجیہ بن سکتی ہے مگر کلام بیان عبارت حدیث میں ہے کہ آیا سخوی ترکیب محل اسکو اجازت دیتی ہے یا نہیں سو ادنی درجہ کا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ وہ درست نہیں کیونکہ (بیخبر رجل من دراء النہر یقال لہ الحارث حواش علی مقدمہ رجل) کے معنی بیخبر رجل یقال لہ الحدیث ای من حواش ماوراء النہر سمجھنا کسی نجومی کا کام نہیں مرزا صاحب

کی امت تو خوش ہوتی ہوگی کہ مرزا صاحب نے حدیثوں کے ساتھ سچ کو بھی باطل کر دیا مگر اہل علم
اس کا مدد نہ ہوتا ہے کہ اس دورہ میں علوم کی تباہی ہو رہی ہے۔

اسکی ضرورت اونکو اس وجہ سے ہوئی کہ حدیث شریفین میں حارث کی مدد کرنے کا
حکم ہے انہوں نے دیکھا کہ کسی طرح حارث بن جابن تو ہر طرف سے مال آتے لگ جائیگا
جو لوگ علم سے ناواقف تھے اونکو ترکیب نحوی سے کیا غرض انہوں نے مرزا صاحب کے
اعتبار پر ایک حارث بھی کیا بعد ہی مسیح موعود نبی رسول اور خدا کی اولاد کے برابر بھی
مان لیا اور مرزا صاحب نے فوراً چند دن کی فہرست پیش کر دی چنانچہ اسی تقریر کے
ضمن میں صحت لکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک عظیم الشان سلسلہ

اوس حارث کے سپرد کیا جائیگا جس میں قوم کی امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم
فتح اسلام میں اوس سلسلہ کی پانچون شاخوں کا مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ اور نیز

اس جگہ بھی بھی اشارہ سمجھا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں یا امیروں میں سے
نہیں ہو گا نا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے۔ اور اس تاکید شدید کرنے

اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اوس حارث کے ظہور کے وقت جو شیل مسیح ہو گیا
دعوئی کر گیا لو کہ امتحان میں ٹر جائیگی اور بہتر ہے اون میں سے فی الحقیقت برکات سے

اور مدد دینے سے و لیکن گئے کہ اوسکی جماعت متفرق ہو جائے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ
پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اسے مومنوں پر اوس حارث کی مدد واجب ہے ایسا نہ تو

کسی کے پہکانے سے اوس سعادت محروم رہ جاؤ اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں
کہ اس حدیث سے یہ سب اشارات مرزا صاحب کے مفید مدعا کے صفائی سے نکالے

جا رہے ہیں۔ مرزا صاحب کا خیال ایک اعتبار سے درست ہے اسلئے کہ جب

ایسی تباہی نہ کی جائیں کوی روپیہ دیتا یہی تو نہیں اور ایسا کون آتی ہے جس کو روپیہ کی ضرورت
 نہ ہو خصوصاً زمینداری بلکہ موروثی شاہی خیال والوں کو تو بہت سی ضرورتیں لاحق رہتی ہیں
 اب اس حدیث پر اور بھی غور کیجئے۔ ابو داؤد کے نسخوں میں یہ حدیث عبارت (الحی رشتہ حرام)
 و بطور پر ہے بعض نسخوں میں حراثت بن حراثت ہے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ حراثت
 بلیب کا نام حراثت ہو گا اور بعض نسخوں میں حراثت حراثت علی مقدمہ راجل ہے یعنی حراثت
 ایسی حالت میں نکلے گا کہ اس کے مقدمہ الجیش پر ایک شخص ہو گا جس کا نام منصور ہو گا
 اس نسخہ کی شرح میں محدثین کہتے ہیں حراثت کلام اسے امیر و عامل للہارث یعنی حراثت کے
 معنی کار گزار اور کارسے ہیں چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے و فی الحدیث اصدق الالاسا
 الحراثت لان الحراثت الکاسب و اخرت المال ہی کسب والا انسان لایخلو من الکسب بلعبا
 و اختیاراً۔

اگر وہ یعنی حراثت کا مقام خروج ماوراء النہر ہونا جو حدیث شریف میں ہے اس کی نسبت
 مرزا صاحب ازالہ الامداد ص ۱۲۲ میں فرماتے ہیں کہ بابر بادشاہ کے وقت میں اجداد اس
 اس نیاز مند کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کشمیر کے ساتھ کسی سبب سے ہجرت اختیار کر
 دی تھی میں نے اپنے انہیں شاہی خاندان سے ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس
 گورنمنٹ کی نظر میں معزز تھے چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیبا
 جاگیر کے اتھین ملے اور ایک بڑی زمینداری کے دو تعلقدار ٹیپڑے لگے تھے
 بابر بادشاہ کے زمانہ کو چار سو برس گزرے ہیں اس عرصہ میں سختیاً قس مند ہوا
 مرزا صاحب کے گزر گئے ہونگے اور جلد علی جو در علی تشریف لائے تھے مقصود اس سے
 سمرقند سے ہجرت کر کے اس غرض سے نکلنا تھا کہ بادشاہ سے کوی دنیوی نفع حاصل

کرین پناہیہ ایسا صحیحی ہوا کہ جاگیر است وغیرہ میں اب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تم کو
سے یعنی ماوراء النہر سے کوئی بھی سنگے مگر حارث تو میں جی ہوں کیونکہ الہام سے
ایسا صحیح معلوم ہوا ہے۔

مرزا صاحب نے اس موقع میں حسن ظن سے حدیث کا حکم لیا ورنہ علم سے بچنے
لیتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف فرمایا ہے کہ حارث وراۃ النہر سے
نکلے گا اور میں تو وراۃ النہر کہاں پنجاب سے جی یا ہر نہیں نکلا پھر حارث ہونے کا
کیونکر دعویٰ کروں اور اگر اس حدیث کے معنی خلاف واقع بیان کر دوں تو وہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اقرار ہو گا جسکے بارے میں سخت وعید وارد ہے کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتوا بئو مقعدہ من النار یسقی علیہ
یعنی جو بات حضرت نے نہیں کہی وہ حضرت کی طرف منسوب کرنا دوزخ میں لگانا
بنا لینا ہے۔ اس سوال کے بعد جب علم کوئی تشنیہ بخش جواب نہ دیتا اور یقیناً
نہ دے سکتا تو اوپر لا حول پڑ کر سمجھ جانے کہ یہ شیطان الہام سے جو حارث
حدیث ہے۔ بات چھہ ہے کہ مرزا صاحب کو چند دن کی ضرورت ہے اور
صبح و شام ادیسکا خیال لگا رہتا ہے اسلئے جس طرح مرزا صاحب نے اپنی
ذاتی تحقیق سے قاعدہ قرار دیا ہے شیطان نے موقع پا کر الہام کر دیا اور مرزا صاحب
کو ضرورت کے لحاظ سے اوسکے رد کرنے کا موقع نہ ملا۔

تیسرا امر یعنی حارث کے مقدمۃ الجیش پر منصور نام سردار ہونا جو حدیث میں مذکور
ہے اوسکی نسبت از الہام صحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اوسکے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکے لشکر یعنی اوسکی جماعت کا سردار و سرگروہ

ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائیگا کیونکہ اوس کے
 خادمانہ ارادوں کا جو اوس کے دل میں ہونگے آپ ناصر ہوگا اس جگہ اگرچہ اوس منصور
 کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری
 جنگ بدل مراد نہیں بلکہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اوس حارث کو دوسری جاسکی
 جیسا کہ کسفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا ہے۔

حدیث شریف میں (علی مقدمتہ رجل یقال له منصور) مذکور ہے۔ اور لغت میں
 مقدمہ فوج کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو تام لشکر کے آگے رہتا ہے جس سے
 ظاہر ہے کہ حارث معمولی آدمی ہوگا بلکہ لشکر جرائد لیکر امام مہدی کی مدد کو نکلیگا
 اور ایک نامی سردار اوس کے مقدمتہ الجیش پر ہوگا۔ اور دوسری روایت
 میں جو اسکی تائید میں ہے صراحتہً یہ بھی مذکور ہے کہ اوس فوج کے نشان
 سیاہ ہونگے جس کا حال ابھی معلوم ہوا مرزا صاحب سب کی نفی کر کے فرماتے
 ہیں کہ وہ ایک معمولی پنجابی آدمی ہوگا جسکے ساتھ نہ فوج ہے نہ حشم البتہ
 اوس کے مریدوں میں ایک شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور پکارا جائیگا۔
 مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ سمجھیا
 کہ وہ حارث بادشاہ یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا
 اپنی ذات سے متحمل ہو سکے غالباً اشارہ اسی سے نکالا ہوگا کہ حارث کی
 نصرت کا حکم ہے۔ انہوں نے نصرت کو چندہ میں منحصر کر دیا حالانکہ چندہ
 دینے کا نام نصرت نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرہ
 کیا مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں بھی یہ فرمادینگے کہ خدا تعالیٰ چندہ دیا

مرزا صاحب لفظ وجب لفظ سے اشارہ کیجھ نکالتے ہیں کہ وہ بادشاہ اور
 امیر نہ ہوگا اور جو صراحتہ لشکر درایات وغیرہ مذکور ہے اس سے انکار ہے۔
 تو مرث کے زمانہ کے مسلمانوں کو آفرین کہنا چاہئے کہ باوجودیکہ اپنی
 حدیثوں پر استدلال کر کے اپنی مہدویت کے ثبوت پر ایک لشکر جہاد پریش
 کرتا ہوگا۔ مگر جو خالص ایماندار تھے وہ نور ایمان سے اسکی کارروائیوں
 پر نظر کر کے اسکے دام میں نہ آئے بر خلاف اسکے ہمارے زمانہ کے مسلمان
 دیکھ رہے ہیں کہ ایک علامت بھی باپی نہیں جاتی مگر مرزا صاحب کے
 تصنیفات و تاویلات پر ایمان لاکر انہی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور جو لوگ
 انکو مکائد پر اسکے مطلع کرتے ہیں انہی کو دشمن سمجھتے ہیں۔

یہاں بھیہ امر بھی غور طلب ہے کہ مرزا صاحب کا لشکر تور و حافی ہے نہ جہاں
 فوج ہے نہ جنگ و جہل پر چند دن کی کیا ضرورت ایسے لطیف لشکر کی نصرت
 کثیف چیز سے طلب کرنا اور مال جب کا فتنہ ہونا مسلم ہے اسکے لئے ہاتھ
 پہیلانا کس قدر نامناسب اور بدنام ہے ازالہ الامداد ہمارے ۱۵۶۷ء میں خود فرماتے
 ہیں کہ مسیح دنیا میں اگر مال کو اس قدر تقسیم کر گیا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں

بھی نہیں کہ مسیح درہم و دینار کو جو مجہد ان آیت انما اموالکم و اولادکم فتنۃ
 جمع کر گیا اور دانستہ ہر ایک کو مال تیر دیکر فتنہ میں ڈالے گا۔

مرزا صاحب کا خرم و احتیاط بھی قابل دید ہے کہ مال میں دو چہتین میں
 محدود مذموم جب دینے کی کوئی روایت آجاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 بہت مال دینگے تو مال نہایت مذموم اور فتنہ ہو جاتا ہے کہ اگر دیا جائے تو

لوگ فتنہ میں پڑینگے۔ اور لینے کا موقع آتا ہے تو نہایت تیزی سے اور اس قدر
 ہو جاتا ہے کہ اوسکے لئے دست سوال دراز کیا جاسکے، اور اوسکے دینے
 کی حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ اون سے مراد باقرین کیا ہے۔ اور لینے کے
 وقت وہی خاص حکم قرار دیا جاتا ہے جس میں استوار اور کنایہ کو دخل نہیں
 اہم ہوتا ہے۔ یعنی حارث کی غرض آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہوگی اوسکی
 نسبت۔ از انہذا ادا ہوا ہے کہ حارث ایسے وقت میں نکلا ہو گا کہ حضرت
 میں آل محمد لینے انصافاً مسلمین پر سادات قوم و شرفاً سے ملت میں کسی حاجت
 اور مبارز میدان کے محتاج ہونگے۔ آل محمد کے لفظ میں ایک فضل اور طبر ہے
 کو ذکر کر کے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں اوس چیز سے مناسبت رکھتے
 ہیں اوسکے اندر داخل کئے گئے ہیں جیسا کہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات
 ایک چیز کو ذکر کر کے کل اوس سے مراد لینے ہیں۔

ابھی معلوم ہوا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد امام مہدی ہیں جیسا کہ دوسری
 حدیث سے ظاہر ہے مرزا صاحب نے اوس روایت سے انعام کر کے صرف
 آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیث کو لے لیا اور اوس میں بھید تعریف کیا کہ
 اوس سے مراد تمام مسلمان ہیں جبکی تائید کے لئے وہ فراسان لینے سرفند سے
 ظلم میں اور تائید بھیک کی کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو بلکہ صحابہ سے
 لیکر آج تک کے مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس کا حال مذکور ہوا۔

یہ بات اہل حق سے ہیں کہ مجازی معنی دین لئے جاتے ہیں جہاں حقیقی معنی
 نہ ہیں۔ اب بھید دیکھنا چاہئے کہ اس شیگی کی حقیقی معنی چوڑھنے کی کیا

ضرورت ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے کہ ظان سنہ من
 یحد واقعہ ہوگا پیرا روہ سنہ قریب الختم ہوتا تو اس وقت اس حدیث کی تصحیح کے لئے
 مجازی معنی لے سکتے تھے۔ امام جہدی عارث اور عیسیٰ غنیہ السلام اور دجال وغیر
 کا نکلنا تو قیامت کی علامات کبریٰ سے ہیں جبکہ متصل قیامت ہوگی۔ اور یہ
 علم کیونکہ نہیں دیا گیا کہ قیامت کس سنہ میں ہوگی یہاں تک کہ نثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے اکثر پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب ہوگی حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ اور ان سے
 صاف کہہ دو کہ اسکا علم خدا ہی کو ہے جب چاہیگا تاہم کر دینا چاہتا ہوں اور

یسئلونک عن الساعة ایان مرسہا قل انما علمہا عند ربی لایجلیہا لوفیہا الا ہوہ۔ اور
 ابھی معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شب موعج
 کہا تھا کہ قیامت کب ہوگی بھیہ تو سو آخذا تعالیٰ کے کیونکہ معلوم نہیں البتہ
 دجال کا قتل میرے ذمہ ہے جو وقت پر عمل میں آجائیگا۔ جب قیامت کا علم کسی
 نہیں جس سے بھیہ معلوم ہو کہ اس زمانہ میں اگر اوان احادیث کے معنی مجازی
 نہ لئے جائیں تو وقت منقضی ہو جائیگا اور وہ حدیثین نو ذواللہ جو ٹی ثابت
 ہوگی تو یہ کیا ضرورت ہے کہ حقیقی معنی چھوڑ کے مجازی معنی لئے جائیں
 اگر مجازی معنی ہر موقع میں لینے کی اجازت شرعاً اور لغتاً ہو جائے تو ہر
 شخص قرآن و حدیث میں خود عرضی سے مجازی معنی لیکر اپنا مطلب نکالے گا اور
 جتنے مفسری اور کذاب ہیں اپنا اپنا دین علیحدہ بنا لینے جس طرح مرزا صاحب
 بنا رہے ہیں کہ عیسیٰ مجازی دجال مجازی قتل مجازی جہدی مجازی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 مجازی عارث مجازی منصور مجازی جنگ وغیر سب مجازی جس کا مطلب ظاہر ہے

کہ بھیکل کارخانہ جو جایا گیا ہے محض بے اصل دہے حقیقت ہے۔

امیر شیخ و ششم یعنی امام مہدی کا اوس لشکر میں ہونا اور انکی مدد کی ضرورت
 اس مقام میں انکو صرف عارث بننا منظور تھا ان حدیثوں سے اگر اپنی مہدویت
 ثابت کرتے تو کوئی دوسرا شخص عارث بنکر چند دن کا مستحق ہوتا۔ چونکہ اس حدیث
 سے چند دن کی کارروائی کو تاخیر پہنچتی ہے اسلئے اس حدیث میں بڑا بھی زور لگایا
 اور چار جزئیات اس میں خاص فرمائی گئی مگر بھیکہ ثابت نہ کر سکے کہ عارث کا ایمان سے
 نکلیگا۔ اگر مرزا صاحب چاہتے تو چند روز میں اپنے خاص خاص مریدوں کے
 ساتھ ماوراء النہر تک جا کر چلے گئے جس سے ماوراء النہر یا خراسان سے نکلنا عادی
 آجاتا اور کسیکو بھیکہ کہنے کی گنجائش نہ ملتی کہ مرزا صاحب ماوراء النہر سے نہیں نکلے
 مگر وہ ادوں سے ہو سکا اور کیونکر ہو سکتا وہ تو مخبر صادق کا کلام ہے جو سوائے
 اپنے مصداق کے کسی دوسرے پر صادق آھی نہیں سکتا باطن میں فی الحقیقت بھی
 وجہ تھی مگر ظاہر افغانستان کا خوف سدا رہا ہوا ہوگا۔ جب یہود سے کہا گیا
 کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فتمنوا الموت
 ان کنتم صادقیین مگر خدا جاننے ادوں پر کس قسم کا خوف طاری ہو گیا تھا
 کہ ادوں کے منہ سے کوئی تمنا کا کلمہ نکل ہی نہ سکا آخر ادوں کا جھوٹا ہونا خود ادوں کی
 طرز عمل سے مسلم ہو گیا۔

بھیکہ چند علامتیں ایسی علیہ السلام کے زمانہ کی ہیں اگرچہ اور بہت سی علامات
 احادیث سے ثابت ہیں مگر طالبین حق کے لئے بھیکہ چالیس علامتیں بھی لکھی
 اگر ذرا ہر کس استیک حرف بس است۔ اپنے دیکھ لیا کہ ان علامتوں سے

ایک بھی مزار صاحب پر صادق نہیں آتی اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ کیسے طبع ان غلطیوں کو
 اپنے پرچسپان کر لیں اور نہ عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اس لئے اقسام کی تعبیر
 کیں۔ مثلاً ناموں میں تخریف کر دی اپنا نام عیسیٰ مہدی حارثہ وغیرہ کہہ لیا اور تقابلاً
 گو دمشق۔ اور پادریوں اور ابن صیاد کو دجال اور نصاریٰ کو یا جوج و ماجوج قرار دیا
 اور کہیں معنون میں تخریف کی مثلاً قتل دجال اور کسریٰ صلیب سے مراد رذہ سب اور مجولی
 سوال جواب۔ اور بے حساب مال تقسیم کرنے سے مراد علمی باتیں بیان کرنا۔ اور
 کسی حدیث کی نسبت کہہ دیا کہ وہ حضرت کا خواب تعبیر طلب تھا اوسکے وہ معنی نہیں
 جو ظاہر میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور کہی عقل سے حدیث کو رد کر دیا جیسا کہ لکھا ہے
 کیا عیسیٰ مہدی اور ہدایت یافتہ نہیں پہر مہدی کی کیا ضرورت۔ اور چنان
 کچھ نہ بتا تو کہہ دیا کہ وہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ دجال کے شام و عراق کے
 درمیان سے نکلنے کے باب میں لکھا ہے اور سردار لشکر کا نام جو حدیث میں
 متصور مذکور ہے کہا کہ خدا کے نزدیک اوسکا نام متصور ہوگا۔ بلکہ کہیں تو حدیث
 کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث صلی علیہ وسلم سے جیسا کہ نواسر کی حدیث کی نسبت معلوم
 بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی کی طرف غلطی کی نسبت کر دی۔ اور کہیں اغراض
 صلی کر گئے مثلاً حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کل
 اسلام صلی ہو جائیگا اور وزندے اور گزندے کسی کو ضرر نہ پہونچا سکیں گے
 وہاں کہہ تو دیا کہ شیر اور بکری کو ایک جگہ نہ بٹھائیگا مگر اس میں کچھ گفت و گو نہ
 کی کہ عیسیٰ میں تو اذن پیشگوئیوں کا وقوع کیوں نہ ہو اغراض کہ اقسام کی بدنامی
 تدبیریں کیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اوس کو رضامندی کی نگاہ سے دیکھتا

نہیں سکتا۔ افسوس ہے ایک زمانہ وہ تھا جہاں العاقل مکلفہ الاشارہ کے
 مصداق بکثرت موجود تھے اور اب وہ زمانہ اگیا ہے کہ اشارہ تو درکنار سخن
 سازیان باو آڑ بلند کہتی ہیں کہ کل تصنع ہی تصنع ہے مگر کسی کو جنبش نہیں
 ہوتی کہ مرزا صاحب کیا کر رہے ہیں۔ معتقدین اتنا تو خیال کر لیتے کہ جب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف میں غلطی پھیری تو اسکی تصدیق کیوں
 کی جائے کہ ایک نقلی عیسیٰ نچابی شخص ہونا فروری سے آخروہ بھی کشفی بات ہے
 اذاجار الاحتمال لطل الاستدلال۔ اور کشف جب تعبیر طلب ہو تو کسی شخص کے
 مشیل مسیح ہونے کی کیا ضرورت ممکن ہے کہ اسکی تعبیر یہ ہو کہ ایک زمانہ
 ایسا آئیگا جس میں امت مرحومہ من جانب اللہ راہ راست پر آجائگی کیونکہ
 عیسیٰ کلمہ اللہ من اور اللہ تعالیٰ کلمہ کن سے سب کچھ کتاب سے چنانچہ ارشاد ہے
 ولو شئنا لایساکل نفس ہدیہا اس تعبیر میں جیسے عیسیٰ کی ضرورت نہیں دیا
 مشیل عیسیٰ کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ازالہ الادہام ص ۱۹۹ میں انہوں نے قاعدہ
 بیان کیا ہے کہ لکل دجال عیسیٰ تو جس طرح پادریوں کی قوم دجال بنا ہی گئی
 ایسے ہی اونکی رد کرنے والی قوم عیسیٰ ہوگی اور الرومان افراد قوم دجال ہیں
 تو ادھر بھی افراد قوم عیسیٰ ہونگے اسکا کیا ثبوت کہ اوہر تو دجال قوم ہو
 اور اوہر ایک ہی شخص ہو۔ الحاصل بیون قرینے شاہد حال میں کہ نہ انکو
 حدیث سے کام ہے نہ قرآن سے مطلب صرف اپنی عیسویت مقصود بالذات
 ہے جس سے بوضاحت ثابت ہے کہ جتنے الہام انہوں نے اپنی عیسویت
 وغیرہ سے متعلق لکھے ہیں وہ سب دل سے بنائے ہوئے ہیں کیونکہ جب ایسا

و احادیث میں تصرفات کر کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جہاں احتمال بھی نہیں اور اسکی
 کچھ پروا نہیں کرتے کہ دیکھنے والے کیا کہینگے تو الہام یا لینا کونسی بڑی بات سے
 اوس پتھر و سر کو ہی مطلع ہی نہیں ہو سکتا آخر قرآن و حدیث کے خلاف مراد معنی پا
 کر تا بھی تو اقراعی ہے۔ جس نے تحریر علیہ التیغ کے معنی چھ لئے تھے کہ عیت لسی
 بزرگ کا نام تھا جس کی تعظیم کی گئی تھی اوس کو کھڑا رستہ کو ہی تعلق نہیں کیا یہ
 اقراعی اللہ نہیں۔ مرزا صاحب بھی تو اسی قسم کے تصورات کر رہے ہیں پھر ان کے
 اقراعی ہونے میں کیا تامل اور جب یہ اقراعی ہونے کے جائز کہا تو الہام بنا لینے میں کو
 مانع ہے۔ پھر جو دلائل انہوں نے اپنی عیسویت پر پیش کئے اون میں سے ایک بھی
 ایسی نہیں جو قابل توجہ ہو جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ اس سے یقیناً ثابت ہوا کہ عیسیٰ
 علیہ السلام کی وفات پر انہوں نے ایسوجہ سے زور دیا ہے کہ اونکی حیات میں خدا
 پیدا کر کے خود مسیح موعود بن جائیں کیونکہ جب تک اونکی موت ثابت نہ ہو وہ سچ موعود نہیں ہو
 مشابہہ سے ثابت ہے کہ کیسی بھی یقینی بات ہو جب آدمی اوس میں خدا سے ثابت ہوا
 کے درپے ہوتا ہے تو سخن ساز یوں سے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ہو بھی جاتا ہے۔ دیکھئے
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں تیرا سو سال سے آج تک کسی کو
 اختلاف نہیں شیعہ سنی ہندو عیسائی وغیرہ سب کے نزدیک وہ مسلم ہے اور تمام تاجکی
 کتابیں اوس پر گواہی دے رہے ہیں مگر مزاحیرت صاحب نے اوس میں خدا سے
 ڈال ہی دیئے چنانچہ جاہلون میں بہ طرف چرچے ہو رہے ہیں کہ مزاحیرت صاحب
 خوب ہی دلائل قائم کئے آج کل کے مباحتوں کا حال بعینہ اس مباحثہ کا سا ہے
 کسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کوئی واقعہ بیان کیا جو ظاہر بغیر مربوط

ساتھا۔ اس پر ایک شاعر صاحب نے ہنس کر یہ شعر لکھا۔
 چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا الایا ایہا الساتی اور کاسا و نا ولہا
 مولو لویصاحب نے بگڑ کر کہا کیسا غلط پڑ ہے ہوا سنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک مصرعہ
 چھوٹا ایک بڑا ہے اس پر شاعری کا دعویٰ۔

شاعر۔ حضرت مجھے تو ایسا ہی یاد ہے صحیح آپ ارشاد فرمائیں۔

مولو لویصاحب خیر تم بھی صحیح بتائے دیتے ہیں
 چہ خوش گفت سعدی در زلیخا الایا ایہا الساتی اور کاسا
 شاعر۔ اور کا چہ معنی وارو۔

مولو لویصاحب۔ عربی پڑھیں تو معلوم ہو کہ (اور) امر کا صیغہ ہے اور کان خطاب کا
 جو اشباع کی وجہ سے۔ اور کا پڑھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسی ساتی
 پیالہ کے دور کرانے میں کیا لگا ہے اپنے کو پھیر اور اوپر متوجہ کر۔

شاعر۔ دیوان حافظ میں تو اس مصرعہ میں مجھ سے اور کاسا و نا ولہا۔
 مولو لویصاحب۔ سبحان اللہ ترجمہ کا بھی ایگو خوب سلیقہ ہے کیا سعدی کے معنی ^{فظا}
 اور زلیخا کے معنی دیوان میں جو دیوان حافظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ شاعر تو یہ
 خبر دے رہا ہے کہ سعدی نے زلیخا میں مجھ مصرعہ لکھا ہے اور آپ کہتے ہیں
 کہ دیوان حافظ میں ایسا نہیں ہے۔ نہو اگرے۔

شاعر۔ کیا سعدی نے زلیخا بھی لکھی ہے۔

مولو لویصاحب۔ کیا سعدی کو زلیخا لکھنا منع تھا۔

شاعر۔ اگر لکھی ہے تو وہ زلیخا کہاں ہے۔

مولو یصاحب - کیا ساری دنیا کی کتابیں آپ کے شہر میں موجود ہیں یا اپنے سب کا مطالعہ کر لیا ہے اور صرف وہی ایک باقی رہ گئی۔

شاعر - حضرت آپ مجھ خیال نہیں فرماتے کہ مجھے شعر کس موقع میں پڑھا جاتا ہے۔ جب کوئی بے ربط بات کہی جائے تو مضحکہ کے طور پر پڑھتے ہیں جس سے مجھ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بات ایسی ہے جیسے اس شعر کا مضمون۔

مولو یصاحب - مجھ آپ کا خیال ہے مضحکہ سے کیا تعلق جب کوئی دلچسپ بات سنتے ہیں تو بے اختیار ہنس کر اوسکی داد دیتے ہیں کہ اوپر متوجہ ہو کر کبیر فرما جناب اتنا تو خیال کر لیجئے کہ مجھے شعر حد تو اترا تو کو پہنچ گیا ہے ہزاروں ذمی علم اسکو پڑھتے ہیں اور مجھ خبر دیتے ہیں کہ مجھ معرکہ سعدی نے اپنی زلیخا میں لکھا ہے کیا وہ سب جھوٹے ہیں کیا ان میں سے کسی بھی سعدی کی زلیخا کو نہ دیکھا ہو گا۔ ایک عقل پر افسوس ہے۔

الغرض شاعر صاحب سے کچھ نہ بن پڑی اپنا سامنہ لیکر رخصت گئے اور آخراً یہی کہنا پڑا کہ شاید ایسا ہی ہو گا۔

کلام اسمین تھا کہ تیرا سو برس سے جو بات بلا خلاف ہم تک پہنچی اور جس پر ہر ملک و ملت کے لوگ گواہی دے رہے ہیں اور کسی کو ادھین ذرا بھی شک نہ تھا مرزا حیرت صاحب نے باتیں بنا کر جاہلون کو چونکے تو کر دیا اور بعض متزلزل بھی ہو گئے اور تعجب نہیں کہ رفتہ رفتہ ایک جماعت بھی قائم ہو جائے۔

اسی طرح مرزا صاحب اور ان کے امتی جمد تن متوجہ ہو کر اپنی پوری ذکاوت میں مسند وفات مسج میں صرف کر رہے ہیں جس سے جاہلون کے اعتقاد متزلزل

ہو گئے اور چھ کوئی نہیں سمجھتا کہ مرزا صاحب جب منہ بوب عیسویت اپنے لئے
 تجویز کر رہے ہیں اور اوس کا مدار انہی خدشات پر ہے تو ان کی غرض اوس سے متعلق
 ہوئی اور خود غرضی کارروائی عقلاً قابل التفات ہو سکتی ہے یا نہیں یہ حسب
 ادراک مقصود یعنی ادنیٰ عیسویت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو سکی تو عیسیٰ علیہ السلام
 کی موت و حیات میں گفت و گو سے کیا فائدہ او کو ضرور ہے کہ اپنی عیسویت بدل
 ثابت کر دین اور جب وہ بدلائل ثابت ہو جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کی موت
 خود بالضرورت ثابت ہو جائیگی کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی ہے اور چھ ممکن نہیں کہ ادنیٰ
 موت ثابت ہونے سے مرزا صاحب کی عیسویت ثابت ہو جائے اس لئے کہ یہ ضرور
 بنیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مرتے ہی مرزا صاحب ہی عیسیٰ بن جائیں آخر مرزا صاحب
 بھی اسکے قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سنہ ۶۰ ہجری میں ہوئی اور
 وہ اوس کے جانشین ہوئے۔ اور چھ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتی
 کہ ایک عیسیٰ کے مرنے کے بعد دوسرے عیسیٰ کے نکلنے کی اس قدر مدت مقرر
 الحاصل مرزا صاحب مدعی عیسویت ہیں اپنا دعویٰ معہ شرائط و لوازم ثابت کرنا
 اوس کے ذمہ ہے ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہمارے دین میں طے شدہ اجماعی
 مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو از سر نو ثابت کریں البتہ بحسب قواعد مناظرہ
 ہمارا کام ہو گا کہ مدعی کے دلائل میں غور کر کے بحسب موقع و ضرورت صحیح کرین
 مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے اور آپ مسیح موعود ہونے
 میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ پہلے چھ ثابت کرنا انہوں نے ضروری سمجھا
 کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر جا ہی نہیں سکتا اس میں چھ وقت پیش آئی

کہ قرآن و احادیث صحیحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ثابت ہے اگر
 قرآن و حدیث کی رعایت کرتے ہیں تو اپنی بات بگڑتی ہے اور اگر بات کی رعایت
 کرتے ہیں تو ان آیات و احادیث سے ایمان رخصت ہوتا ہے آخر حکم جگہ لایا
 یعنی ویسٹ طبیعت نے بھی حکم کیا کہ بات بگڑنے نہ پائے چنانچہ معراج جگہ لایا
 کا انکار بھی کر دیا اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضرت شب معراج مکہ سے
 باہر نہیں گئے بستر ہی پر بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہو گیا۔ اور سبحان الذی
 امری بعبدہ وغیرہ آیات کو تاویل کر کے ٹال دیا۔ اسکے بعد مجھ خیال کیا کہ
 شاید کوئی مجھ کہہ دے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرتو گئے مگر ممکن ہے کہ قیامت کے
 قریب زندہ ہو کر آجائیں اور سکی پیش بندی یون کی کہ کوئی شخص مرنے کے بعد
 اس عالم میں زندہ ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن شریف میں جو شرار ہام و دو
 زندہ ہونا مذکور ہے اس کا عقل سے ایسا مقابلہ کیا کہ انہی کا کام تھا کسی واقعہ میں
 کہا کہ مسریم سے حرف حرکت ہو گئی تھی اور کبھی معنی بدل دینے مثلاً انا
 ماتہ عام میں کہا کہ اس سے موت مراد نہیں بلکہ عیندہ ہے کہ سو برس تک سو رہے
 اسکے بعد مجھ سوچا کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت میں
 بھی زمین پر نہ آئے پائین اسلئے حشر اجساد صلی کا انکار کر دیا اس دلیل سے
 کہ مرنے کے بعد قبر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جس کی راہ سے جنتی آدمی جنت
 میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اب صدہا آیات و احادیث
 جو حشر اجساد اور قبر سے مردے نکلنے کے باب میں وارد ہیں وہ سب اپنی اپنی
 جگہ رکھی ہیں اور سب پر ایمان بھی ہے مگر اونکے معنی سے کوئی تعلق نہیں

اور اونکا وہی قول صحیح ہو گیا کہ قرآن کے ایک نقطہ کی کمی وزیادتی نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمانوں کو بتلانے کیلئے الفاظ پر پورا پورا ایمان ہے جو کچھ تصرف اور حرکت ہے سو معنی پر ہے۔ الغرض ان مقامات میں اور اسکے سوا جو آیات واحادیث اور نکو مقصود کے مخالف نظر آئیں سب کے معنی میں تخریف کر ڈالی اور جس آیات واحادیث کو دیکھا کہ تفسیر معنی سے اپنا مطلب نکل سکتا ہے ان میں نئے معنی پیدا کر کے استدلال میں پیش کر دیا۔

یوں تو مرزا صاحب کی طبیعت خود جدت پسند اور موجود مضامین تازہ ہے مگر ظاہر التقدیم کی وجہ سے سرسید احمد خان صاحب کو مقتدا ہونے کا فخر حاصل ہے کیونکہ انہوں نے ایسے طریقہ بتلا دئے کہ کہنے کو قرآن پر ایمان ہی مسلم سے اور اپنی مطلب براری میں قرآن خلل انداز بھی نہ ہو مثلاً انہوں نے دیکھا کہ کتب گورنمنٹ کے ہم خیال نون مقصود حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے قرآن کو حکمت جدیدہ کے تابع کر دیا اور جتنی آیتوں سے آسمانوں کا وجود ثابت ہوتا ہے سب میں تاویلین کر کے آسمانوں کی جگہ مہموم دوائر قائم کر دئے اور جنت و دوزخ کے باب میں جتنی آیات وارد ہیں سب کو عالم خیال میں پہنچا دیا قرآن میں فرشتوں کا ذکر بہت جگہ ہے اور سکی تصدیق یوں کی کہ آدمی وغیرہ میں جو قوتیں ہیں وہی ملائکہ میں مگر جیہ ممکن نہیں کہ آسمان پر بھی کوئی فرشتہ ہو۔ بہر حال خان صاحب اور مرزا صاحب الفاظ قرآن کی جہاں تک حد ہے اس میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور جہاں معنی کا موقع آیا علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اس وقت سوائے اپنی خواہش کے مسلمان تو کیا انہی صلی اللہ علیہ وسلم

بھی فرما دین تو نہیں سنئے تھی وجہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک احادیث
ساقط الاعتبار میں البتہ وہ حدیثیں تو استدلال میں پیش کرتے ہیں جن کو اپنے مفید
معا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ ان حضرات نے جو ایمان کا طریقہ نکالا ہے وہ
شرعاً ایمان نہیں ہو سکتا! سئلے کہ قرآن جو نازل ہوا ہے اس کے یہ مقصود نہیں
کہ فقط الفاظ ہی پر ایمان لایا جائے دیکھ دیجئے اگر کوئی شخص عمر بہر لہ اللہ اللہ پڑھا
کرے اور اس کے معنی یعنی توحید کا قائل نہ ہو تو وہ شرعاً ہرگز مسلمان نہیں سمجھا
جاسکتا اگر معنی میں تقسیم کر دی جائے کہ حسب مرضی جو جی چاہے سمجھ لیا کافئی
تو اس قسم کی تاویلوں میں تعجب نہیں کہ کفار کے اعتقاد بھی داخل ہو جائیں۔
منصور نے حرمت علیکم المینۃ والدم علی الخمر میں تاویل کر کے مردار خنزیر وغیر
حلال کر دیا تھا حالانکہ اس آیت کو وہ کلام الہی کہتا تھا کیا اس قسم کے ایمان
سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کو اس آیت پر ایمان تھا۔

اب ہم خیر خواہانہ اہل اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ ایمان بڑی نعمت عظمیٰ ہے
آخرت کی نجات اور راحت ابدی کا مدار اسی پر ہے اس کی حفاظت اور حقیقتاً
کی بڑی ضرورت ہے ہر کس و نا کس کو اپنے ایمان پر تصرف دینا نہایت خلاف
عقل ہے مولانا روم فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روی بہت

پس بہر دستے نباید دادوست

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان ہے جس سے امتیوں کو کمال و رجبہ کا
افتخار حاصل ہے کہ سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کو یہ فضیلت

حاصل نہیں ہوئی مگر مرزا صاحب خود غرضی سے اس میں کلام کرتے ہیں کہ اگر معراج
 جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ جانا ثابت ہو جاتا ہے
 اگرچہ ظاہر میں وہ اسکی تصدیق نہیں کرتے مگر قرآن و دلائل و افہام اسکی خبر دے رہے
 ہیں بہر حال ازالہ اللہ ہام صحت میں لکھتے ہیں کہ مجھ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ
 نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ
 اصغیٰ و اجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے
 مرزا صاحب کے کشف و تجربہ کا کیا کہنا اسی کتاب میں آپ کے کشفوں کا
 حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے اگر ناظرین اور نگاہدار فرمائیں تو مرزا صاحب کی اس
 تقریر کا لطف و وبال اہو جائیگا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اور نگاہ غالباً
 پیشتر کا ہو گا ورنہ انہوں نے تو اپنے باب میں قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ خود بدلت
 مرد و دین ملعون ہیں بے دین ہیں خائن ہیں اور اس فیصلہ کو خدا تعالیٰ اپنے
 بھی منظور فرمایا جسکا حال معلوم ہوا اسکے بعد اب وہ کسی عامی مسلمان کی بھی سہوا
 کا دعویٰ نہیں کر سکتے چہ جائیکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری۔
 اگرچہ مسئلہ معراج نہایت وسیع اور طویل الذیل ہے جسکی گنجائش اس مختصر میں نہ ہو
 ہے مگر لایدرک کلہ لایتیکہ کلہ کے لحاظ سے تہوڑی سی بحث اس میں بھی کی
 جاتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بشرط انصاف اہل ایمان پر کشف ہو جائیگا کہ اہل سنت
 کا مذہب اس مسئلہ میں کیسا قوی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کئی امور اس مسئلہ میں ایسے ہیں کہ معمولی عقول پر اور لگا
 تسلیم کرنا شاق ہوتا ہے مثلاً سینہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج

شق کیا جانا اور حکمت و ایمان سے اوسکو بہر ناپہر بسواری براق بیت المقدس
 اور وہاں سے آسمانوں پر جانا اور جہ سب معاملات ایک بھی شب میں طی ہو جا
 وغیرہ ایسے ہیں کہ اونکی نظیر نہیں سکتی اور خلاف عادت ہو سکی وجہ سے عقل کے خلاف
 غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس عالم میں بہت سے بلکہ تقریباً کل کام ایسے ہیں کہ ادراک
 اور اک عقل سے ممکن نہیں مگر عادت کی وجہ سے نہ اول میں غرور و تدبیر کی نوبت آتی
 نہ خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں اس کا بیان ہم نے کتاب العقل میں بشرح و بسط
 لکھا ہے اوسکے ملاحظہ سے منکشف ہو سکتا ہے کہ جو معمولی امور ہیں اوسکے ہی
 اور اک میں حکما کی عقلیں حیران ہیں اور جن چیزوں کو ہم مذہبی سمجھتے ہیں اونکی
 حقیقتیں ایسی نظری ہیں کہ اونکا اور اک اب تک نہ ہو سکا۔ پھر جسے وہ عادت کی
 وجہ سے مطابق عقل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح اگر بالفرض آسمانوں پر آنا جانا
 بھی عادی ہوتا تو ادن میں بھی عقل کو استیجاد کا موقع نہ ملتا۔ یہاں بطور مثال
 ایک نور بھی کو دیکھ لیجئے کہ وہ کس قدر ظاہر بلکہ منظر ہے اور ہمیشہ دیکھنے کی وجہ
 ہر شخص اوسکو مذہبی سمجھتا ہے مگر اوسکی حقیقت ایسی نظری ہے کہ تمام حکما
 اوسکے اور اک میں حیران ہیں یہی وجہ ہے کہ کوی اوسکو جو ہر بلکہ جسم کہتا ہے
 اور کوی عرض۔ حالانکہ جو ہر و عرض میں جس قدر فرق اور بتا ہیں اسے ظاہر ہے
 ایسی روشن چیز میں جب مجھ اندہیر ہو تو اور چیزوں کا کیا حال ہوگا اگر اسی
 شخص سے جس نے نور کو بھی ندیکھا ہو یعنی ماورزا و نابینا سے اوسکا حال بیان
 کیا جائے تو یہی کہیگا کہ ایسی چیز کا وجود محال ہے اہل حکمت جدیدہ نے نور کو
 جو ہر بلکہ جسم مان لیا ہے اور کمال تحقیق سے تصریح کرتے ہیں کہ وہ ایک منبث میں

ایک کر ڈریس لاکہ میل کی مسافت طے کرتا ہے بعد ازاں کہ ریورس رنٹ چالیس صاحب نے
 اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اور یہ اخبار مورخہ ۹ جادی الثانی ۱۳۳۸ ہجری میں تحقیق
 جدیدہ کو بیان کیا ہے کہ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے
 اور ستہ شمسی میں جو چالیس صاحب مذکور کی کتاب کا ترجمہ ہے لکھا ہے کہ بعض دم
 ستارے اتنے بڑے ہیں کہ فقط اونکی دم میں کر ڈریس لاکہ میل کی ہے اور اونکی
 رفتار ایک ساعت میں آٹھ لاکہ استی ہزار میل تک ثابت ہوتی ہے۔ اور محققین
 ہیئت قدیمہ نے تصریح کی ہے کہ فلک تاسع کے مقعر کاسر نقطہ ایک ساعت میں دس کروڑ
 اکہتر لاکہ میل حرکت کرتا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آدمی جس عرصہ میں ایک لفظ کا تلفظ
 کرے مثلاً (ا) یا (ب) کہے وہ پانچ ہزار ایک سو چھانوے میل طے کرتا ہے اب وہ
 کہ کیسے بڑے بڑے اجسام کی حرکت ایک ساعت میں لاکھوں بلکہ کروڑوں میل
 تسلیم کر لی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ حکما کا قول ہے۔ اور معراج کی خبر خود خدا تعالیٰ
 دیتا ہے اوس میں انصاف کے احتمالات پیدا کر کے تاویلین کی جاتی ہیں کہ جسم کثیف
 اس مدت قلیل میں اتنی مسافت کیونکر طے کر سکتا ہے اسلئے برائے نام اوس پر
 ایمان لانے کی جھجھک نہیں نکالی گئی کہ وہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ اب اگر کوئی ایماندار
 جس کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان ہوا اور یقین سمجھتا ہو کہ حق تعالیٰ صرف کن سے
 جو چاہتا ہے کر سکتا ہے جھجھکاؤ اور کہے کہ وہ قادر مطلق جو بعض اجسام کثیفہ کو
 ایک منٹ میں ایک کر ڈریس لاکہ میل چلاتا ہے۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
 جن کا جسم مبارک ہماری جان سے بھی زیادہ تر لطیف تھا اور نکو توڑے عرصہ
 انسانوں کی سیر کر لائے تو کونسی بڑی بات ہو گئی کیا ان مسلمانوں کے نزدیک

خدا کی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی اتنی ہی وقعت نہونی چاہئے جو
 اہل یورپ کی بات کی آج کل ہو رہی ہے۔ مقتضائے ایمان تو یہ تھا کہ اگر کوئی ضعیف
 حدیث بھی اس باب میں وارد ہوتی تو اس خیال سے مان لی جاتی کہ آخر حدیث تو
 کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں چہ جائیکہ قرآن کی آیتوں اور صحیح صحیح حدیثوں سے
 ثابت ہے مگر ہر کسی کو یہ گران بجا دولت ایمانی کہان نصیب ہو سکتی ہے۔
 ہزار ہا معجزات دیکھنے پر بھی تو اشقیاء اس دولت سے محروم ہی رہتے۔ دراصل
 خود حق تعالیٰ کو منظور نہیں کہ یہ دولت عام اور بے قدر ہو جائے اسوجہ سے خود
 کتاب ہدایت یعنی قرآن شریف کی خاصیت افضل بہ کثیر اور بہیہ بی بہ کثیر رکھی گئی۔
 اور معراج شریف کی نسبت بھی اسی قسم کا ارشاد ہے قولہ تعالیٰ وما جعلنا الرویا۔
 المتی اریناک الا فئۃ للناس یعنی جو تم کو شب معراج ہم نے دکھلایا اس سے لوگوں کی
 آزمائش مقصود ہے احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں
 نازل ہوئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کسی کا کام نہیں کہ خدا تعالیٰ کے امتحان میں
 پورا ترے۔ اس موقع میں تو ایمانداروں کا ایمان ہی سلامت رہ جائے تو علمیت
 کافروں کے ایمان کی کیا توقع چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ حضرت نے بیت
 کی پوری پوری نشانیاں بتلا دیں اور کفار اور سکا انکار بھی نہ کر سکے مگر ایمان کیسے نہ لایا
 اور صحابہ جو ہمیشہ معجزات دیکھتے تھے باوجود اس فیضان معنوی کے وہ بھی متزلزل
 ہو گئے اور بعض تو خود بائد مہتر نہ بھی ہو گئے۔ اور اسی واقعہ کی عمدہ طور تصدیق
 کرنے کی بدولت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق کہلائے ان مضامین کی تصدیق
 روایات ذیل سے ہوتی ہے افحج ابن جریر عن قتادۃ رحمہما جعلنا الرویا المتی ارینا

الاقنۃ للناس یقول راہ من الایات والیضی فی مسیرہ الی بیت المقدس و ذکر لنا انہ
 ارتدوا بعد اسلامہم حين حدیثہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیرہ انکوا ذلک و کذبوا بہ
 و عجبوا امتہ و قالوا لکنہم شاکلک سرت مسیرۃ شہرین فی لیلۃ واحدۃ کذا فی الدر المنثور
 یعنی قتا وہ کہتے ہیں کہ آیتہ شریفہ و باجعلنا الرویا التي اریناک الاقنۃ للناس سے
 وہ نشانیاں مراد ہیں جو بیت المقدس کے جانے میں حضرت کو دکھلائے گئیں
 جب حضرت نے وہ حالات بیان کئے تو بہت سے لوگوں نے تکذیب کر کے
 براہ انکار کہا کہ اب ایسی باتیں کرنے لگے کہ ایک رات میں دو مہینے کی راہ طے کی
 عرض باوجودیکہ وہ لوگ اسلام لایچکے تھے مگر واقعہ معراج شکر مرتد ہو گئے۔ واضح
 احمد ابو بصری وابن مردویہ و ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سری بالنبی صلی اللہ
 علیہ وسلم الی بیت المقدس فی لیلۃ محمد بنم بحیرہ و بعلمتہ بیت المقدس بعیر ہم
 فقال ناس لا تصدق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بما یقول فارثد و الفار افضرب اللہ
 اعنا فہم مع ابی جہل کذا فی الدر المنثور یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب
 حضرت بیت المقدس جا کر اوسی شب واپس تشریف لائے اور واقعہ
 جانے کا اور علامت بیت المقدس کی اور کفار کے قافلہ کا حال بیان فرمایا تو
 بہت سے لوگوں نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ان امور میں نہیں
 کر سکتے چنانچہ وہ مرتد ہو گئے اور آخر ابو جہل کے ساتھ اونکی گردنیں ہاری گئیں
 ان ما و ایماستب سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ظاہر اخلاف عقل ہونیکے وجہ سے
 وہ لوگ اوسکی تصدیق نہ کر سکے جس سے اونکا ایمان سلب کر لیا گیا۔ یہاں غور
 کیا جائے کہ کیا خواب میں بیت المقدس کو جانا اسقدر خلاف عقل تھا کہ اوسکے

سنے سے مسلمانوں کا ایمان جاتے رہے عقل سلیم اسکو ہرگز قبول نہیں کر سکتی یہ واقعہ خلاف حقیقت ہو سکتا ہے کہ عالم بیداری میں ہو اور ابو جہل کی تصدیق ابو بکرؓ نے کر کے مستحق لقب صدیق ہوے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے

واخرج ابو یعلیٰ وابن عساکر عن ام ہانی رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قالت قال مطعم کل امرک قبل الیوم کان اہما غیر قولک الیوم انا اشہد انک کاذب سخن نضرب ابدا والابل الی بیت المقدس مصعدہ اشہر ارضی را

شہر انزع انک اثبتہ فی لیلۃ اللات والغری لا اصدق فقال ابو بکر یا مطعم منس ما قلت لابن اخیک جہنمہ وکذبتہ انا اشہد انہ صادق فقالوا یا محمد صف لنا اللیلۃ

قال دخلتہ لیلۃ وخرجت منہ لیلۃ فاتاہ جبرئیل علیہ السلام فتصورہ فی جناحہ فجعل یعول باب منہ کذا فی موضع کذا ویا ب منہ کذا فی موضع کذا و ابو بکرؓ یعول صدقت

صدقت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ یا ابا بکر ان اللہ قد سماک الصدیق الحدیث کذا فی الدر المنثور یعنی ام ہانیؓ نے معراج کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ جب

یہ واقعہ حضرت نے کفار سے بیان کیا تو مطعم نے کہا کہ اتیک آپکا معاملہ شیک تھا سو اے اس بات کے جواب کہہ رہے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جوڑے

ہو جم تو اونٹوں کو مار مار کے دو جینے میں بیت المقدس کو جا کر آتے ہیں اور رقم کہتے ہو کہ ایک صلی رات میں جا کر گئے لات وغری کی قسم ہے کہ مجھ تو میں نے

نہ مانو لگا۔ ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ نے کہا اے مطعم تو نے بُری بات کہی اپنے ہتھیے کو شرمندہ کیا اور انکی تکذیب کی میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ بہ کفار سے

حضرت سے کہا کہ بیت المقدس کا حال تو بیان کیجئے آپ نے فرمایا میں نے

وقت اوس میں داخل ہوا تھا اور رات ہی میں اوس سے نکلیا یہ فرمایا رہتے تھے کہ پھر نیل علیہ السلام آئے اور اپنی بازو میں بیت المقدس کا نقشہ پیش نظر کر دیا جس کو دیکھ دیکھ کر آپ علامتین فرماتے کہ فلان دروازہ فلان مقام میں ہے اور فلان دروازہ فلان مقام میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اوسکی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ اوس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ نے تمہارا نام صدیق رکھا انتہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ معراج جسمانی کی تصدیق کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لقب صدیق عطا فرمایا اگرچہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار کو بھی اوس میں کلام ہوتا کیونکہ خواب میں اکثر دور دور کے شہروں کی سیر کیا ہی کرتے ہیں۔

الحاصل اسلام میں معراج کا واقعہ گویا حاکم امتحان ہے جس نے اوسکا انکار کیا اوسکی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اسکے جو چونکا پوچھے گئے سب بتلا دین اور رستہ کے قافلہ کا حال پوچھا وہ بھی بیان کر دیا جس کی تصدیق بھی ہو گئی پہر بھی تصدیق نکی اور مثل دوسرے معجزات کے اسکو بھی سحر ہی قرار دیا جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے و آخر مسلم والنسائی وابن

مردو یہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اترت فی الحج وقریش تسالنی عن مساری فسالونی عن اشیاء من بیت المقدس الم التبتا فکرت کہ با ما کربت مثله قط فرقعہ اللہ لی النظر الیہ ما سالونی عن سے الالبتا تم یہ کذا فی الدر المنثور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش مجھ سے

بیت المقدس کے جانے کا حال دریافت کرنے لگے میں حطیم میں تھا بت سی حیرت
بیت المقدس کی انہوں نے ایسی پوچھیں جو مجھے بخوبی یاد تھیں اور وقت مجھ کو
ایسی فکر ہوئی کہ کہی ہوئی ہستی تب حق تعالیٰ نے اسکو میرے پیش نظر کر دیا پھر
وہ جو سوال کرتے میں دیکھ کر فوراً جواب دیدیا واضح ابو یعلیٰ و ابن عساکر عن ام

ہالی رضی اللہ عنہا عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ عن ابی ہریرہ
من الثبوت فقال الوليد بن المغيرة ساحر فاطمتموا فوجدوا كما قال فرموه بالسحر وقالوا

صدق الوليد فانزل الله وما جعلنا الرديا التي اريهاك الا فتنة للناس كذا في اللغات
یعنی سفر بیت المقدس کے واقعہ کے اخیر میں حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ وہ ایسی
وقت تقسیم میں مجھے ایک قافلہ ملا جس کے آگے آگے ایک اونٹ ہے جس کا رنگ
خاکستری ہے اور وہ ہمیں قریب میں ہے ابھی ثننیہ پر تھیں نظر آئیگا مجھ سے
ولید نے کہا کہ مجھ سے ساحر میں اور لوگ قافلہ کی خبر لانے کو گئے چنانچہ جس طور پر
حضرت نے فرمایا تھا سب باتوں کی تصدیق ہو گئی اور سب نے کہا ولید نے
جو حضرت کو ساحر کہا تھا وہ سچ ہے تب مجھ سے آیت نازل ہوئی وما جعلنا الرديا

التي اريهاك الا فتنة للناس -

اب یہاں مجھ سے امر قابل غور ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مجھ سے واقعہ نمیند کی حالت
ہوا تھا یا وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں اور انکو کہتے
واقعات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ مجھ سے بات تو ظاہر ہے کہ خواب کیسا عجیب و
غریب ہوا اسکے بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور نہ سننے والا اسکا
انکار کرتا ہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس واقعہ کا بیان کرنا بخوف

مکذیب قرن مصلحت نہیں سمجھا گیا تھا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔
 واخرج الطبرانی وابن مريم عن ام هانئ رعت قالت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما يريد
 اخراج الی قریش فاخبرهم بما رایت فاخذت ثوبه فقلت انی اذکرک الله انک ما فی قوما
 یکذبونک وینکرون مقالک فاخاف ان یطوبک قالت تضرب ثوبه من یدی
 ثم خرج الیهم وانا هم و هم جلوس فاخبرهم الحدیث کذا فی الدر الثمور والحدیث مذکور فیہ
 بطولہ یہ حدیث بہت طویل ہے یہاں مقصود اسی حصہ سے متعلق ہے جو لکھا گیا
 ما حصل السکاچہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے سفر
 بیت المقدس کا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے رات دیکھا
 سب قریش سے بیان کر دوں میں نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ خدا کے لئے
 آپ یہ کیا کرتے ہو وہ لوگ تو پھلے ہی سے آپ کی تکذیب اور آپ کی باتوں کا انکار کرتے
 مجھے خوف ہے کہ یہ واقعہ سنکر کہیں حملہ نہ کر سببیں حضرت نے جھٹکا مار کر دامن
 چھڑا لیا اور اس کے مجمع میں جا کر سب واقعہ بیان فرمایا انتہی ظاہر ہے کہ اگر یہ
 واقعہ خواب کا ہوتا تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ تھی پھر ام ہانی رحمہ کو اس کے بیان
 کرنے پر اس قدر اصرار کیوں تھا اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب کفار نے یہ واقعہ
 سنا تو بہت کچھ خوشیاں منائیں اور یہ سمجھ لیا کہ اب حضرت کی کسی بات کو
 فروغ نہوگا چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے واخرج ابن ابی شیبہ و احمد والنسائی
 و البرز و الطبرانی و ابن مردويه و ابونعیم فی الدلائل و الضیائی المختارہ و ابن عساکر
 پسند صحیح عن ابن عباس رعت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كان لييلة
 ايسرى بي فاصبحت في مكة فطعت و عرفت ان الناس مكذبى فعدت معزلا حزينا

فرمایا خداوند ابو جہل فجاہشتی جلس الیہ فقال لہ کالمشتری بل کان من شی قال
 نعم قال فابو قال فی اسری بی اللیلۃ قال لی ابن قال لی بیت المقدس قال نعم
 اصبحت من ظہر انبیا قال نعم فلم سردان یكذبہ مخافۃ ان یكفرہ الحدیث ان دعا
 قومہ الیہ قال ارایت ان دعوت قومک انک انک باحد شی قال نعم قال حبیب
 مشر بنی کعب بن لوی فالققت الیہ للبحاس وجاذاحتی جلسوا الیہا قال حدث
 قومک باحد شی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اسری بی اللیلۃ قالوا لی
 ابن قال لی بیت المقدس قالوا ایلیا قال نعم قالوا تم اصبحت بعد ظہر انبیا قال
 نعم قال من بن مصفق وبن واضع یدہ علی رأسہ متعجا قالوا و تسطیع ان یحییہ
 و فی القوم من سافر الیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزیبت انعت فمارلت
 انعت حتی التبت علی بعض النعت فحیی بالمسجد وانا انظر الیہ کحتی وضع دون وادخل
 او عقال وانا انظر الیہ فقال القوم اما النعت فواللہ لقد اصاحب کذا فی الدر المنثور
 یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات میں بیت المقدس جا کر
 صبح مکہ میں آگیا مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری تکذیب ضرور کریں گے
 اسی خیال میں میں ایک طرف غلین شہیا تھا کہ دشمن خدا ابو جہل اگر میرے پاس
 بیٹھ گیا اور بطور استہزا پوچھا کیوں کیا کوئی نبی بات ہے فرمایا ہاں کہا گیا ہے فرمایا اچ
 رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے کہا کہاں فرمایا بیت المقدس کہا پھر صبح ہم لوگوں
 میں موجود ہو گئے فرمایا ہاں جب مجھ سے سنا تو اس خیال سے کہ کہیں لوگوں کے روبرو
 اتھار نہ کر جاؤں تکذیب نہیں کی اور کہا کیا یہ بات آپ لوگوں کے روبرو بیان کرو گے
 فرمایا ہاں۔ مجھ سے تھے ہی باد از بلند پکارا ای گروہ نبی کعب بن لوی اور فرور ابو جہل

لوگ وہاں ٹوٹ پڑے پھر حضرت سے کہا جو آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے
 بھی کہنے فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے لوگوں نے پوچھا کہاں فرمایا
 بیت المقدس کہا کیا ایلیا فرمایا ہاں کہا پھر صبح آپ ہم لوگوں میں موجود ہو گئے فرمایا
 ہاں یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہوئی کہ کوئی تو تالیان بجانے لگا کوئی تعجب سے
 سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر انہوں نے کہا کیا آپ مسجد کا حال بیان کر سکتے ہیں اور
 ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے حضرت فرماتے ہیں
 کہ میں مسجد کا حال بیان کرنے لگا یہاں تک کہ بعض علامتوں میں کچھ اشتباہ سا
 ہو گیا ساتھ ہی مسجد میرے سامنے دار عقیل کے در سے رکھی گئی جسکو میں دیکھ
 دیکھ کر بیان کرنے لگا اور ان لوگوں نے جب پوری علامتیں سن لیں تو بے ساختہ
 کہہ اٹھے کہ واقد سب علامتیں برابر بتلائیں انتہی۔

بیان چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں۔

(۱) یہ حدیث صحیح اور سند امام احمد اور مختارہ میں ہے اور بحسب تصحیح محدثین
 ثابت ہے کہ ان کتابوں کی محنت میں کوئی کلام نہیں۔

(۲) حضرت کا یقین کرنا کہ لوگ اس واقعہ کی تکذیب کرینگے دلیل ہے اس بات
 کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب و غریب خلاف عقل واقعات
 دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ لوگ سنکر اسکی تکذیب کرینگے۔

(۳) حضرت بجائے اسکے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شادان و فرحان
 رہتے بیان کرنے کے پہلے نہایت غمگین رہے اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل
 واقعہ کی ضرور تکذیب کرینگے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب یہی خیال تھا تو

بیان کرنے کی ضرورت تھی کیا تھی اور اگر ضرور بھی تھا تو صرف راسخ الاعتقاد چند مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا بخلاف اسکے ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کفار کے در پر بیان کرنے سے بہت روکا اور خود حضرت کو بھی کمال درجہ کی فکر و انگیر تھی بیان حزین و غمگین بہت دیر بیٹھے رہے مگر آخر بیان کرنا پڑا ان امور میں غور کرنے سے عجمیات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جناب اللہ مامور اور مکلف تھے۔ اگرچہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت کو دکھانا تھا مگر اسکے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہو گئی اور ایک وینی مسئلہ ٹھہر گیا۔ پچھلے حضرت مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اوسکا اعلان کر دین پھر قرآن شریف میں اوس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اوسکی اطلاع دی گئی اور منجملہ اوں مسائل کے ٹھہرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں جسے مسائل بعث و نشر و مقدورات الہی وغیرہ چنانچہ ارشاد ہے تو لا تعالیٰ سبحان اللہ

اسری بعبدہ لیعلم ان المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوالہ لکنہ من آیات اللہ یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو راقون رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس لے گیا جس کے گرد اگر دوہٹنے بکتین دین اور اس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم لوگوں اپنی قدرت کے چند نمونہ معائنہ کرائیں انتہی۔

اور اس واقعہ کے بعض اغراض اس طرح بیان کئے تو لا تعالیٰ و ما جعلنا الرویا الیٰ ارضناک الا فتنۃ للناس یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے تھا کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے۔ چنانچہ آزمائش اور فتنہ کا حال کچھ

ایسی معلوم ہو گیا کہ بعض مسلمان کافر و مرتد ہو گئے اور کافر و کفار اور بڑھ گیا
 (۵) کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جا کر صبح ہم میں موجود
 ہو گئے تو آپ نے اسکی تصدیق کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت
 بیداری میں تشریف لے گئے تھے ورنہ جواب میں فرماتے کہ مجھ واقعہ تو خواب کا
 تھا میں جسم کے ساتھ یہاں سے گیا جی کب تھا جو پوچھا جاتا ہے کہ تم اصحبت
 میں ظہر انینا یعنی صبح یہاں موجود ہو گئے۔

(۵) ایسے موقع میں تالیان بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے
 اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جیوٹ ثابت کریں اور ظاہر ہے کہ
 خلاف عقل خواب سننے سے مجھ جوش طباغ میں ہرگز نہیں پیدا ہوتا اس میں
 تو میں مقصود ہو تو زیادہ سے زیادہ مجھ کہا جاتا ہے کہ مجھ افضناٹ اعلام یعنی
 خواب میں جو قابل اعتبار نہیں ہو سکتے حالانکہ کسی روایت سے مجھ ثابت نہ کیا
 جائیگا کہ کسی مخالف نے اس واقعہ کو سکر ریشان خواب کہا ہو۔

(۶) مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کے واقعہ میں نہیں
 ہو کر تا اسلئے کہ خواب کے بیان کرنے والے کو مجھ دعویٰ علی نہیں ہوتا کہ جو
 دیکھا ہے وہ واقع کے مطابق ہے اسوجہ سے اس میں تفسیر کی ضرورت ہوتی
 ہے اگر مجھ ذہن نشین کرایا جاتا کہ مجھ واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے تو نہ انکو
 علامات پوچھنے کا موقع ملتا نہ حضرت کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی اور نہ فکر
 کہ ب طبع غیور کو لاجی ہوتی۔

(۷) امتحان کے وقت نقشہ مسجد کا پیش نظر ہونے سے ظاہر ہے کہ کشف

اس موقع میں ہوا تھا جسکی تصریح فرمادی اگر پورا واقعہ کشفی ہوتا تو اسطرح صراحتاً فرمادیتے کہ رات بیت المقدس وغیرہ میرے پیش نظر ہوتے تھے۔
الحاصل حدیث موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب حضرت سے یہ واقعہ سنا تو انکو یقین ہو گیا کہ یہ خبر ایسی کہانی جو ہے کہ جو نیلکا عقل میں نہ آئیگی وجہ سے اسکی تکذیب کر دیگا اسلئے انہوں نے پھلے یہ خیال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فتنہ میں ڈالیں جب نوز بائندہ حضرت سے یہ جانیئے تو پھر کوی حضرت کی رفاقت نہیگا اسلئے فوراً وہ صدیق اکبر رحمہ کے مکان پر پہنچے اور کہا کہ بھئی آئے رفیق اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آگے گیا اسکی بھی تصدیق کی جائیگی مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی ایسے باہواوی شہادت تک جنبش ہو سکتی تھی اپنے فرمایا اسکی بھی تصدیق میں کوسی تاہل نہیں بشرطیکہ حضرت نے فرمایا ہو گیا

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے واضح الحاکم رحمہ و ابن مردودہ والبیہقی فی الدلائل عن عائشہ رحمہ قالت لما اسرى بالنبي صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يومئذ الناس بفلک فاراد فاس ممن كانوا آمنوا به وصدقوه وعلو اندلک الی ابی بکر رحمہ فقالوا اهل لک فی صاحبکینہم انہ اسرى به اللیلۃ الی بیت المقدس قال او قال لک قالوا نعم قال لئن قال ذلك لقد صدق قالوا فتصدقت انہ ذنب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاز قبل الصبح قال نعم انی لاصدقہ جاہر بعد من ذلك اصدقہ یجر السمار فی غنمہ اور حۃ فلذک سبی ابا بکر الصدیق کذافی الدر المنثور یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے
 اوسکی صبح وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے بہت لوگ جو حضرت پر ایمان
 لاکر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے پھر کفار ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس
 آکر کہنے لگے کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق
 کرو گے لیکن وہ تو مجھ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر آگے کہا کیا
 حضرت نے مجھ فرمایا ہے کہا ہاں کہا اگر فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے کہا کیا تم اسکی
 تصدیق کرے ہو کہ وہ رات بیت المقدس تک گئے اور صبح سے پہلے واپس آئے
 فرمایا ہاں میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنی جو
 صبح شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں اور کو صحیح جانتا ہوں۔ عایشہ رضی اللہ
 فرماتی ہیں اسی وجہ سے اور تھا نام صدیق رکھا گیا انتہی۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرت حالت
 بیداری میں بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور اسیکی تصدیق پر صدیق البربرفی
 بلقب صدیق ملقب ہوئے اگر کفار نے سمجھا تھا یا بتناں کیا تھا تو عایشہ رضی
 اوسکی تصریح فرمادیں کہ مجھ کفار نے بتناں کیا تھا حقیقت وہ خواب تھا۔
 اب اس روایت کی قوت کو دیکھئے کہ باوجودیکہ حاکم رحم کامیلان تشیع کی طرف تھا
 جیسا کہ مولانا شاہ عبدالغفر صاحب رحم بتناں المحدثین میں لکھے ہیں۔ اور اس
 حدیث سے صدیق البربرفی کی فضیلت صدیقیت ثابت ہوتی ہے مگر قوت اسکا
 لحاظ سے مسترد کہ میں اوسکو لکھ کر تصریح کر دی کہ مجھ حدیث صحیح ہے۔ اور اوس سے
 یہ بھی معلوم ہوا کہ عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی معراج جسمانی کے قائل ہیں

پھر یہ جب کہا جاتا ہے کہ وہ سراجِ جہان فی کے قابل نہیں ہیں کیونکہ صحیح ہوگا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمانیوں نے مرتد ہونے اور دینِ اسلام کو چھوڑ دینے کو گوارا کیا مگر سراجِ جہان فی کو نہ مان سکتے جیسا کہ دوسری احادیث سے واضح معلوم ہوا واضح رہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا حجازی طور پر سب سے تحقیق میں تو وہ کفار ازلی تھے اور حجب نہیں کہہ سکتے نام مسلمان کہلاتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے ایسے بورے اعتقاد نہیں ہو کرتے۔

واخرج التبرار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مرویر والبیہقی فی الدلائل وصحیح عن شہاد
بن اوس قال قلنا یا رسول اللہ کیف انت؟ یک قال قد صلیت لاصحابی العتمة
فأتانی جبرئیل بدابة فیما ولی ان قال ثم انصرت بی فمرنا بعبیر قریش بمکان کذا وکذا
وقد ضلوا بعبیر الہم قد جمعة فلان فسلمت علیہم فقال بعضهم ہذا صوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
ثم اتیت اصحابی قبل الصبح بکبة فأتانی ابو بکر فقال یا رسول اللہ ان کنت اللیلة
قد التمتک فی مکانک فقلت علمت انی اتیت بیت المقدس اللیلة فقال
یا رسول اللہ انہ میسرة شہر فصفلی قال ففتح لی صراط کانی انظر الیہ لانتسا لونی عن
شی الا انبا کم عنہ فقال ابو بکر: اشہد انک رسول اللہ وقال المشرکون انظروا
الی ابن ابی کبشة زعم انه اتی بیت المقدس اللیلة فقال ان من آیتہ ما اتولکم انی
مررت بعبیر لکم بمکان کذا وکذا وکانوا قد ضلوا بعبیر الہم فجمعة فلان وان میسرتم نزلکم
بکذا ثم کذا ویا لکم یوم کذا وکذا ایقہ بہم جعل آدم علیہ السلام اسود وغار تان مواد تان
فلما کان ذلک الیوم اشرف القوم ینظرون فی کان قریبا من نصف النہا
قد مت العیر یقیدہم ذالک اجمل الذمی وصفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ

الامام السید طوی بطولہ فی الدر المنثور یعنی شدا و بن اوس کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ
 آپ کو بیت المقدس کس طرح لے گئے فرمایا میں جب صحابہ کے ساتھ فشا پڑھ چکا
 تو جبرئیل میرے لئے سواری لائے پھر تمام واقو بیان کر کے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس
 سے لوٹے تو فلان مقام میں ایک قافلہ پر بہار اگزر ہوا جو بلکہ جو جا رہا تھا اون کا
 ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کو فلان شخص نے گھیر لیا اوس حالت میں میں
 اون پر سلام کیا بعضوں نے کہا یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے غرض کہ سچ
 پہلے میں کہہ کو اپنے صحابہ میں پہنچ گیا پھر ابو بکرؓ میرے پاس آئے اور کہا
 یا رسول اللہ! آپ رات کہاں تھے میں آپ کو آپ کے مقام تک تلاش کیا میں نے
 کہا تم جانتے ہو میں رات بیت المقدس گیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ
 تو ایک جینے کی راہ ہے اوس کا کچھ حال بیان کیجئے فرمایا وہ دور تو ہے لیکن
 خداے تعالیٰ نے ایک رستہ میرے لئے ایسا نزدیک کا کہو لیا کہ وہ میرے
 پیش نظر ہو گیا وہاں کی جو بات تم پوچھو میں بتا دوں گا۔ ابو بکرؓ نے کہا میں گواہی
 دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہو اور مشرکوں نے کہا دیکھو ابن ابی کبشہ یعنی
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس کو جا کر آئے حضرت نے
 فرمایا میں ایک نشانی اسکی تہین بتلاتا ہوں کہ میرا گزر فلان مقام میں تمہارے
 قافلہ پر لیتے وقت ہوا کہ دن کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کو فلان
 شخص نے گھیر لیا اور اون کی رفتار ایسی تھی کہ مقام میں اتریں گے اور
 کے بعد فلان مقام میں اترینگے اور فلان روز وہ یہاں پہنچ جائینگے قافلہ
 کے آگے ایک سفید اونٹ جو جسکی پیٹ پر دو کالے گون اور اوپر ایک بڑا

سیاہ رنگ سوار ہے جب وہ دن آیا تو لوگ اوس قافلہ کو دیکھنے نکلے چنانچہ دوپہر کے قریب وہ قافلہ آپہونچا اور جس طرح حضرت نے فرمایا تھا وہی اونٹ اوس کے آگے تھا انتہی ۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت نے طے مکان کو اشارۃً بیان فرمایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسالت کی شہادت دیکر اوسکی تصدیق کر لی کیونکہ جب رسالت مان لیجائے تو اوس کے سب لوازم مان لئے جاتے ہیں دیکھئے لفظ انصرفت اور غم انتیت قبل الصبح بکے سے ظاہر ہے کہ اوس رات حضرت مکہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے اور اسپر قوی دلیل یہ ہے کہ صدیق اکبر نے حضرت کو اوس رات تلاش کیا اور نہ پایا اگر حضرت وہاں ہوتے تو فرما دیتے کہ میں تو وہیں تھا یا فلان مقام میں تھا بیجائے اسکے صدیق اکبر کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ رات کہاں تھے یہ فرمانا کہ میں بیت المقدس گیا تھا باؤ بلند کھ رہا ہے کہ حضرت مع جسم تشریف لے گئے تھے۔ پھر ظاہر ہے کہ اوس قافلہ والوں پر ایسی جلدی کی حالت میں کہ سرعت سیر برق سے کم نہ تھی سلام کرنا اسی غرض سے تھا کہ خبر معراج سکر اون کے دل اوسکی صحت پر گواہی دیں کیونکہ اپنے کانوں سے انہوں نے حضرت کی آواز سن لی تھی ۔

اور نیز جب کافروں نے کہا کہ حضرت بیت المقدس کے جانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اون کے جواب میں یہ ارشاد کہ جانے کی نشانی میں نہیں ستلاتا ہوں علانیہ ثابت کر رہا ہے کہ اوسکے قول کی تسلیم کی گئی کہ بیشک ہم گئے تھے اور اوس کی نشانیاں سن لو اگر خواب وغیرہ میں گئے ہوتے تو

فرمادیتے کہ یہ میرا دعویٰ ہی نہیں۔ اور جس طرح اس حدیث سے ثابت ہے کہ معراج
 حالت بیداری میں جنم کے ساتھ ہوئی ان احادیث سے بھی ثابت ہے اخرج ابن جریر
 وابن المنذر وابن ابی حاتم و ابن مردودہ و البیهقی فی الدلائل و ابن عساکر عن ابی
 سعید الخدری قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عن لیلۃ اسری بہ من مکۃ
 الی المسجد الاقصی قال بیننا انا انام بالمسجد اذ اتانی است فاقطنی فاستیقظت کذا
 فی الدر المنثور یعنی ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ
 میں ہم لوگوں سے واقعہ معراج کا جو بیان فرمایا اور میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا
 کہ اس رات میں مسجد میں سوتا تھا کہ اکایک کوئی شخص آکر مجھے بیدار کیا۔ اسکے
 بعد پورا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے عن
 ابی اسحق و ابن جریر و ابن المنذر عن الحسن بن حسین قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم بیننا انا انام فی الحجر جاہنی جبریل فہزنی برجلہ فجلست فلم ارشیا
 فعدت لمضجعی فجاءنی الثانیۃ فہزنی بقدمہ فجلست فلم ارشیا فعدت لمضجعی فجاءنی
 فہزنی بقدمہ فجلست فاخذ بعضہم فتمت معہ حدیث ذکرہ فی الدر المنثور یعنی
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا جو مسجد الحرام میں ہے
 کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے جگایا مگر کوئی نظر نہ آیا اسلئے پھر سو رہا پھر جگایا پھر بھی
 کوئی نظر نہ آیا اور پھر سو رہا تیسرے بار کے جگانے میں میں اٹھ بیٹھا اور انہوں نے
 میرا ہاتھ پکڑا اور میں اونکے ساتھ چلا اسکے بعد براق وغیرہ کا قصہ مذکور ہے۔
 اب اہل الضان غور فرمادیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسری بعبدہ
 لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

میں بیت المقدس اوس رات میں جا کر آیا اور قرآن و حدیث میں کوئی لفظ ایسا
 نہیں جس سے خواب پر دلالت ہو اور مرزا صاحب بھی از الیہ الایام صحیحہ میں
 لکھتے ہیں یہ مسلمت کہ انصوح بن جمل علی بن ابی اہرہ را اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 تصریح فرما رہے ہیں کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا اور اسپر اثنہ قرآن مجید
 ہیں جو مذکور ہوئے ہیں کسی ایسا مذکور کو اس کے ماننے میں کیونکہ تامل ہو سکتا ہے جو
 سے صحابہ کو اہم مسئلہ میں ذرا بھی شبہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو تفسیر
 دشواری میں ہیں اخرج عبدالرزاق وسعید بن منصور واحمد والبخاری والترمذی النسائی
 وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وابن مردودہ والبیہقی
 فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله وما جعلنا الرویا التي اریناک الا فتنة
 للناس قال ہی روایا عن اریہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاۃ اسری بہ الی
 بیت المقدس ویست برویا منام یعنی آریہ شریفہ وما جعلنا الرویا التي اریناک
 الا فتنة للناس کی تفسیر میں ابن عباس سے کہتے ہیں کہ روایا سے مراد یہاں رویت چشم
 خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی شب معراج جو نشانیاں حضرت کو بیت المقدس میں غیر توفیق
 دکھلائی گئی تھیں وہ خواب نہ تھا۔

اب دیکھئے کہ باوجودیکہ روایا خواب کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے مگر چونکہ
 ابن عباس کو خواہ تو اس کی وجہ سے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا
 تھا معراج جسمانی کا یقین تھا اس لئے روایا کی تفسیر رویت چشم کے ساتھ کی
 جو لازمہ معراج جسمانی ہے اگر انکو اس بات میں ذرا بھی تامل ہوتا تو قرآن کی
 تفسیر اس جزم کے ساتھ ہرگز نہ کرتے اور نہ اوس کو جائز رکھتے کیونکہ تفسیر

بالا سے آویز حضرت کفر سمجھتے تھے۔

ابن عباسؓ سے انی متوفیک کے معنی مہلتک جو مروی ہیں اوسکو مرزا صاحب
ازالۃ الاویام میں بار بار ذکر کرتے ہیں اور ابن عباسؓ کے فضائل بیان کر کے لکھتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے علم قرآن امین کے حق میں قبول ہوئی جسکا مطلب
یہ ہوا کہ ابن عباسؓ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل وثوق ہے اسصوت
میں ضرور تھا کہ مرزا صاحب ابن عباسؓ کی اس تفسیر پر اعتماد کر کے معراج جسمانی کے
مقابل ہوتے مگر افسوس ہے کہ اوسکو قابل اعتبار نہ سمجھا اور اس پر توجہ تک نہ کی
جس سے علوم ہوا کہ اون احادیث فضیلت پر ایمان نہ پائی تھا۔

ابن عباسؓ نے روایت مذکورہ میں روایت کو دو قسموں میں منحصر کیا روایت
عینی اور روایت منامی اگر روایت کشفی جو مرزا صاحب کہتے ہیں کوئی عمدہ چیز ہوتی تو
اوسکو بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوا کہ روایت کشفی کو انہوں نے انہیں روایت
کسی ایک میں داخل کر دیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگرچہ منام میں دیکھنے والا
بھی سمجھتا ہے کہ میں آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر فی الواقع وہ چشم سر سے نہیں دیکھتا ہی
حال کشفی روایت کا بھی ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف سے قیامت
تک کے حالات کو بیان فرمایا ہے حالانکہ اون چیزوں کا وجود ہی اوس زمانہ میں نہ تھا
میر کیونکر کہا جائے کہ حضرت نے انکھوں سے اون چیزوں کو دیکھا تھا حالانکہ البصا
کی شرط جو تقابل بانی یعنی سے فوت ہے اس سے ثابت ہے کہ روایت
کشفی روایت عینی نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے روایت کشفی کو
روایت منامی میں داخل کر کے اوسکی بھی نفی کر دی اور روایت عینی کو ثابت کیا۔

اس موقع میں تعجب نہیں کہ مرزا صاحب اس کو بھی قبول کر لیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا جیسا کہ انزالہ الاما و ہما میں ہے کیونکہ مرزا صاحب کو انخار یا تاویل یا رد و قبح کی ضرورت نہ صرف وہیں ہوتی ہے بلکہ جہاں اور کئی عیسویت وغیرہ پر کوئی اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو جاتا ہے پھر جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں تو احادیث کی رو سے لوگ انہیں کے انظار میں لگیا سکتے اور مرزا صاحب کو کون پوچھیں گا اس وجہ سے معراج کا انخار ہی کر دیا۔ اور حق القبر کے معجزہ کا کوئی اثر ان کے مباحث پر نہ تھا اس لئے اس کو مان لیا چنانچہ انزالہ الاما و ہما

صلوات میں لکھتے ہیں کہ معجزات وہ قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں مگر تاہم عیسیٰ علیہ السلام کے ہمارے سید و مولا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور خدا سے تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے ایک راستہ ہاذا اور کمال نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دیکھا یا تھا انتہی۔۔۔

اور اس کے بہت سی نقل و نقل کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں کلام اس میں تھا کہ تعجب نہیں مرزا صاحب روایت عیسیٰ کو بھی مان لیں کیونکہ اس سے کوئی انکار نہیں ہوتا بلکہ حرکت جسمانی کو وہ اس خیال سے محال سمجھتے ہیں کہ ان معجزوں کے ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام پر بندہ چڑھ جائیں مگر روایت عیسیٰ کو اگر مان لیں تو کہا جائے کہ عظیم مناظر ہو گیا ہیں تاہم کیا گوارا ہے کہ مرزا صاحب سے استفادہ ہو کہ اس کی نسبت اس سے بددلی طرفہ ایسی ہو جیتی ہے کہ اس کی نسبت باوجود ہزاروں سوں طرفہ تلوہ شی نظر آئیگی اس سے وہ تین مرزا صاحب

اس آواز پر بھی کھٹکتی تھیں گے نہیں کا ان کا نام بہت ترسناک ہے چنانچہ شیطان کہ اللہ اعلم بالصواب
 میں کہتے ہیں کہ روح کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے اس پر شک نہ کیا جائے اور فلسفی لوگ اس
 خیالی برہمنیت پر کہتے ہیں کہ انہیں ایسا نہیں ہوا ہے بلکہ انہیں زمین سے اور پر کی طرف
 جانا اور ستاروں کا وہاں پہنچنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آسمان تک کیونکر
 پہنچ سکتے تھے۔

میسری راستہ میں اس فکر کی ضرورت نہیں اگر طبعی اور فلسفی لوگ یہ سن لینگے کہ
 زمین کی اہل چھوٹی چھوٹی چیزیں کھانکھنوں سے دیکھ لیتا اور انگشت کے
 اشارہ سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا واقعہ میں آگیا ہے تو ایسی حیرت اور
 پریشانی میں پڑ جائیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے عروج پر پختہ کی نوبت ہی نہ آسکتی
 غرض عجائب قدرت کا شہ جہاں اپنے مقام میں بیٹھے ہوئے دیکھنا عقلاً ثابت ہو سکتا
 ہے نہ نقلاً اور اگر معجزہ کے طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو قرآن کے خلاف ہوتا ہے
 کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسرى لعیبہ اس سے تو صراحتاً حضرت کو
 لیجا تا ثابت ہے پھر اگر لیجا اور ساقی اور رویت جہانی ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا
 کہ حضرت کی روح مبارک بیت المقدس بلکہ آسمانوں پر گئی اور جسانی آنکھیں
 بغیر روح کے مکہ میں پڑی دیکھ رہی تھیں اور نیز اس تقدیر پر لفظ اسرا بے معنی
 ہو سکتا ہے وہاں تو تو فی کسے سنی پورے صادق آجاتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ
 فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والذی لم یت فی مناہا فیسک التی قضی
 علیہا الموت ویرسل الاخری جس کا مطلب یہ کہ نیند بھی ایک قسم کی وفات ہے
 جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ثابت

کہ نیکی ضرورت ہوگی کہ بغیر روح کے بھی انکھون کو اور اراک ہو سکتا ہے جو اس معراج میں مقصود بالذات تھا کما قال تعالیٰ لشریہ من آیاتنا۔

شاید بیان یہ کہا جائیگا کہ آیہ شریفہ دما جعلنا الرویا کی تفسیر میں اختلاف ہے اسکا
 یہ ہے کہ محققین مفسرین و محدثین نے تفسیر کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ترجمہ
 ہونا مسلم ہے اسلئے بہ نسبت اور تفسیروں کے ادنیٰ تفسیر زیادہ تر قابل قبول ہے اور
 مرزا صاحب کی تفسیر سابق سے بھی ہمیں امر مستفاد ہے پھر روایت بھی کوئی ضعیف
 نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں موجود ہے اور مرزا صاحب بھی بخاری اور مسلم
 کی صحت اور قابل استدلال ہونے کے قائل ہیں جہاںچہ ازالۃ الادہام صحت میں لکھتے
 ہیں کہ اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تالیف دعوہ میں کیوں
 بار بار اونکو پیش کرتا ہوتا۔

غرض کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر اور بخاری شریف کی روایت دونوں مرزا صاحب
 کے مسلمات سے ہیں اور اوسے سے معراج جسمانی ثابت ہوگئی وہو المقصود۔
 کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے اعتراض کیا تھا کہ اگر آپ بیت المقدس
 جا کر آئے ہیں تو وہاں کی نشانیاں تیکھائے پھر جب نشانیاں بتلائی گئیں تو اور
 کوئی اعتراض اونکو نہ سوچا سو اسی اسلئے کہ عناد کی راہ سے ساحر کہدیا گو فرما
 چونکہ پڑے ہوئے اور فہم و ذکا میں اوسے بھی بڑے ہوئے ہیں اسلئے انہوں نے
 اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ موٹگانیاں کر کے ایسے اعتراضات قائم کئے
 کہ اتنا کسی کو سوچے نتیجہ چنانچہ ازالۃ الادہام صحت میں لکھتے ہیں کہ معراج کی حدیثوں
 میں سخت تعارض ہے کسی حدیث میں ہے کہ چہت کو کہول کہ جبرئیل آئے اور میرے

سینہ کو کہو لا پیر ایک سینے کا طشت لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان بہرہ ہوا تھا سو
 وہ میرے سینہ میں ڈالا گیا۔ پیر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا مگر اوس میں بھی
 نہیں لکھا کہ وہ طشت طلسمی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہو اور کسے حوالہ کیا گیا
 اور کسی حدیث میں میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا
 اور تین فرشتے آئے اور ایک جانور بھی لایا گیا۔ اور کسی میں براق کا گوی ذکر نہیں
 اور کسی میں ہے کہ میں حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا اور کسی میں ہے بعثت کے
 پھلے پھلے واقعہ ہوا اور بغیر براق کے آسمان پر گئے اور آخرین انکبوتہ کہل گئی۔ اور
 ان پانچوں واقعوں میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پھلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں
 اور بعد تخفیف پانچ منظور کرانین اور ترتیب رویت انبیاء میں بڑا اختلاف ہے ابھی تمنا
 یہ جتنی باتیں مرزا صاحب نے لکھی ہیں بے شک بخاری کی احادیث میں موجود ہیں
 باوجود اسکے کسی مسلمان کا ذہن اس کے ابطال کی طرف منتقل نہوا اور صحابہ کے زمانہ
 آج تک باوجود ان روایات متعارضہ کے وجود معراج پر اجماع ہی رہا اسلئے کہ جب
 یقینی طور پر کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اس کے عوارض میں اختلاف ہونے سے
 اس یقین پر کوئی اثر نہیں سکتا مگر چونکہ مرزا صاحب کو اپنی ہیسیوت ثابت
 کرنے کی غرض سے اس کے ابطال کی ضرورت ہے اسلئے جن امور میں اغراض ہوئے
 اور ظاہر کر دیا تاکہ ضعیف الایمان لوگوں کو اصل معراج ہی میں شک پڑ جائے
 بہت خیر گذری کہ مرزا صاحب احادیث ہی میں تعارض پیدا کرنے کے درپے ہوئے
 اگر قرآن کی طرف توجہ کرتے تو اس قسم کے بہت سارے اعتراض اوس میں بھی
 پیدا کر دیتے ایک موسیٰ علیہ السلام ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کہیں فرماتا تھا

کہ موسیٰ کو فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف بھیجا گیا تھا کہ قال تعالیٰ ثم بعثنا من بعدہم
 موسیٰ بآیاتنا الی فرعون وعلیہ اور کہیں فرماتا ہے کہ صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا
 گیا تھا قال داؤد اذ ہی ربک موسیٰ ان انت القوم الظالمین قوم فرعون اور کہیں فرماتا ہے
 کہ انہیں کی قوم کی ہدایت کو بھیجا گیا تھا قال تعالیٰ واذ اوردنا رسولنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج تو
 من الظلمات الی النور کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کو بھیجا گیا تھا قال تعالیٰ انما
 فرعون و قولا انما رسول رب العالمین۔

اور کہیں فرماتا ہے صرف موسیٰ کو بھیجا گیا تھا قال داؤد اذ ہی ربک موسیٰ ان انت القوم
 کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ نے ساحرون سے اقبال فرمایا کہ جو تم کو ڈانٹنا منظور ہو
 ڈال دو گا قال تعالیٰ وقال لہم موسیٰ القواما انتم ملقون اور کہیں فرماتا ہے کہ پہلے
 ساحرون نے اس بات میں سحر یک کی کہا قال تعالیٰ قالوا یا موسیٰ امان ملقی واما
 ان نکلون نحن الملحقین۔ کہیں فرماتا ہے کہ فرعون کی قوم کو ڈبو دیا گیا تھا قال تعالیٰ
 ثم اغرقنا الاخرین اور کہیں فرماتا ہے کہ فرعون اور اسکے لشکر کو مگر ڈریا میں
 پھینک دیا گیا تھا قال فاخذناہ و جنودہ فنبذناہم فی الیم اور اسکے نظائر قرآن میں
 بکثرت میں ہر چند جھٹلاہر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر کیا کوئی مسلمان
 جھٹلاہر کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تعارض کی وجہ سے قابل اعتبار
 نہیں ہے تو ذہن اللہ میں ذلک ممکن نہیں کہ اہل ایمان کے دل میں اس تعارض کا
 ذرا بھی اثر ہو یا اسکو تعارض سمجھیں اور فی تامل سے جھٹلاہر معلوم ہو سکتی ہے
 کہ شارع کو واقعات بیان کرنے سے کہانی مقصود نہیں ہوتی کہ جب بیان
 کی جائے پوری بیان کی جائے بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک مقصود خاص

پیش نظر ہوا کرتا ہے پر متحد دنیا فون سے پورا قصہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔
 اب معراج کے قصہ میں غور کیجئے کہ جسکو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان ہو
 کیا وہ سکون امور میں جو اوس میں مذکور ہیں کچھ تامل ہو گا یا جیسے موسیٰ علیہ السلام
 کے قصہ میں متفرق امور مربوط و مرتب کئے جاتے ہیں بیان ممکن نہیں۔ کیا بھی
 تصدیق ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت سے چہت کہول گرفتار توں کو
 حضرت کے مکان میں اتارا ہوا اور پھر چہت کو ملا دیا جو جس میں ظاہر ایک مصلحت
 بھہ بھی ہے کہ اجسام کا فرق و التیام کا پہلے ہی سے حضرت کو مشاہدہ ہو جا
 اور شوق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمان کے فرق و التیام کا استنباط
 بھی جاتا رہے۔ کیا بھہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرت کو گہر سے مسجد میں اس
 غرض سے لایا ہو کہ معراج اوس تبرک مقام سے ہوا اور تھوڑی دیر آپ آرام فرماتے
 کے بعد وقت مقرر پر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو جگایا ہو۔ اور کیا جبرئیل علیہ السلام
 کو سونے کا طشت ملنا محال تھا یا بھہ محال سمجھا گیا کہ اتنا بوجا اٹھا کر وہ آیا دیکھے
 ساتھیکے فرشتے آسمان پر کیسے چڑھ گئے اور بھہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ جبرئیل
 علیہ السلام نے حضرت کو وہ طشت بھیہ کر دیا تھا پھر مرزا صاحب جو اوس سونے
 کے طشت کی تلاش کرتے ہیں کہ جو بیداری میں ملاحظا کیا ہوا اور کسکے جو
 کیا گیا معلوم نہیں کس خیال پر مبنی ہے۔ جب طشت کا آسمان پر اٹھایا جانا
 مرزا صاحب کی سمجھ سے باہر ہے تو فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
 عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا پرگز اوٹھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ سچ تو بھہ
 ہے کہ ایسی خلاف عادت اور خلاف عقل باتوں پر ایمان لانا ہر کسی کا کام نہیں

جب تک فضل الہی شامل حال نہ ہو ممکن نہیں کہ آدمی خدا اور رسول کے ارشادات پر ایمان لاسکے جیسا نبیہ حق تعالیٰ فرماتا ہے بل اللہ من علیکم ان ذلکم للایمان ان کنتم صادقین یعنی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اسے تم کو ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعویٰ اسلام میں سچے ہو۔ اگر آدمی کو ایمان لانا منظور ہو تو قدرت کا ظور حکمت بالغہ کو پیش نظر رکھ کر اور اپنے قصور و فہم کا اعتراف کر کے ایمان لاسکتا ہے جیسے کروڑ ہا مسلمان باوجود ان تمام مضامین مذکورہ کے جس کو مرزا صاحب اپنی کامیابی کا سامان سمجھے ہیں ایمان لاتے رہے۔ اور جب ایمان لانا منظور نہیں ہوتا تو مشاہدہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا چنانچہ کفار نے باوجودیکہ دیکھ لیا کہ حضرت نے ان کے تمام شبہات کے جواب دیئے مگر جب بھی ایمان نہ لائے۔

تقریر میرا بالامین اگر غور کیا جائے تو مرزا صاحب کے اکثر شبہات کے جواب ہو گئے مثلاً بعض احادیث معراج میں براق کا نام چھوٹ گیا اور بعضوں میں ام ربانی رضی اللہ عنہا کے گہر میں پہلے آرام فرمانا۔ اور بعضوں میں حلیم کا ذکر اور بعضوں میں جبرئیل علیہ السلام کا حضرت کو جگنا ترک ہو گیا اور سکی مثال ایسی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی ہر آیت میں بعض بعض امور فرو گذاشت کئے گئے باوجود اسکے تعارض کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ بعض روایات میں جو دار وہ ہے کہ معراج قبل بعثت ہوئی وہ خلاف واقع ہے بجائے قبل ہجرت قبل بعثت کہا گیا ہے جیسے متعدد احادیث سے اور اجماع سے ثابت ہے مگر اوس میں کوئی مریج نہیں کہونکہ مرزا صاحب کی بعض

تحقیقات سے مستفاد ہے کہ کبھی مؤخر خیر مقدم بھی کہی جاتی ہے چنانچہ وہ
 تحریر فرماتے ہیں کہ انی متوفیک ورافک میں تقدیم و تاخیر مگر نہیں جس
 ترتیب سے حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہی واقعی ہے اور جو لوگ کہتے
 ہیں کہ پہلے رفع ہوا اور وفات بعد ہوگی وہ اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب
 تجویز کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اسکا مطلب ظاہر ہے کہ جو ترتیب لفظی
 واد کے ساتھ ہوتی ہے مرزا صاحب کے نزدیک وہ واقع کے مطابق ہوتی
 ہے یعنی واد بھی ترتیب کے لئے ہے اس قاعدہ کی بنا پر ثابت ہوتا ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے تھے اور اونس کے بعد ایوب یونس ہارون اور سلیمان
 علیہم السلام وجود میں آئے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے واد حینا الی ابراہیم و
 اسمعیل و اسحق و یعقوب و الاسباط و عیسیٰ و ایوب و یونس و ہرون و سلیمان
 جب بحسب تحقیق مرزا صاحب اس آیت شریفہ میں اشارۃ النفس سے بیحد ثابت
 ہوا کہ گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ پہلے تھے اور ایوب وغیرہ بعد حالانکہ
 توراہ و انجیل و احادیث وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی بعدیت یقیناً ثابت ہے
 اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ راوی نے اس بیحد معراج کو بخت پر مقدم بیان کیا
 جیسے عیسیٰ السلام ایوب و یونس و ہرون علیہم السلام پر مقدم بیان کئے گئے
 جس سے نہ کذب لازم آتا ہے نہ خلاف واقع خبر دینے کا الزام۔ دوسرے جو اب
 بچھ ہے کہ اسلام میں معراج ایک ایسا مشہور واقعہ ہے کہ ابتدا سے آج تک
 ہر کسی کے زبان زد ہے اور بیحد بات ظاہر ہے کہ جس واقعہ کی کیفیت طولانی
 ہوا اور اسکے بیان کرنے والے بکثرت ہوں تو بعض امور میں ضرور اختلاف

پیدا ہو جاتا ہے مگر اس اختلاف جزئی سے اصل واقعہ کے ثبوت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ ہر فریق اس واقعہ کے وجود پر گواہ سمجھا جائیگا دیکھئے جو لوگ قائل ہیں کہ معراج قبل بعثت ہوا وہ بھی معراج کے ایسے ہی مثبت ہیں جیسے بعد بعثت کے قائلین۔ یہاں یہ کہہ جایگا کہ کسی نے تاریخ میں غلطی کی ہے جو اصل واقعہ سے خارج ہے پر وہ غلطی بھی دوسرے قرائن سے نکل سکتی ہے جیسا کہ خفاجی رحم نے شرح شفا فی قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ بہت سی روایتوں اور اتفاق جمہور اور اجماع سے ثابت ہے کہ معراج بعد بعثت اور قبل ہجرت ہوا ہے اس لئے قبل بعثت کی روایت قابل تاویل ہے۔

اصل نشا این قسم کے اختلافوں کا یہ ہے کہ اوائل اسلام میں ہر امر میں مقصود بالذات پیش نظر رہا کرتا اور اوس کا پورا پورا اہتمام ہوا کرتا تھا اور جن امور کو مقصود میں چندان دخل نہیں ان کے یاد رکھنے میں بھی چندان اہتمام نہ ہوتا تھا۔ کا ثبوت اس سے ہو سکتا ہے کہ فی زمانہ ادنیٰ ادنیٰ شیخ و مشایخین کی تواریخ وفات وغیرہ میں کس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ روز تو کیا وقت تک محفوظ رکھا جاتا ہے بخلاف اوس کے وہاں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف میں اختلاف پڑا ہوا ہے کسی روایت میں دوسری ربیع الاول کی ہے اور کسی میں تیسری یومین اور کسی میں چودھویں۔ اسی طرح بعثت کے وقت میں بھی بڑا ہے اختلاف ہے کسی روایت میں ہے کہ اوس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف برابر چالیس سال کی تھی کسی میں ہے کہ ایک روز زیادہ ہوا تھا اور کسی میں زیادتی دس روز کی اور کسی میں دو مہینے کی کسی میں تین برس کی

اور کسی میں پانچ سال کی لکھی ہے اور سال ہجرت میں بھی بڑا اختلاف ہے بخاری
میں ہے کہ نبوت سے تیرہ برس کے بعد ہجرت ہوئی اور مسلم میں پندرہ برس کے
کے بعد اور سند امام احمد اور میر بخاری میں دس برس کے بعد ہے کہ جو اس
اور زر قافی میں لکھا ہے۔

الحاصل واقعات کی تاریخ اوس زمانہ میں چند ان ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی
اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین نے تاریخ معراج کی تحقیق میں کوشش نہ کی اور یہ
سمجھ لیا کہ مقصود بالذات معراج سے خواہ قبل بعثت ہو یا بعد بعثت اسکا وقوع
مقرر ہو۔ مگر صاحب کے جرحی سوالوں کے لحاظ سے ایک معراج ہی کیا نہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگی نہ ہجرت وغیرہ سیرۃ حلبیہ میں امام عبد الوہاب
شعرانی کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونتیس بار معراج
ہوئی ایک حالت بیداری میں جسم کے ساتھ اور باقی روحانی۔ اور تفسیر

روح البیان میں لکھا ہے قال الشيخ الاکبر الاطهر ان معراج علیہ السلام اربع
وثلثون مرة واحدة مجسده والباقي بروحه رو یا راہا یعنی شیخ محمد الدین غزالی
کا بھی یہی قول ہے کہ معراج چونتیس بار ہوئی ایک بار بیداری میں باقی روحانی
اس صورت میں جو معراج قبل بعثت ہوئی تھی اور جن معراجوں کا خواب میں
ہونا معلوم ہوتا ہے وہ سب روحانی معراجوں میں داخل ہیں اور اس پر
یہ قرینہ بھی ہے کہ قبل بعثت معراج ہونے کی حدیث جو بخاری کے صفحہ ۱۱۲
میں ہے اوس میں یہ الفاظ موجود ہیں انما جاہ تلتہ لفرق قبل ان یوحی الیہ و
یونام فی المسجد۔ اور اوس کے آخر میں فاستیقظ و یوفی المسجد المحرم

موجود ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسجد میں آرام فرماتے تھے اسوقت میں فرشتے
 خواب میں آئے اور سب واقعہ دیکھنے کے بعد حضرت بیدار ہو گئے اور عیدہ واقعہ قبل از وقت ^{تھی}
 اس حدیث کے سوا اون پانچوں حدیثوں میں بشکوہ مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے اس
 صراحت سے کسی میں خواب مذکور نہیں البتہ صفحہ ۴۵۵ کی حدیث میں من النوم
 والیقظ مذکور ہے مگر ادسکے آخر میں فاستیقظ یا او سکا مراد کوئی لفظ نہیں جس سے
 معلوم ہو کہ وہ حالت آخر تک ستر رہی کیونکہ ادس میں تو صرف ابتدائے حالت کا ذکر
 ہے کہ غنودگی تھی اور ظاہر ہے کہ بیدار مغز ادنی حرکت سے چونک پڑتے ہیں۔
 یہاں مرزا صاحب یہ اعتراض ضرور کرینگے کہ خواب کی حدیث میں بھی وہی
 مضمون ہے جو بیداری میں معراج ہونے کی حدیثوں میں ہے اور اس میں بھی
 سچاس وقت کی نماز میں ابتداء فرض ہونا اور بعد کی کے پانچ مقرر ہونا موجود ہے
 جس سے یہ لازم آتا ہے کہ نماز میں دو وقت فرض ہوں۔ مگر ادسکا جواب ادنی
 تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب قبل بعثت نبوت ملی ہی تھی تو اس کے لازم
 اور کسی چیز کا فرض ہونا کیسا۔ وہ خواب تو صرف تمہیداً دیکھا یا لیا تھا کہ آئندہ
 ایسی خصوصیات اور وہ وہ فضائل حاصل ہونے والے ہیں جو کسی کو نصیب
 نہ ہونے چکے دیکھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص توقع اور
 اشتیاق پیدا ہو گیا۔ اور یہ تو کتب تاریخ سے بھی واضح ہے کہ سلاطین وغیر
 جن کو غیر معمولی مدارج حاصل ہونے والے ہوتے ہیں اونکو عالم رویا میں اکثر
 اطلاع ہو جاتی ہے چنانچہ اس قسم کے خواب رسالہ (عجیب و غریب خواب)
 میں بہت سے مذکور ہیں اور اس خواب سے بہت بڑا نفع بھی ہوا کہ جب بیدار

میں حضرت تشریف لے گئے تو کسی مقام اجینیت اور ناآشنائی نے یہ جو باعث توحش تو
 پر خواب فقط معراج ہی کے پھلے نہیں بلکہ ہجرت وغیرہ کے پھلے بھی ہوا تھا بسا کہ اس
 حدیث سے ظاہر ہے عن ابی موسیٰ رحمہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت فی المنام
 انی اباجر من مکہ الی ارض بھاسنخل ذہیب وہلی الی انہا الیامۃ او ہجر فاذا ہی المدینۃ
 یشرب مشق علیہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا تھا
 کہ مکہ سے ہجرت کر کے اس طرف جا رہا ہوں جہاں تختستان ہے اور وقت میرا
 خیال یامہ اور ہجر کی طرف گیا پہر یکا یک جو دیکھا تو وہ مدینہ یشرب تھا مقصود
 یہ کہ ہجرت کا واقعہ قبل ہجرت معلوم کر آیا گیا اور مقام ہجرت بھی دکھلایا گیا
 مگر چونکہ حضرت نے پیشتر مدینہ طیبہ کو غالباً دیکھا تھا اور یامہ ہجر کا تختستان
 مشہور تھا اس سبب سے خیال اودن شہرون کی طرف منتقل ہوا مگر ساتھ ہی
 معلوم ہو گیا کہ وہ مدینہ ہے۔

الحاصل جس طرح ہجرت سے پہلے ہجرت خواب میں ہوئی اس طرح معراج سے پہلے
 معراج خواب میں ہوئی اب اہل اسلام اس بات پر بھی غور کر لیں کہ کیا اس حدیث
 ہجرت میں کوئی ایسی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی پکڑی جائے
 مگر چونکہ مرزا صاحب اسی فکر اور تلاش میں رہتے ہیں کہ حضرت کی غلطیاں پکڑیں
 اور نکو یہاں اتنا موقع مل گیا کہ حضرت نے (ذہب وہلی) فرمایا جس کے معنی
 درہم و غلاف واقع میں پہر کیا تھا جہٹ سے غلطی ثابت بھی کر دی چنانچہ
 ازاتہ الادام ص ۶۸۹ میں لکھتے ہیں وہ حدیث جس کے معنی الفاظ میں ذہب وہلی
 الی انہ الیامۃ او ہجر فاذا ہی المدینہ یشرب صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ

جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا عمل و مصدر
سمجھا تھا وہ غلط نکلا انتہی۔

غور کیجئے کہ حضرت نے کب پیشگوئی کا دعویٰ کیا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر یاہر
یا ہجر جاؤنگا۔ بلکہ وہ تو برسوں تک مکات فرمایا کہ خواب میں نخلتان دیکھ کر ہجر کا خیال
تو ہوا تھا مگر اسی وقت وہ مدینہ ثابت ہوا جو غاذا علی اللہ نیت سے ظاہر سے اس سے
تو کمال درجہ کا صدق ثابت ہو رہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس خیال کو جو خواب میں
پیدا ہوا تھا خواب ہی میں فوراً بدل دیا تاکہ وہ خواب اگر پیشگوئی کے لباس میں سمجھا
جائے تو بھی اس غلطی کا احتمال باقی نہ رہے۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی پر کتنی خوشی میں اپنی غلط فہمی پر نظر نہ پڑی اور
مصرعہ عیب نماید ہنرش در نظر کا مضمون صادق کرتا یا جیسے ضمنی بحث تھی کلام
اس میں تھا کہ قبل وقوع واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اطلاع ہو جاتی
تھی اس پر بھی حدیث بھی دلیل ہے عن عائشہ رحمہا قالت اول ما بدی بہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم وکان لا یری رؤیا الا جارتہ
مثل فلق الصبح رواہ البخاری یعنی عائشہ رحمہا فرماتی ہیں کہ ابتدا وحی کی رؤیا کا
وصالہ سے ہوئی جو کچھ حضرت خواب میں دیکھتے اور سنا ظہور روشن طور پر ہوتا
جس میں کوئی اشتباہ نہ رہتا چنانچہ معراج کے واقعہ میں بھی ایسا ہی ہوا
کہ جو واقعات خواب میں دیکھے تھے بلا کم و کاست بیداری میں بھی ملاحظہ فرمایا
مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ مقامات انبیاء میں بڑا اعلیٰ اختلاف ہے اسکا جواب
تقریباً اسے واقع ہے کہ نفس معراج میں ان امور کو کوئی دخل نہیں بلکہ جیسے

کل روایات مثبت معراج میں البتہ اس اختلاف کا اثر نفس مقامات پر پڑے گا جس سے یقینی ہے
یہ ثابت ہوگا کہ کس نبی کا کونسا مقام ہے اور وہ کوئی ضروری بات بھی نہیں اسوجہ سے
راویوں نے اس کے یاد رکھنے میں اہتمام نہ کیا۔

ووسمرا جواب یہ ہے کہ مقامات انبیاء کا مسئلہ منجملہ اسرار اور ایک لایدرگ ہبید ہے
اسوجہ سے بعض متکلمین نے اس میں کلام کرنے کو مناسب نہیں سمجھا جیسا کہ شہاب
خضابی رحم نے شرح شفا میں لکھا ہے۔ امام شعرانی رحم نے کتاب الیواقیت ج ۱
میں لکھا ہے کہ معراج کے کئی فوائد میں ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک جسم کو آن واحد میں دو مکانات میں دیکھ لیا جنانچہ حضرت جب پھلے آسمان پر
گئے اوم علیہ السلام کو دیکھا کہ اس کے داسے طرف اونکی نیک بخت جنتی اولاد
اور بائیں طرف بد بخت دوزخی میں حضرت نے اپنی صورت نیک بخت جماعت میں
دیکھ کر شکر کیا۔ اور نیز موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں
پہرا نھیں کو دیکھا کہ آسمان پر بھی موجود ہیں اور یہ نہیں فرمایا کہ اونکی روح کو دیکھا نہیں
اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اختلاف انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں
دارد ہے وہ راویوں کی غلطی نہ تھی بلکہ فی الواقع متعدد مقامات علی میں دیکھے
گئے تھے۔ اور یہ کوئی مستعد بات نہیں امام سیوطی رحم نے ایک مستقل رسالہ
جس کا نام المنجلی فی تبطور الوالی ہے صرف اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ اولیاء
کو یہ قدرت حاصل ہے کہ آن واحد میں متعدد مقامات میں ظاہر ہو سکتے ہیں
اور جب تالیف یہ لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحم نے ایک شب کسی
شخص کے مکان میں رہے اس نے ایک مجلس میں شیخ کی شب باشی کا ذکر کیا

مجلس سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تو تمام رات میرے گھر میں تھی
اون دونوں میں رود قلع کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر ایک نے قسم کھائی
کہ اگر وہ بزرگ میرے گھر میں رات بہر زہت سے ہوں تو میری زوجہ پر طلاق ہے
جب شیخ سے پوچھا گیا تو انہوں نے دونوں کی تصدیق کی اور کہا کہ اگر وہ ہوں
میں اوسکے ساتھ مختلف مقامات میں وقت واحد میں رہا جب بھی تصدیق کرو
امام سوطی رحم کے پاس جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ
کوئی سبکی زوجہ پر طلاق نہیں پڑی اور کئی وقایع اور متقدمین علماء کے فتویٰ ابتدائی
میں پیش کئے جن سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کو یہ قدرت دی جاتی ہے کہ جب
چاہیں وقت واحد میں متعدد مقامات میں ظاہر ہو سکیں اور یہ بھی لکھا ہے
کہ مسند امام احمد اور نسائی وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ جب کفار نے بطور
استحسان مسجد کی نشانیاں حضرت سے پوچھیں تو مسجد وہاں موجود ہو گئی
جسکو دیکھ کر حضرت اوسکے جواب دیتے کہے کہ اذکر اقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قد سبت الغت حتی التبس علی بعض النفت فنجی بالمسجد وانا انظر حتی وضع دون
دار عقیل اذ عقال۔ یہ حدیث پوری اور مذکور ہے امام سوطی اس حدیث کو
نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ بھی اسی قسم کی بات ہے کیونکہ اصل مسجد انبی
جگہ سے ہٹتی ہتی اور یہاں بھی موجود تھی جسکو حضرت ان الفاظ سے تفسیر
فرماتے ہیں فنجی بالمسجد حتی وضع دون دار عقیل اور تفسیر روح البیان
میں امام شرفانی رحم کا قول نقل کیا ہے کہ شیخ محمد خضریٰ رحم نے ایک ہی روز
بچاس شہروں میں جمعہ کا خطبہ پڑھا اور امامت کی روض الریاضین اور کتب طبقات

اولیاء اللہ سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ پر اولیاء اللہ کا اجماع ہے۔
 غور کیا جائے کہ جب اولیاء اللہ کو اس عالم کثیف میں بحیثیت قدرت حاصل ہو کہ
 وقت واحد میں متعدد جگہ موجود ہو سکتے ہیں اور مسجد دو جگہ آں واحد میں
 موجود ہو گئی تو انبیاء علیہم السلام کو اس عالم لطیف میں وہ قدرت حاصل ہوتا
 کوئی بڑی بات ہے۔ غرض کہ انبیاء علیہم السلام کا مختلف مقامات میں
 حضرت سے ملنا گو بظاہر تعارض کی شکل میں نمایاں ہے لیکن واقعہ میں تعارض
 نہیں البتہ متوسط عقول اسکے سمجھنے میں قاصر ہیں مگر غنیمت یہ ہے کہ مزاجاً
 اس قسم کے اسرار کے قائل بن چنانچہ ازالہ الادہام ص ۲۷۷ میں لکھتے ہیں کہ
 درحقیقت تمام ارواح کلمات اللہ ہی میں جو ایک لایدرک ہبید کے طور
 پر ہے جسکے تک انسان کی عقل نہیں پہنچ سکتی رو صین بن گئی میں
 کلمات اللہ ہی حکم ربی لباس ارواح کا پہن لیتے ہیں اور ان میں وہ تمام
 طاقتیں اور قوتیں اور خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو روحوں میں پائی جاتی
 ہیں وہ روح کی حالت سے باہر آ کر کلمۃ اللہ ہی بن جاتی ہیں۔ اور ہمارے
 ظاہر میں علماء اپنے محدود خیالات کی وجہ سے کلمات طیبہ سے مراد محض
 عقائد یا آؤ کاؤ اشغال کہتے ہیں انتہی۔
 کلمات کا ارواح بن جانا نہ کہہیں قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ جو آؤ
 جب وہ لایدرک ہبید قابل تصدیق ہے تو ارواح کا متعدد مقامات میں ہونا
 جو صراحتاً احادیث سے ثابت ہے لایدرک ہبید قابل تصدیق کیوں نہیں
 اور جب کسی جسم کا متعدد مقامات میں آن واحد میں ہونا احادیث صحیحہ اور

اجماع اولیاء اللہ سے مستبعد نہ ہو تو ارواح مقدسہ کا متعدد مقامات میں پایا جانا کیوں مستبعد ہو گا حاصل بعض انبیاء کی ارواح متعدد آسمانوں میں پایا جانا جو احادیث میں وارد ہے ایسی بات نہیں ہے کہ اس کے سمجھنے میں تباسی وجہ سے بخاری شریف سے اعتبار کر دی جائے یا معراج صحیح کائنات کو دیکھا جائے اگر قصور فہم کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو قرآن شریف کا ایک مستند یہ حصہ نخواستہ بیکار اور بے اعتبار ہو جائے گا ہے۔ ایک سخت طعین صحیح کا واقعہ دیکھ لیا جائے کہ کس قدر حیرت انگیز ہے ایک بڑا شانہ اس تحت شاہی صد ہا کو س کے فاصلے سے ایک لمحہ میں صحیح سالم سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ جانا کیا معمولی عقولوں میں آسکتا ہے ہرگز نہیں۔ شہاب خطا صحیح نے شرح شفا کے قاضی عیاض بن لکھا ہے کہ جس قدر مسافت کو معطر سے بیت المقدس کی ہے اس سے زیادہ مسافت کو اس تحت نے طرفہ العین میں طے کیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے قال الذی عنده علم الکتاب اما یتک بہ بل

ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا عنده قال ہذا من بعض ربی ترجمہ ایک شخص جس کو کتابی علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھ چمکنے سے پہلے پہلے میں سخت کو آپ کے حضور میں حاضر کرتا ہوں انتہی۔

کیا ممکن ہے کہ کوئی مسلمان اس تحت کی غیر معمولی سرعت سیر میں کلام کر سکے ہر جیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرعت سیر وغیرہ میں کلام کرنا یہ بات ہے۔ ایماندار سے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔

مرزا صاحب از آلہ الادب ص ۲۸۹ میں لکھتے ہیں کہ باوجودیکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے سمیت شب معراج میں

آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا۔ لیکن پھر بھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتے ہیں کہ روکا حال یہی

اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جہانی کے قائل

تھے وہ سری بیکہ کہ عائشہؓ اور اسکے منکر تھیں۔ کتب رجال وغیرہ سے ثابت ہے

کہ صحابہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔ لفظ تقریباً کے لحاظ سے اگر زیادتی حذف

کی جائے تو بھی بقول مرزا صاحب ثابت ہے کہ لاکھ صحابہ معراج جہانی کا اعتقاد

رکھتے تھے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس بات پر لاکھ صحابہ کا اعتقاد ہو اسلام

میں وہ کس قدر قابل وقت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرقہ ناجیہ

وہی ہے کہ اولیٰ کا اعتقاد صحابہ کے اعتقاد کے موافق ہو جیسا کہ اس حدیث شریف

سے ظاہر ہے عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفرق امتی علی

ملت و سبعین ملۃ تکلم فی النار الا و احدۃ قالوا من ہی یا رسول اللہ قال اما انما علیہ

واصحابی متفق علیہ اور بھی بھی ارشاد ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت علیہ

ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہے کما فی کنز العمال عن ابی داؤد قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقه حم دیک

جب عموماً جماعت سے مخالفت کرنے والے کا یہ حال ہو تو لاکھ صحابہ کی جماعت

کے مخالف کرنے والے کا کیا حال ہو اور آئیہ شریفہ و یتبع غیر سبیل المؤمنین

تولدا نولی الایہ سے اسکی دعید ثابت ہے۔

اب رہا یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا معراج جہانی کے منکر ہیں سو وہ بالکل غلط ہے

اسلے کہ ابھی بروایت صحیحہ ثابت ہو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور وہ واقعہ
فرمایا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور کفار نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جا کر
کہا کیا اسکی بھی تصدیق کرو گے اور انہوں نے تصدیق کی اسی روز سے آپکا
نام صدیق قرار پایا۔

اوتنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر عائشہ رم کے نزدیک مجھ واقعہ
خواب کا ہوتا تو ضرور فرماتیں کہ اون بے وقوفوں نے جو مرتد ہو گئے انسا ہی
نہ سمجھا کہ مجھ واقعہ خواب کا ہے جو عادتاً ایسے خلاف عقل خواب ہر شخص کو
ہوا کرتے ہیں اور ابو بکر رم کو کفار کا عار دلانا کس قدر یہود کی اور حماقت تھی
پہر صرف خواب کی تصدیق پہر لقب صدیق حق تعالیٰ کی طرف سے اونکو ملنا
کیسا بد نما تھا انغوز باللہ من ذلک عائشہ رم کا اس واقعہ کو بغیر تصریح خواب
بیان کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ عالم بیداری میں تھا جسیر مجھ آثار مرتب ہو

پہر جو اونے مجھ روایت ہے واخرج ابن اسحق وابن جریر عن عائشہ رم
قالت ما قدرت جسدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن اللہ اسری بروحہ
عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ معراج حضرت کی روح کو ہوئی اور جسم مبارک
میرے پاس سے غائب ہوا۔ کیونکر صحیح ہوگی۔ اول تو مجھ روایت
صحاح میں نہیں پہر اوس میں مجھ اختلاف سے کہ بعض ما قدرت کہتے ہیں
اور بعض ما قدرت جیسا کہ شہاب خفاجی رم نے شرح شفا میں لکھا ہے۔
اور شفا نے قاضی عیاض رم میں ہے کہ مجھ حدیث محمد بن کے نزدیک

ثابت نہیں اسلئے کہ اسکی سند میں محمد بن اسحاق بن جنکو امام مالک رحم نے
 ضعیف کہا ہے اور علامہ زرقانی رحم نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ
 اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے اور ابن وجیہ نے
 تویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنا
 عرض سے بنا لیا ہے انتہی۔

قطع نظر اسکے ما نقدت کی روایت تو کس طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتی اسلئے
 کہ اس زمانہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح طہی ہوا تھا میرا دلگا یہ کہنا کہ حضرت
 میرے پاس سے مفقود نہ ہوے کیونکہ صحیح ہو سکتا اور نہ وہ زمانہ اونکے
 سن شعور کا تھا اسلئے کہ معراج کے سال میں اختلاف ہے مواہب اللدنیہ
 میں لکھا ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ بعثت سے دترہ سال بعد ہوا
 اور بعض پانچ سال کے بعد اور بعض ہجرت سے ایک سال ^{مشرکین} _{مشرکین}
 اگر اخیر کا قول بھی لیا جائے تو اس وقت اونکی عمر سات سال کی ہوگی
 کیونکہ روایات صحیحہ ثابت ہے کہ ہجرت کے وقت اونکی عمر آٹھ سال کی تھی
 اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں تحقیق مسائل کی طرف توجہ نہیں ہو کرتی۔ اور
 دوسرے قول پر معراج کا زمانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سال ولادت سے
 اسلئے کہ روایت بخاری جسکو مواہب میں ذکر کیا ہے ہجرت بعثت
 تیرہ سال کے بعد موسیٰ اور جب ہجرت کے وقت اونکی عمر آٹھ سال
 تھی تو پانچواں سال جو اس قول پر معراج کا زمانہ ہے اونکی ولادت کا
 زمانہ ثابت ہوگا۔ اور پہلے قول پر تو معراج اونکی ولادت باسعادت سے

تختیناً تین سال بیشتر ہو چکا تھا اور یہی قول درایتہ و روایتہ قابل وثوق معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اسلام میں جس قدر نماز کا اہتمام ہے کسی چیز کا نہیں اور جمیع روایات سے ثابت ہے کہ نماز شب معراج فرغ ہوئی اس لحاظ سے عقل گواہی دیتی ہے کہ زمانہ بعثت سے نماز کی فرض ہونے کا زمانہ بہت ہی قریب ہو گا اور اس قول کی یوری تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو فرمودہ

ہے واخرج الطبرانی عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما

اسرى بي الى السماء اذ خلعت الجنة فوقعت على سجرة من اشجار الجنة لم ارفى الجنة

احسن منها ولا ابيض وراقا ولا اطيب ثمرة فقلت ثمرة من ثمرتها فاكلتها فصا

لطفة في صلبى فلما هبطت الى الارض واقعت خديجة فحملت بفاطمه رضى الله عنها

فاذا انا اشتقت الى ریح الجنة شممت ریح فاطمہ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو مجھے جنت میں لے گئے وہاں ایک جہاز

دیکھا جس کے پتے نہایت سفید اور پھل نہایت پاکیزہ تھے اور اسے بہتر کوئی

جہاز نظر نہ آیا میں اوسکا ایک پھل لیکر گیا یا جس سے لطفہ میری پشت میں

بنا جب میں زمین پر آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصاحبت کا اتفاق

ہوا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حل قرار پایا اب جب کہی مجھے جنت کی بوسوں

شوق ہوتا ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بوسوں لیتا ہوں انتہی -

دیکھئے معراج کا بعثت سے دوسرے سال ہونا اس روایت سے بوضا

معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مواہب اللدینیہ میں علامہ قسطلانی رحم نے لکھا

کہ فاطمہ الزہراء علیہا وعلیٰ ایہما الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے

وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس سال کی تھی چونکہ عربی
 عادت ہے کہ سال پر چوبیس دن زیادہ ہوتے ہیں اکثر حذف کر دیتے ہیں اس
 اعتبار سے جائز ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں اپنی ولادت ہوئی ہو
 اور معراج اسی سال کے نصف اول میں ہوئی ہو جس سے کہ حمل درنون کے بلوغ
 ہوئی ہو جاتی ہے۔ الحاصل اس روایت کے لحاظ سے تاریخ معراج کے تین تو ہیں
 بھی قول مناسب تر ثابت ہوتا ہے ورنہ دوسرے اقوال پر بھی روایت بے ضرر
 خلاف واقع ٹھہرتی ہے۔ اب دیکھئے کہ تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی یہ
 حدیث روایت ماقدت جسدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر صحیح ثابت کرتی ہے
 اور لطف خاص یہ ہے کہ روایت تناول میوہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے
 مروی ہے اور نیز یہ بات اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا
 معراج جسمانی کے قابل نہیں اسلئے کہ عقلاً اور عادتاً محال ہے کہ کوئی چیز خواب
 کہا ہی جائے اور اس سے لطفہ بنے۔ اگر کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت
 میں وہ محال نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ اس حدیث میں
 دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضرت نے بیداری میں جنت کا پھل تناول فرمایا
 جو لطفہ بن گیا دوسرا خواب میں اوسکا تناول فرمانا مگر احتمال اول صرف
 احتمال ہی نہیں بلکہ الفاظ و عبارت اوسی پر دل میں اور قرنیہ بھی اوسکا
 شایہ ہے اور دوسرا احتمال نہ الفاظ سے پیدا ہوتا ہے نہ کوئی اور سپر لفظی
 قرنیہ ہے بلکہ صرف اس خیال سے پیدا کیا جاتا ہے کہ معراج جسمانی عادتاً جائز
 نہیں حالانکہ عقلاً اوسکا جواز اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہ سے انکار و

ثابت سے اس صورت میں وہ معنی جو عبارت النہض اور دلائل قطعہ سے ثابت ہیں جو ہر
ایک ضعیف مرد و احتمال پیدا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اب رہا یہ کہ قدرت الہی سے
خواہ میں کہا یا پہل نطفہ بن جانا سو ہمیں بھی اس قدرت میں کلام نہیں مگر جیسی
یچھ قدرت ہے ویسا ہی بیداری میں جسمانی معراج کرانا بھی قدرت الہی میں
داخل ہے یہ ایک قدرت کو مانتا اور دوسری کو نہ مانکر قرآن و احادیث اجماع
صحابہ وغیرہم کا اٹھا کر کرنا کس قسم کی بات ہے الحاصل عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس
روایت مرفوع سے بھی ما فقدت جسدہ والی حدیث موقوف غیر صحیح ثابت ہوتی ہے
اب غور کیا جائے کہ جب عائشہؓ خود بخود حدیثین روایت کر رہی ہیں کہ حضرت
رات بہر میں بیت المقدس جا کر تشریف لائے جسکو منکر بہت سے مسلمان مرتد
ہو گئے اور صدیقیت کا لقب اویسکی تصدیق سے ابو بکرؓ کو ملا اور اپنی ولادت
سے پیشتر جسمانی معراج ہوئی تو کیونکر خیال کیا جائے کہ باوجود اسکے انہوں نے
یچھ بھی کہا ہوگا کہ شب معراج حضرت کا جسم مبارک اپنے پاس سے غائب نہوایا
روحانی معراج تھی غرض ان متعدد قرآن سے یچھ ثابت ہوتا ہے کہ حسب تصریح
علامہ قسطلانی رحمہ حدیث ما فقدت جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم موضوع ہے۔
اصل نشانہ اس حدیث کے بنانے کا یچھ معلوم ہوتا ہے کہ مسروق نے عائشہؓ
سے پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا انہوں نے کہا کہ تمہارا
اس سوال سے میرے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اگر یچھ بات کوئی تم سے کہتی
سمجھو کہ وہ ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لا تدركه الابصار اس پر کہنے
خیال کیا ہوگا کہ وہ معراج جسمانی کے قائل نہیں کیونکہ یچھ بات مشہور تھی کہ روایت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج ہوئی ہے اس قرینہ سے اور کو بیحد حدیث
 بنا نے کا موقع ہاتھ آگیا جس سے ادنکا مقصود یہ تھا کہ احادیث میں تقاضا
 پیدا کر دین ان لوگوں نے بیحد نہ سمجھا کہ روایت قلبی معراج جسمانی کے منافی نہیں ہے بلکہ
 شفا فی قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ بعض اصحاب اشارات کا قول کرتے ہیں کہ
 معراج تو جسمانی تھا مگر اس لحاظ سے کہ کہیں محسوسات اور عجائب کی طرف
 دل مائل نہ ہو حضرت نے انہیں بند کر لی تھیں اور اسی حالت میں دیدار آہی ہوا۔

بحث معراج میں غور کرنے سے بیحد بات معلوم ہوتی ہے کہ اوسین کئی امور
 مقصود بالذات تھے ایک اظہار معجزہ جس سے کفار کو الزام دینا مقصود تھا
 چنانچہ اوسکا ظہور یوں ہوا کہ سب جانتے تھے کہ حضرت بیت المقدس کبھی
 نہ تھے مگر جو نشانیاں اوسکے وہ پوچھتے گئے حضرت نے پوری پوری تجاویز
 جس سے وہ قائل ہو گئے۔

دوسرا مسلمانوں کا امتحان کما قال تعالیٰ وما جعلنا الرویا الیٰ ربنا کما لا نقدر
 لہا منہا۔ چنانچہ اس واقعہ سے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔

تیسرا قدرت کی نشانیاں دکھلانا جیسا کہ ارشاد ہے لفریہ من ایتنا و قولہ تعالیٰ اللہ
 من آیات ربہ الکریمی۔ چوتھا تقرب اور دنوسے بلا کیف سے ایک خاص غریب
 طرز پر حضرت کو مشرف کرنا جیسا کہ ارشاد ہے ثم دنا فقلیٰ مکان جاب تو سین
 اودانی۔ اس واقعہ میں معجزہ کی حیثیت صرف بیت المقدس تک جا کر آنے میں
 ختم ہو جاتی ہے کیونکہ آسمانوں کے وقائع بیان کرنے سے کفار پر کوئی الزام قائم
 نہیں ہوتا۔ اس لیے جسے جن احادیث میں ذکر ہے کہ کفار کے رد برد حضرت نے

اسرا کا حال بیان کیا اور ان میں صرف بیت المقدس اور اسکے رستہ صحیح کے
 وقایع مذکور ہیں۔ اور قرآن شریف میں بھی صراحتاً اویسا ذکر ہے اگر کفار سے
 کہا جاتا کہ آسمانوں پر گئے اور انبیاء سے ملاقات کی اور جنت و دوزخ وغیرہ
 دیکھے تو کوئی حجت قائم نہ ہوتی جیسے بیت المقدس کے نشانیاں دیکھی ہوئی
 بیان کرنے میں حجت قائم ہو گئی اور انکو نامہ ہونا پڑا۔ بیت المقدس سے
 آسمانوں پر جانا گو اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے لیکن اوس میں متحدی اور کسی کو
 الزام دینا مقصود نہیں بلکہ وہ منجملہ اذن فضائل و خصوصیات کے سے
 جو حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص کی ہیں
 درحقیقت وہ ایک راز کی بات تھی جس کے سننے کے مستحق وہی ہوا خواہ
 تھے جو اپنے دلی نعمت کی ترقی مدارج اور فضائل شکر خوش ہوا کرتے تھے
 پر وہاں کی باتیں سب ایسی نہتیں کہ ہر شخص کی عقل انکو قبول کر سکے اور
 حضرت ہر شخص کی طبیعت اور حالت سے خوب واقف اور حکیم تھے
 اسلئے بمقتضائے حکمت ہر ایک کو علی قدر مراتب حقول اور اسرار کتب
 فرمایا اسوجہ سے رویت کے مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعض رویت یعنی
 کے قائل ہیں اور بہت سے رویت قلبی کے قاضی عیاض رحم نے شفایں
 ترمذی سے نقل کیا ہے وروئے عبد اللہ بن الحارث قال اجتمع عباس ۲۲
 وکعب بن جراح بن عباس ما نحن بنو ہاشم فنقول ان محمد آرای رہب فکعب کعب حتی
 جاؤتہ الجبال وقال ان اللہ قسم رویتہ وکلامہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ
 دراہ محمد بقلیہ اشقی۔

وقال ابن عباس فيما روى الحاكم والنسائي والطبرانی ان الله اخضع موسى
 بالكلام وابرهم بالجملة ومحمد صلى الله عليه وسلم بالرؤية وعن ابن عباس انه راها
 هذا كله في الشفا وشرحه للحاجي رحم ما حصل اسکا چھ ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں
 کہ لوگ کچھ بھی کہیں ہم نبی ہاشم تو بھی کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چھ حضرت کی خصوصیت تھی جو
 کسی نبی کو حاصل نہوی۔ اب دیکھئے نبی ہاشم خصوصاً ابن عباس رحم کا
 چھ کہنا کہ حضرت نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بظاہر لاندہ
 الابصار کے معارض سے پر کیا چھ ممکن ہے کہ وہ حضرت کی قربت یا محبت
 کی وجہ سے اوس نص قطعی کے مخالف چھ رائے قائم کئے ہوئے سرگزمین
 ان حضرات نے ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سنا ہوگا اگر چھ
 حسن ظن نہ کیا جائے تو بہت بڑا الزام تفسیر بالراکے کا اوسکے ذمہ عائد ہو
 اور اس حسن ظن پر چھ قرینہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اونکو دیکھا کہ علاوہ کامل الایمان ہونے کے بمقتضائے قربت اور ذرا محبت
 خصوصیات و فضائل کا ملہ اپنے سکر سب سے زیادہ خوش ہونے والے
 یہی لوگ ہیں اسلئے اونکو اس قابل سمجھا کہ اس راز پر مطلع کئے جائن اور
 حق تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں بجا و راز حضرت کی تصدیق فرمادی
 تاکہ اون راز و ایون کا ایمان اور مستحکم ہو جائے کما قال تعالیٰ والنجم اذ ہوی
 باصل صاحبکم وما غوی وما یطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی علیہ تہدیل القوی
 ذومرۃ فاستوی و ہو بالافق الاعلی ثم وناقدلی فکان قاب قوسین اوارنی

فاجی الی عبیدہ ما اوحی ما کذب القواد مارامی اقماروند علی مایزیمی اولقد راہ نزلہ اخری
 ترجمہ قسم ہے تارے کی جب گرسے بسکے نہیں تمہارے رفیق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اور بے راہ نہیں چلے اور نہیں بولتے وہ اپنی خواہش سے بچھ تو حکم ہے جو
 پہنچاتے من سکھایا او کو سخت قوتوں والے زور آور نے پیر سید یا بشیبا لکھا
 بلند پیر نزدیک ہوا اور آرا آیا پیرہ گیا فرق دو کمان کے برابر پیر جو پیغام اپنے
 بندے کی طرف بھیجا تھا پہنچا ان کے دل لئے اوس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا اب
 کیا تم جھگڑتے ہو اوس پیر جو انہوں نے دیکھا انہوں نے دیکھا ہے اوسکو ایک ستر
 دیکھئے اس آیت شریفہ میں ضما ئر وغیرہ کیسے پہلو دار میں جن سے موافق مخالف دونوں
 استدلال کر سکیں اسیوجہ سے وناقتہ دلی اور ولعت دراہ کی تفسیر میں بہت
 اختلاف ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی تفسیر کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے رب سے قریب ہوئے اور اپنے رب کو دیکھا کافی الدر المنثور للامام السیوطی
 و اشرح ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردودہ عن ابن عباس ؓ فی قولہ ثم وناقتہ دلی
 قال ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وناقتہ دلی الی ربہ عزوجل اور نیز درمنثور میں ہے
 و اخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردودہ والبیہقی فی الاسماء والصفات
 عن ابن عباس ؓ فی قول اللہ ولقد راہ نزلہ اخری قال ابن عباس ؓ قال راوی النبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل غرض کہ اختلاف آثار و احادیث سے بھی ثابت ہوتا
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امور میں ہر ایک کے فہم اور جوصلہ کے مطابق
 کلام کیا کرتے تھے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے عن ابن عباس ؓ قابل
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنا معاشرہ الانبیاء وخطب الناس علی قدر عقولہم

ذکرہ الامام السخاوی رحمہ اللہ فی المقاصد الحسنہ مع نظائره -

اسہن شک نہیں کہ تمام صحابہ کامل الایمان تھے مگر یہ بھی اسکو ماننا پڑیگا کہ جو صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت تھی وہ عموماً دوسروں
 کو نہتی اسطرح جو اہل بیت اور بنی ہاشم کو خصوصیت تھی نبی امیہ کو حاصل نہتی دیکھیے
 تقریباً تمام صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے مگر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی بات پر
 ہے کہ معراج خواب میں ہوا تھا جیسا کہ شفا میں لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے یہ بیان ہی نہیں کیا تھا ورنہ
 ممکن نہیں کہ حضرت شکر علی اور اسکے خلاف اعتقاد رکھتے غرض وہ راز چنڈے
 بنی ہاشم میں رہا پورا انہوں نے بحسب صلاحیت اپنے ہم مشربوں سے کہا
 یہاں تک کہ اشدہ شدہ خاص خاص مجلسوں میں اوسکا ذکر ہونے لگا پھر صدیق
 نہان کے ماندان رازے کرو سازند محفلها و وہ راز طشت از بام ہو گیا
 اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض علمائے تصحیح کردی کہ وہی مذہب صحیح ہے
 چنانچہ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے وقتی کشف الاسرار قال بعضهم راہ قلبیہ
 دون علیہ و ہذا خلاف السنۃ و المذہب الصحیح انہ علیہ السلام راہ قلبیہ
 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو ابن عباس
 رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا
 کما فی الشفا للقاضی عیاض رحمہ دحلی النقاش عن احمد بن حنبل انہ قال اقول بحکمۃ
 ابن عباس لعینہ راسے ربہ راہ راہ حتی القطع لفسہ یعنی نفس احمد یعنی
 امام احمد رحمہ راہی ربہ بکسر لفظ راہ کو اتنی دیر تک مکرر کرتے رہے جب تک

سائس نے یاری دی۔ یہ بات وجدان سے دریافت کرنے کے قابل ہے کہ
لفظ راہ کی تکرار کے وقت اس امام طویل القدر پر کیسی حالت وجد طاری
تھی کہ اس بخودانہ غیر معمولی حرکت صادر ہونے پر مجبور تھے یا یہ بات تھی
کہ کمال غضب سے دینگ اس لفظ کو مکرر کیا تاکہ مخالفوں پر سبیت طاری
اور کوی دم نہ مار سکے اور اوسکے پہلے عکرمہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا چنانچہ
ابن جریر نے تفسیر میں لکھا ہے اخبرنا عبد بن یحییٰ بن منصور قال سالت عکرمہ

عن قوله ما كتب الفواد مارا قال اترید ان اقول لك قد راہ ثم قد راہ ثم قد راہ
قد راہ حتی تنقطع النفس - اور تفسیر روح المعانی میں علامۃ الوسی رحمہ لکھا ہے

فقد كان (الحسن) عليه الرحمة مخلف بالله تعالى بقدر احمد صلى الله عليه وسلم رب
يعني حسن بصري ثم کہا کرتے تھے کہ حضرت نے اپنے رب کو دیکھا عاشر
رضی اللہ عنہا کا مذہب جو روایت کے باب میں بنی ہاشم کے خلاف ہے لیکن
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکو کسی مصلحت سے فرمایا ہو اور بھیجی
مکن ہے کہ فرمایا ہو مگر انہوں نے عقول کی رعایت سے بیان کیا ہو کیونکہ ایسے
امور کے بیان کرنے میں احتیاط کرنے کا حکم ہے جیسا کہ مقاصد حسنہ میں

امام سخاوی رحمہ نے لکھا ہے عن ابن عباس عن من النبي صلى الله عليه وسلم قال

لا تحذوا امتي من احاديثي الا ما يحتمل عقولهم فيكون فتنه عليهم فكان ابن عباس
يحذف اشياء من حديثه ويفشيها الى اهل العلم يعني ابن عباس عن روايت
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری حدیثوں میں سے وہی حدیثیں
میری امت سے بیان کرو جنکو اہل عقولین تحمل کر سکیں اس جو ابن عباس

بہت سی حدیثیں عام لوگوں سے جہالت اور باہل علم پر ظاہر کرتے تھے انتہی
یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اکثر اقوال تفاسیر میں باہم متعارض وارد ہیں
چنانچہ اسی مسئلہ میں دیکھئے کہ روایت قلبی کی بھی روایت اولیٰ سے وارد ہے جیسا
درمشور میں ہے وافرغ مسلم واحمد عن ابن عباس فی قوله ما کذب الفواد
ما راہی ولقد راہ نزلہ افری قال رای مخریہ بقلیہ مرتین بیان بھیہ شبہ ہوتا ہے
کہ روایت قلبی اور روایت عینی ایک نہیں تو ایک قول ضرور واقع کے خلاف
ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ روایت قلبی کی حقیقت عقول سے خارج ہے
اسلئے ممکن نہیں کہ وہ روایت ایسی ہو جیسے ہم اجسام کو دیکھتے ہیں جائز ہے
کہ وہاں روایت عینی روایت قلبی کے مقارن ہو اور دونوں صادق آجائیں
چنانچہ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے قال علیہ السلام راہت ربی یعنی قلبی
رواہ مسلم فی صحیحہ۔ اور اسی میں لکھا ہے۔

کلام سرمدی کے نقل بشنید خداوند جہاں برابرے جہت دید
دران دیدن کہ حیرت حاصلش بود دلش در چشم و چشمش در دلش بود
اور بھیجہ بھی لکھا ہے شیخ ابوالمحسین نوری راقدس سرہ از معنی ابن آبی یعنی
اقتاروند علی باہری پرسیدند جواب داد جائیکہ جبرئیل گنجیدہ نوری کہیت
کہ ازان سخن تواند گفت۔

خیمہ بردن ز روز حدود جہات پردہ اوشد تنق نور ذات
تیرگی ہستی از دودر گشت پردگی پردہ آن نور گشت
کہیت کزان پردہ نمود پردہ ساز زمزمہ گوید ازان پردہ باز

الغرض انھائے راز کے مقام میں رویت قلبی کہہ دیا تاکہ عقول متعلیٰ ہو سکیں اور وہ
 بھی خطرات واقع نہیں رویت کی تقریر ایک مناسب جملہ لکھی گئی اصل کلام اس میں
 تھا کہ عائشہ رحمہ معراج جسمانی کے منکر میں یا نہیں سوچتے ثابت ہو گیا کہ اونکو اس کا
 اقرار ہے اور جو انکار اونکی طرف منسوب کیا جاتا ہے بے اصل اور موضوع پر مبنی
 ہے۔ پھر جو مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں
 اور لکھتے ہیں کہ روایا صحیحہ صحیحہ قابل تسلیم نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الادہام ص ۳۳ میں لکھتے ہیں کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے
 ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ میں اسکا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا
 اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں اور سکو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف بزرگترین مقام ہے
 جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کشف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ و اعلیٰ

ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ سے انتہی۔
 افسوس ہے مرزا صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی کثیف
 قدر نہ کی اور اپنے جیسا کثیف سمجھا حالانکہ وہ جسم لطیف و درحقیقت نور محض تھا
 چنانچہ شفا میں قاضی عیاض رحمہ نے کعب اجبار اور سعید بن جبیر جیہما اللہ
 قول نقل کیا ہے کہ آیت شریفہ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ میں نور ثانی
 مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور اوس میں لکھا ہے کہ
 حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ حضرت کو نور اور سراج فرمایا ہے چنانچہ
 ارشاد ہے قد جاءکم من اللہ نور و کتاب و قولہ تعالیٰ یا ایہا النبی انما ارسلنا
 شاہدا و مبشر او نذیرا و اعیانا الی اللہ باذنہ و ہر جا میں آرا۔

اور اس کی تصدیق اس سے کہلے طور پر ہوتی ہے کہ حضرت دہویپ یا چاندنی بن
 نکتہ تو ایسا یہ زمین پر نہ پڑتا جیسا کہ امام سیوطی رح سے نے خصایص کبریٰ میں نقل
 کیا ہے اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرى
 له عجل فی شمس ولا عرقا ل ابن سراج من خصایصہ ان ظلمة کان لما بیع علی الارض
 وانہ کان نوراً لکان اذا اشمی فی الشمس والقمر لا ینظر لہ ظل فان بعضهم ویشہد لہ حدیث
 قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائیہ واجعلنی نوراً یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاسا
 دہویپ اور چاندنی میں نہیں پڑتا ہوا اسلئے کہ آپ نور تھے اور یہ اشارہ اس دعا کا
 بھی تھا جو حضرت کیا کرتے تھے واجعلنی نوراً۔

مہر صاحب مسئلہ معراج میں بوعلی سینا کے مقلدین کیونکہ دبستان ذہابت میں
 ادھکا قول نقل کیا ہے کہ حدیث معراج میں جبرئیل کا جو کہ ہے اس سے قوت روح
 قدسی مراد ہے اور براق سے عقل اور حضرت نے جو فرمایا ہے کہ میرے پیچھے
 ایک شخص چلا آ رہا تھا اس سے آواز دی کہ ہٹو اور جبرئیل نے کہا کہ اس سے
 بات نہ کیجئے اور چلے چلے اس سے یہ اشارہ ہے کہ قوت وہم پیچھے آ رہی تھی
 جب حضرت اعضاء و جوارح کے مطالعہ سے فارغ ہوئے اور ہنوز جو اس میں
 تا مل نہ کیا تھا کہ قوت وہم نے آواز دی کہ آگے نہ بڑھئے اسکی وجہ یہ ہے
 کہ قوت و اہم متصرف ہے اور غالب ہے ہر وقت عقل کو ترقی سے روکتی ہی ہے
 اور جو فرمایا کہ بیت المقدس پہنچے اور مؤذن نے اذان کہی اور میں آگے
 بڑھا دیکھا کہ جماعت انبیاء و اولیاء اپنے بائیں کہنری ہے یہ اشارہ اس طرف
 کہ حیوانی اور طبعی قوتوں کے مطالعہ سے جب حضرت فارغ ہوئے تو دماغ کے

قریب چھوٹے وہاں قوتِ ذاکرہ متوجہ اعلام ہوئی اور حضرت تفکر کی طرف برہے
 اور قوائے دماغی مثلاً تمیزِ حفظِ ذکر اور فکر وغیرہ داہنے بائیں موجود تین سطحیں
 آسمانی معراج کا حال بھی بیان کیا جسکا حاصل بھی ہے کہ نسبت المقدس گئے آسمانوں
 جتنی باتیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں سب کو زمین کوہ میں بیٹھے ہوئے نمناویا
 مرزا صاحب بھی کہتے ہیں صرف فرق مراقبہ اور مکاشفہ کا ہے یعنی بوعلی
 سینا اسکو مراقبہ کہتے ہیں کہ قوائے جسمانی وغیرہ میں اسوقت حضرت غور
 فرما رہے تھے اور مرزا صاحب مکاشفہ کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے ہیں
 اور آسمانوں کو کشف سے دیکھ رہے تھے۔ اہلِ رائے سمجھ سکتے ہیں کہ ان
 ان دونوں کو معراج کا انکار ہے مگر جس طرح بوعلی سینا نے تمام واقعات کو عقل
 مطابق کر دیا مرزا صاحب نکر سکے بھلا کوئی پابند عقل اسکو مان سکتا ہے لاہور
 جن پر مدارِ رویت سے وہ تو بند ہوں اور لاہور بلکہ گڑوڑوں کو جس پر کی حیرت
 ایسی دکھائی دین جیسے کوئی انہوں سے دیکھتا ہو بلکہ اس سے بھی اوجاہلی پر
 مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحبِ تجربہ
 ایک حد تک درست ہے کیونکہ عام تجربہ ہے کہ جب آدمی آنکھیں بند کر لیتا ہے
 تو اقسام کے خیالات آتے لگتے ہیں اور اپنے اختیار سے بھی ذہن سے کام
 لیتا ہے مرزا صاحب کے خیالات چونکہ حد سے بڑے ہوئے ہیں عرش کو ایک بڑا
 چمکتا ہوا تخت خیال کرتے ہوئے اور اس پر رب العالمین بیٹھا ہوا اپنے روشن
 چہرے سے پردہ اتار کر اپنے سے باتیں کرتا ہوا دیکھ لیتے ہوئے جیسا کہ
 ضرورۃ الامام ص ۳۱ میں خود تحریر فرماتے ہیں مگر اسکو کشف سمجھنا غلطی ہے

اس قسم کے مشاہدات کو عقلاً آخر تاخاستہ ذہنیہ کہتے ہیں جن کو واقع سے
 کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر مرزا صاحب دعویٰ کو یہ کہ یہ خیالات مطالبہ واقع
 ہوتے ہیں تو جب تک دلائل عقلیہ سے اسکو ثابت نہ کریں ایک خیالی بات سے
 اسکا درجہ بڑھ نہیں سکتا۔ اور اگر اہل کشف کے اقوال پیش کریں تو جس
 معرکہ میں خدا و رسول کی بات کہ وہ نہیں مانتے اہل کشف کا مجرد بیان کون
 مانے گا انکی تصدیق کا درجہ تو خدا و رسول کی تصدیق کے بعد ہے اور اگر کوئی
 ایسا ہی خوش اعتقاد شخص ہے کہ خلاف عقل بات بھی اہل کشف کی بلا دلیل
 مان لیتا ہے تو خدا و رسول کی باتیں بلا دلیل مان لینا اور سیر کیا دشوار ہے
 اب دیکھئے کہ جس طرح جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا خلاف عقل ہے کشف سے
 واقعی حالات معلوم کرنا بھی خلاف عقل ہے یہ جب اہل کشف کی بات پر سقند
 ر ثوق ہے کہ اس کے مجرد قول سے کشف مان لیا جاتا ہے تو خدا و رسول کی بات
 پر مسلمان کو اس سے زیادہ وثوق چاہئے یا نہیں۔

مرزا صاحب کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا جو دعویٰ ہے اس کا کوئی
 ثبوت نہیں کیونکہ وہ ایک معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہو سکتی
 البتہ آثار سے کسیدہ راو سکا ثبوت ہو سکتا ہے مگر جب یہاں آثار پر نظر
 ڈالتے ہیں تو بجائے ثبوت کے اسکا ابطال ہو جاتا ہے اسلئے کہ مرزا صاحب
 ہمیشہ پیش گوئیوں کیا کرتے ہیں اور ہمارے علم میں مرزا صاحب بخوبی
 یا کامن یا مال نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان پیشگوئیوں کا ہر ایک کشف پر
 دینے جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے کشف کے ذریعہ سے پیش از پیش دیکھ کر

یہ کہہ دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا مثلاً فلان شخص تین برس کی مدت میں مر گیا۔
 پیشگوئیوں کا مدار کشف پر اسوجہ سے ہے کہ بغیر کشف کے رجحاناً ایسی
 وہ علم لگا دینا ترجیح بلامرجح سے ممکن ہے کہ وہ پچاس برس کے بعد مرے، بہر حال
 مرزا صاحب کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا دعویٰ بھی ہے اس صورت میں ضرور
 کہ ہر پیشین گوئی اور نکی صحیح نکلتی جس سے کشف کی صحت ثابت ہوتی مگر ایسا
 بلکہ اور سکے خلاف ثابت ہوا دیکھئے کہ مولوی ابو الوفا شاعر و ائمہ صاحب نے
 رسالہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے جن پیشگوئیوں کو معیار
 صداقت اور مدار بطالت قرار دیا ہے وہ کل جوئی ثابت ہوئی۔ بہر حال
 مولوی صاحب اور نکا کذب ثابت کرنے تو قادیان گئے تو سجائے اسکے کہ
 مرزا صاحب خوش ہو کر اپنے کمالات ظاہر فرماتے اور ادون پیشگوئیوں کا
 وقوع ثابت کرتے لئے ناراض ہو گئے اور مناظرہ سے گریز کی۔ اس کے بعد
 مولوی صاحب موصوفت نے وہ رسالہ لکھا کہ ان پیشین گوئیوں کا عدم وقوع اور
 بطلان بدلائل ثابت کر دیا جس کا جواب نہ مرزا صاحب سے ہوا نہ اس کے خواہوں سے
 چنانچہ اسی رسالہ کے عنوان پر یہ عبارت لکھی کہ اس رسالہ میں جو کچھ
 قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کر کے اونکو محض غلط ثابت کیا ہے
 اس کے جواب کے لئے طبع اول پر مرزا صاحب کو پانسور و سیہ انعام پہنچا
 پر نبر او کیا گیا اب طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال
 تک جواب دین تو انعام مذکور اس کے پیش کش کیا جائیگا انتہی۔
 یہ بات بہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان الہامات اور پیشگوئیوں کے

انسان میں مرزا صاحب بھی کانٹے تھے اور سپر جہ انعام بھی ملتا تھا تو چاہتے
 تھا کہ سب کام چھوڑ کے ادس رسالہ کے جواب میں معروف ہو جائے اور ڈ
 رسالہ بھی کٹا چور سے سات جبر و کا بھی نہیں پہر جواب میں نہ کسی کتاب کے
 دیکھنے کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کی حاجت ہر پیشین گوئی سے مشق جواب میں
 اتنا کہنا سخی کافی ہے کہ اوسکا وقوع اس طرح ہوا اور اوسکے فلان فلان کو ا
 موجود ہیں جیسکے لئے ایک دو ورق سے زیادہ درکار نہیں لکر جواب تو جب
 لکھا جائے کہ کسی پیشین گوئی کا وقوع بھی ہوا ہو وہاں تو سرے سے وجود ہی
 نڈار و اور جو تقریریں میں طبع سازیاں کی گئی تھیں اونکی قلعی مولوی ہماجنے
 کہول دی اب اون پیشین گوئیوں کا اثبات حیران کن سے کسی قدر خارج
 دکہا ہی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری
 جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قسم کے لفظ معراج جیسے کشفون میں خود صاحب
 تجربہ میں غلط محض ہے۔

یہاں مجھ سوال وارد ہوتا ہے کہ الحکم مطبوعہ الرصفہ ۱۳۲۳ھ نمبر ۱۳ میں
 مرزا صاحب کی تقریر درج ہے کہ جیسا کہ بت پوجنا شرک ہے ویسے ہی
 جھوٹ بولنا بھی شرک ہے بت پوجنے والا اس خیال سے بت پوجتا ہے
 کہ مجھ میری مراد میں بر لانا ہے ایسا ہی جھوٹ بولنے والا بھی اسی خیال سے
 جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ سے میرا کام نکلتا ہے۔ مقدمہ جیت لیتا ہوں
 سو پار ہوتا ہے اور آفات و بلا سے بچ جاتا ہوں ان دونوں باتوں میں
 کچھ فرق ہے۔ انتہی۔

جب مرزا صاحب جھوٹ کو شرک سمجھتے ہیں تو وہ اس کے مرتکب کیونکر ہو سکتے ہیں اس کا جواب حقیقتہً نہایت دشوار ہے مگر عقلاً خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔
 مرزا صاحب جو اپنے کشف کی خبر تیرہ ہجری میں سوادہ کوئی نئی بات نہیں اس قسم کی تخمیں
 کی اور کج عادت سے چھینچہ رسالہ عقائد مرزا میں توضیح المرام وغیرہ رسائل مرزا صاحب سے
 اونکے اقوال نقل کیے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور رسول ہوں میرا منکر کا تو اور مردہ ہے
 میرے معجزات اور نشانیاں انبیاء کے معجزات سے بہتر ہیں میرے پیشگوئیوں اور
 پیشگوئیوں سے زیادہ ہیں میرے معجزات اور نشانات کے انکار سے سب ہونے
 معجزات سے انکار کرنا پڑے گا میرے منکر دن اور متر دو دن کے سچے نماز درست ہونے
 بلکہ ادنیٰ سلام کرنا چاہئے۔ اور کہتے ہیں کہ خدا بے پردہ ہو کر ادا سے نہیں لیا کرتا
 وغیرہ لگ جب مرزا صاحب کی جبلت میں تعلیم داخل میں جنکا وجود ممکن نہیں
 ہوا اور کجا یہ قول کہ معراج کے جسے کشفوں میں مولف صاحب تحریر ہے کون
 اعتبار کرے۔ البتہ اہل کشف کی تحقیق قابل تسلیم ہے جنکے کشف کو اہل کشف
 اور مصلیٰ اور اولیاء اللہ نے تسلیم کر لیا ہے۔ دیکھئے شیخ محی الدین عربی رحمہ فرما
 لکیہ کے تین موجود ہوں باب میں کہتے ہیں وقد اعطتہ المعرفة انہ لا یصح الا ان
 بالمتاسب ولا مناسبتہ من اللہ وعبدہ واذا اضعف المواضع فاما ذلک الی وجہ
 خاص یرجع الی الکون فاعطتہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذہ المعرفة الوحشہ لانفرادہ وہذا
 مما یدل ان الاسرار کان بحسبہ صلی اللہ علیہ وسلم لان الارواح لا تصف بالوحشہ
 والاسیماش فلما علم اللہ ذلک منہ وکیف لایعلمہ وہو الذی خلقہ فی نفسہ وطلب علیہ السلام
 الذنومۃ بقوۃ المقام الذی ہو فیہ فنودی بصوت یشب صوت ابی بکر رحمہ تالیسا لہ

اذا كان انيس في المعهود فمن ذلك والنس به فلهذا المعراج خطاب خاص لعطية خاصية
 هذا المعراج لا يكون الا للرسول فلو عرج عليه الولي لا عطاء هذا المعراج بخاصية ما عنده وخاصية
 ما ستمرو به الرسالة فكان الولي اذا عرج به فيه يكون له سولا وقد اجبر رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان باب الرسالة والنبوة قد اخلق فبتين ان هذا المعراج لا سبيل للولي اليه البتة انتهى -
 ما حصل اس کا مجہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج آسمانوں پر
 ہوئی اور سوقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی گئی جس سے حضرت کی
 وحشت جاتی رہی اس سے ظاہر ہے کہ معراج جسم کے ساتھ تھی کیونکہ ارواح وحشت
 ساتھ متصف نہیں ہوتیں۔ پھر اس جسمانی معراج کا خاصہ مجہد ہے کہ اس میں
 ایک خاص قسم کا خطاب ہوا کرتا ہے جو رسولوں کے ساتھ خاص ہے۔ اگر کسی
 ولی کو بھی اس قسم کی معراج ہو تو اس خاصہ کی وجہ سے لازم آسکا کہ وہ ولی
 رسول ہو جائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ رسالت
 اور نبوت کا دروازہ بند ہو گیا اس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی معراج جو رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تھی کسی ولی کو ہرگز نہیں ہو سکتی اس سے ظاہر ہے
 کہ اولیاء اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت کی معراج جسمانی تھی اور وہ حضرت کا
 خاصہ تھا کسی ولی کو وہ نصیب نہیں ہو سکتا اور جو کوئی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے وہ
 مسئلہ معراج میں مرزا صاحب کی کارسازیاں اپنے دیکھ لیں۔ اب مسئلہ قیامت
 دیکھئے کہ کسی کسی کارستانیان کر رہے ہیں۔ ازالۃ الادہام ص ۳۴ میں تحریر فرماتے
 قیامت کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا اور کو بہشت سے نہیں نکالنا
 کیونکہ مجہد تو نہیں کہ بہشت سے باہر کسی لکڑی وغیرہ کا سخت پتھا یا جا

اور خدا تعالیٰ اور سپر بیٹے گا اور کسی قدر مسافت طے کر کے اور سکے حضور میں
 حاضر ہوتا ہو گا تا چھ اعتراض لازم آئے کہ اگر بہشتی بہشت میں داخل شد بخیر
 آئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑیگا اور اس لقمہ و دوق
 جنگل میں جہان سخت رب العالمین بچھریا گیا ہے حاضر ہونا پڑیگا ایسا خیال
 سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور حق بھی ہے کہ وہ
 کے دن پر ہم ایمان لائے ہیں اور سخت رب العالمین کے قابل ہیں لیکن جسمانی طور
 ادسکا خاکہ نہیں کہتے اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اور رسول
 نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہو گا لیکن ایسے پاک طور پر کہ خدا تعالیٰ کے مقصد میں
 اور تیزہ میں کوئی تسانی نہ ہو حق چھ ہے کہ اوس دن بھی بہشتی بہشت میں ہوں
 اور دوزخی دوزخ میں لیکن رحم الہی کی سبلی راست بازوں اور ایمان داروں
 ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کرے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا
 جسمانی طور پر اونکو دکھا کر اوس نئے طور پر کے دارالسلام میں اونکو داخل کر دیں
 حاصل اسکا چھ ہو کہ نہ نفع صور ہو گا نہ مردے زندہ ہونگے نہ حساب و کتاب ہے
 نہ صحائف اعمال کی جانچ نہ پل صراط کا معرکہ درپیش ہے نہ کسی قسم کی پریشانی
 اوس روز ہوگی نہ کسی کی شفاعت کی ضرورت ہے۔ اور ہزار ہا آیات و احادیث
 و آثار میں جن چیزوں کا ذکر بڑے اہتمام سے خدا و رسول نے کیا ہے بغیر خدا تعالیٰ
 خالص ایمان اسے کہتے ہیں کہ فقط ایمان ہی ایمان ہے جو اوس آمیزش
 و اختلاط سے بھی منزہ ہے جو مومن بے گناہ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے
 ہوا کرتا ہے۔ اگر مرزا صاحب چھ فرمادیتے کہ ایسی باتیں ہماری سمجھ میں

نہیں آئیں اس وجہ سے ہم ان پر ایمان نہ لائیں گے تو مسلمانوں کو بے لکڑی ہو جاتی اور سبھی کا
 کہ فی الحقیقت قیامت کا مسئلہ ایسا علی ہے کہ ہر شخص کی سمجھ سے باہر ہے۔ نزول
 قرآن کے وقت جب عطا اوسکو تسلیم نہ کر سکے تو تیسرا سو برس کے بعد مرزا صاحب
 کا تسلیم نہ کرنا چند ان بعد نہیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایمان کا جگر انکار کرنا۔
 مرزا صاحب تخت رب العالمین پر ایمان تو لاتے ہیں مگر لکڑی وغیرہ کے تخت پر
 نہیں لاتے کیونکہ جب جنت کے باہر اوق و دوق جنگل میں وہ تخت آئیگا تو لکڑی
 وغیرہ کا ہو جائیگا جو اس قابل نہیں کہ اوس پر ایمان لایا جائے البتہ جب وہ جنت
 میں بھیگا تو ایمان لانے کے قابل ہوگا اسلئے کہ وہ نہ لکڑی کا ہوگا نہ وغیرہ کا
 یعنی کسی چیز کا ہوگا۔ اب یہ بات غور طلب ہے کہ وہ تخت کیسا ہوگا کہ تخت
 تو ہوگا مگر کسی چیز کا ہوگا۔ پھر اگر ایسا تخت ہو سکتا ہے تو جنت کے باہر
 آنے سے اوسکو کون چیز مانع ہے بہر حال مرزا صاحب کو اگر قرآن پر ایمان لانا
 منظور ہو تو جس قسم کا تخت جنت میں بیٹھ کر رہے ہیں جنت کے باہر بھی بیٹھ کر
 کر سکتے مگر اونکو تو قیامت کا انکار ہی منظور ہے اسلئے اوسکی بھیتہد کی کہ
 جب تخت رب العالمین آہی نہیں سکتا تو قیامت کے دوسرے واقعات جو
 اس روز حق تعالیٰ کے روبرو ہونگے کہاں اس وجہ سے جتنے آیات و احادیث
 قیامت کے باب میں وارد ہیں نعوذ باللہ سب خلاف واقع ہیں۔ یہاں مرزا صاحب
 کی اوس تقریر کو بھی یاد کر لیجئے کہ قرآن کا ایک لفظ کم نہیں ہو سکتا۔
 اب ہم محشر کا تہوڑا سا حال بیان کرتے ہیں تاکہ اہل ایمان کو اوسکا تذکرہ ہو جائے
 اور معلوم ہو کہ محشر کا ہر بندہ ہمارے دین میں کس قدر متم بائشان ہے۔ امام سہیلی فرم

در فتوٰی میں لکھتے ہیں اخرج احمد والترمذی وابن منذر والحاکم وصحیحہ ابن مردودہ
 عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یظہر الی یوم النقیبۃ
 کانہ رامی عین فلیقرا اذا الشمس کورت واذا السماء انقضت واذا السماء انقضت
 یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی پتا ہے کہ قیامت کا حال بہائی ہے
 مشاہدہ کرے تو سورہ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انقضت اور اذا السماء انقضت
 کو پڑھے۔ ان سورتوں میں جتنا قیامت کا بیان ہے کہ اوس روز آسمان پھٹ جائیگا
 آفتاب اور تمام تارے تیرہ و تار ہو کر گر جائیں گے سمندر خشک ہو جائیگا اور زمین
 خوب سلگانی جائیگی مردے زندہ ہونگے نادرہ اعمال ہر ایک کے اڑا کر اوس کے
 ہاتھ میں آ جائیں گے۔ چونکہ حشر زمین پر ہو گا اسلئے اوسکی دوستی اور صفائی کا یہ
 اہتمام اوس روز ہو گا کہ جتنے سمندر اور دریاؤں میں سب خشک کر کے اور
 پہاڑوں اور جہازوں کو نکال دیکر زمین کی وسعت بڑھادی جائیگی اور ایسی سطح
 بنا دی جائیگی کہ کہیں نشیب فراز باقی نہ رہے اور چونکہ تمام فرشتے بھی زمین پر اتر
 آئیں گے اسلئے وہ اور بھی کشادہ کی جائیگی جس میں تمام غلابق کی گنجائش ہو ان تمام
 امور کا ذکر بالتفصیل قرآن شریف میں موجود ہے چند آیات یہاں لکھی جاتی ہیں
 حق تعالیٰ فرماتا ہے ویسا لونک عن الجمال نقل سفیہا ربی نسفا فیذرعہا قاعا حفصفا
 لا تری فیہا عوجا ولا امتا یومئذ یقعون الداعی لا عوج لہ و خشعت الاصوات
 للرحمن فلا تسمع الا همسا ترجمہ پوچتے ہیں تم سے پہاڑوں کا حال سو کہو اور نہ کہیں پہاڑ
 اور کوئی راب اور اگر پہر کر دیکھنا زمین کو پتھر میدان نہ دیکھو گے اوس میں موڑ
 نہ ٹیلا اوس دن پیچھے دوڑینگے پکارنے والے کے پیڑھی نہیں جسکی بابت۔

اور دب گئیں آوازین رحمن کے ڈر سے۔ مگر کس کبھی آواز اس آیت میں صراحت
 مذکور ہے کہ پہاڑ زمین سے نکالے جائیں گے اور زمین مسطح بنا دی جائیگی۔ اور
 ارشاد ہے: قوله تعالى وليوم نسير الجبال وترى الارض بارزة وحشرناهم فلم نغادر

منهم احدًا وعرصوا على ربك صفا لقد سمعنا كما خلقناكم اول مرة بل نرحمتم ان لم
 نجعل لكم موعدا ترجمہ اور جس دن ہم چلا دیں گے پہاڑ اور تم دیکھو گے زمین کھل گئی
 اور جمع کرینگے ہم او کو پہرہ چھوڑیں ادن میں سے ایک کو اور سامنے لاسے جائیں گے
 تمہارے رب کے قتلار کرینگے آپہنچے تم ہمارے پاس جیسا پہنچے بنایا تھا تم کو
 پہلے بارنگہ تم کہا کرتے تھے کہ نہ پھرائیں گے ہم تمہارا کوئی وعدہ انتہی۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ اوس مسطح اور ہموار زمین پر سب لوگ اکٹھے کئے
 جائیں گے اور وہ حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونگے اور مسکین حشر کو زجر و توبیح ہوگی

وقوله تعالى واذا البحار سجرت بخارجی شریف میں ہے قال الحسن سجت ذهب ماؤها
 خلافتی قطرۃ یعنی اوس روز سمندر ایسے سوکھے جائیں گے کہ ادن میں ایک قطرہ باقی
 نہ رہے گا۔ امام سیوطی نے بدور ساخرہ فی احوال الاخرہ میں لکھا ہے عن ابن عباس

فی قوله تعالى يوم تبدل الارض غير الارض واليه قال يزداد فيها وينقص منها ويبدل
 الكاهن وجبالها ووديتها وشجرها وما فيها وتمد الاديم الحديث یعنی حق تعالیٰ
 جو فرماتا ہے يوم تبدل الارض اوسکی تفسیر میں ابن عباس فرماتے ہیں کہ زمین میں
 کمی زیادتی ہو جائیگی پہلے پہاڑ وادیاں جاڑ اور جو کچھ اوس میں ہے وہ سب
 چیزیں نکال دی جائیں گی تاکہ ایک مسطح ہو جائے پھر کینچ کر مثل اديم کے کشاؤ کی جائے گی
 پھر نچھ حق تعالیٰ فرماتا ہے واذا الارض مدت الحاصل زمین جب مسطح اور ایسی

وسیع کردی جائیگی کہ تمام جن انس و ملائکہ وغیر ہم کی اوس میں گنجائش ہو اوس وقت تمام مردوں کو حکم ہوگا کہ سب زندہ ہو کہ میدان حشر میں اکٹھے ہوں کہ قال تعالیٰ ثم نفع فیہ اخری فاذا ہم قیام بنظرون یعنی دوسرے بار صور پھونکا جائیگا جس سے سب مردے فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے و قال تعالیٰ یقولون انما لودودون فی الحافرة اذا کنا عظاما متحرة قالوا انک اذا کرة غاسرة فانما هی زجرة واحدة فاذا ہم بالساہر ترجمہ کہتے ہیں کفار کیا ہم اوشکے الٹے پاؤں یعنی زمین پر جب ہو چکیں بوسیدہ ہڈیاں یہ تو پیر آنا ٹوٹا ہے۔ پیر وہ تو ایک جہر کی ہے جس سے یکایک میدان میں آجائیں گے حاصل عیہ کہ کفار قیامت کی نسبت بہت باتیں بناتے اور استبعاد ظاہر کیا کرتے تھے کہ عیہ کیسا اور وہ کیونکر ہوگا ارشاد ہوا عیہ وہ کچھ نہیں ایک جہر کی کے ساتھ سب زمین پر آ رہیں گے۔ امام سیوطی نے باساہرہ کی تفسیر میں لکھا ہے عن الضحاک کانوا فی لیلین الارض تم صاروا علی ظہرہا یعنی سب مردے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر آجائیں گے دیکھ لیتے ان آیات سے مردوں کا قبروں سے نکلنا اور حق تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونا کس قدر ظاہر و واضع ہے۔

مذرا صاحب جو ازالہ الادبام میں بار بار لکھتے ہیں کہ یحمل النصوص علی الظواہر و ان نص کو ظاہر پر چل کرنے سے کون چیز مانع ہے۔ اگر فرماوین کہ عقل مانع ہے تو کفار بھی یہ کہہ کر پہلے طور پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تھے۔ پھر ایمان کے دعویٰ کی کیا ضرورت ہے یہ تو منافقوں کی عادت تھی کہ دل میں تو ایمان نہیں مگر کہتے ضرورت ہے کہ ہم مومن ہیں۔ اور جب عقل کو اس قدر طلبہ دیا جاتا ہے کہ خدا کا کلام سچی اور سبکے مقابلہ میں سچ تو برابرین احمدیہ میں کیوں فرمایا تھا کہ عقل منہیات کے دریافت کا آلہ نہیں بن سکتی

اور عقل خدا کی گتوں کا پیمانہ نہیں بن سکتی۔ اس سے تو ظاہر ہے کہ اس وقت صرف
 مسلمانوں کو دوزخ کا دینا منظور تھا۔ بھید تو زمین کا حال تھا اب آسمانوں کا حال سنئے
 کہ اس میں دیکھا ہو گا حق تعالیٰ فرماتا ہے اذالسماء الفطرت۔ اذالسماء نشقت
 واذالسماء کثفت۔ یوم یطوی السماء کسلی السجل للکتاب یعنی آسمان چر جائینگے
 چرائینگے اور سکا پوست کہنچا جائیگا لپیٹ دئے جائینگے جیسے طومار میں کاغذ لپیٹا
 جاتا ہے اور تاروں کی نسبت ارشاد ہے اذالشمس کورت واذالنجوم ککرت
 واذالکواکب انثرت یعنی آفتاب اور تارے تیرہ دن اور چھڑ جائینگے اس سے
 ظاہر ہے کہ آسمانی نظم و نسق درہم و برہم ہو کر وہ کارخانہ حسی طے کر دیا جائیگا اور
 کل ساکنین فلک کا جمع زمین پر ہو جائیگا کما قال تعالیٰ کلا اذ اذکت الارض دکا دکا
 وبارکب والملک صفا صفا و جئی یومئذ یجہم یومئذ یتذکر الانسان وانی
 لالذکری یقول بالینی قدمت لجموتی فیومئذ لا یعذب عذاب احد ولا یوقر وفاقہ
 احد یا ایتھا النفس المطمئنة الرجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلنی فی عبادی وادخلنی جنتی
 ترجمہ جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ اور آوے مہارار ب اور فرشتے آویں
 قطار قطار اور لامی جاے اوس دن دوزخ یاد کریگا اوس روز انسان اور کہان ہے
 اوس دن سوچنا کہیگا کاش میں کچھ آگے بھیجتا اپنی زندگی میں اور عذاب نکرے اوس
 عذاب کے مانند کوئی اور باندھ نہ کرے اور سکا سا باندھنا کوئی کہا جائیگا مسلمانوں
 کی رجو کو اے نفس مطمئنة پہر چل اپنی رب کی طرف تو اوس سے راضی اور وہ تجھ سے
 راضی داخل ہو جائیگے خاص بندوں میں اور داخل ہو جائیگی نبت میں انتہی۔
 حاصل ہے کہ تمام آسمانوں کے فرشتے زمین پر آرائینگے اور ہر آسمان کے فرشتے

ایک ایک جدا صفت باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے
 اوس وقت مسلمانوں کو جنت میں داخل ہو نیکا حکم ہوگا۔ آیہ موصوفہ میں وجاہت
 سے اگرچہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا عرش زمین کی جانب نزول فرما
 مگر چونکہ ہمارے اذہان اس قسم کے الفاظ سے اسی معنی کی طرف منتقل ہوتے
 ہیں جو ہماری بول چال میں جہانیاات سے متعلق ہیں اور حقیقت مجہی جولایت شان
 کبریائی ہے سمجھ میں نہیں آسکتی اس لئے اس مقام میں یہ تامل کی جاتی ہے کہ حق تعالیٰ
 اوس روز خاص طور پر کسی قسم کی تجلی فرما دے گا۔ اور ارشاد ہے و یحل عرش ربک فہم
 یومئذ تمانیۃ یعنی تمہارے رب کے عرش کو اوس روز آٹھ فرشتے اٹھا دیں گے

امام سیوطی نے درفشور میں لکھا ہے عن ابن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یحلہ الیوم اربعۃ و یوم القیمۃ تمانیۃ یعنی آج عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں
 اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھا دیں گے۔ اور اس وجہ سے کہ آفتاب چاند اور
 تارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے زمین پر سوائے خدا تعالیٰ کے نور کے کوئی نور نہ ہوگا
 کما قال تعالیٰ و اشرقفت الارض نور رہا یعنی روشن ہو جائیگی زمین اپنے رب کے نور سے
 اور ظاہری قربت کی یہ حالت ہوگی کہ ہر شخص کو دولت ہمکلامی نصیب ہوگی

بخاری شریف میں ہے عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من من
 احد الا سیکالہ اللہ یوم القیمۃ لیس منہ و منہ ترجان الحدیث یعنی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ
 حق تعالیٰ ایسے طور پر کلام کرے گا کہ کوئی ترجان درمیان میں نہ ہوگا۔ علامہ زمخشری نے
 کشف میں لکھا ہے کہ محدث کار فور جو پچاس ہزار سال کا ہوگا اوس میں پچاس
 موطن مقامات ہوں گے ایک ایک مقام میں ہزار ہزار سال لوگ ٹہرے رہیں گے۔

ہر مقام کے حالات و لوازم جدا گانہ ہیں جو آیات و احادیث سے ثابت ہیں
 اگر وہ تمام ایک جگہ جمع کئے جائیں تو ایک بڑی کتاب ہو جائے چنانچہ امام طوسیؒ
 نے بدور السافره فی احوال الاخرہ میں بھی کام کیا ہے اور اس باب میں اور بھی
 کتابیں موجود ہیں طالبین حق کو ضرور ہے کہ ان کتابوں کو جوہب گئی ہیں
 دیکھ کر اپنے اسلامی عقاید کو مستحکم کر لیں کیونکہ علمائے اپنی عمر غزنیہ کا ایک بیش بہا
 حصہ صرف کر کے مختلف مقامات کے آیات و احادیث کو جمع کر نیکی محنت اور
 تحقیق کی مشقت جو گوارا کی ہے اس سے صرف ہماری خیر خواہی مقصود تھی اگر
 ہم اپنا تہوڑا سا وقت وہ بھی اپنے ہی نفع کے لئے صرف کر کے اسکو دیکھیں
 بھی نہیں تو کمال درجہ کی بے قدری ہے۔ غرض آیات و احادیث تو اس باب میں
 بہت ہیں مگر تہوڑے سے یہاں بقدر ضرورت لکھی جاتی ہیں۔ بخاری شریف

میں ہے عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم یقوم الناس لرب العالمین
 قال یقوم احدہم فی رشحہ الی النصف اذنیہ لیکن لوکل جو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑے
 ہونگے ان میں بعضوں کا یہ حال ہو گا کہ آدھے آدھے کانوں تک پسینہ
 اویسے ہوئے ہونگے اور پھر روایت بھی بخاری شریف میں ہے عن ابی ہریرہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یمرق الناس یوم الیقئمۃ حتی ینذہب عرقہم
 الی الارض سبعین ذراعاً و یلمحہم حتی ینزلوا انہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ لوگوں کا پسینہ قیامت کے روز اس قدر ہو گا کہ ستر یا تھہ زمین کے
 اندر اتر جائیگا اور پسینہ کی وجہ اس حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے جسکو
 امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تذوالتسبیح یوم القیامۃ علی قدر میل و نیردانی خرابا کذا و کذا یعنی منہ الہوام کما نقلی القدر علی

الاشانی فی یعرقون منہا علی قدر خطایا ہم و منہم من سیلغ الی کعبیہ و منہم من سیلغ الی ساقیہ

و منہم من سیلغ الی وسطہ و منہم من یلمحہ العرق ایضے قیامت کے روز آفتاب زمین سے

ایک میل کے فاصلہ پر آجائیگا اور اوسکی گرمی اس قدر بڑھ جائیگی کہ حشرات الارض

ایسے جوش کہائیں گے جیسے دیگ جو پہلے پر جوش کہاتی ہے لوگوں پر اوسکا اثر بقدر

گناہ ہوگا بعضوں کو یہ نہ ٹھنوں تک پہنچائیگا اور بعضوں کو کمر اور بعضوں کو منہ تک

پہنچائیگا۔ جنکو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہیں اس قسم کی باتوں پر وہ ایمان نہیں لاسکتے

اور وجہ اوسکی سولے شقاوت کے اور کوی نہیں ورنہ پھیرا مشاہد ہے کہ

سخت دھوپ میں گرم مزاج لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور جنکی طبیعت پر سردت غالب

ہوتی ہے وہ اوس سے ارتفاع اور لذت اٹھاتے ہیں اگرچہ ظاہری اسباب اسکے

حرارت و برودت مزاج ہیں مگر آخری مدار و نکاح تخلیق خالق ہی پر ہوگا۔ بہر

اگر خالق اوس روز بحسب اعمال سپینہ کی تخلیق مختلف طور پر کرے تو عقل کو اوس میں

اوس روز کی حالت کو حق تعالیٰ چند مختصر مگر نہایت پر اثر الفاظ میں بیان فرماتا ہے

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ و ابیہ وصاحبہ و بنیہ لکل امرئ منہم یومئذ شان بغینہ

ترجمہ جس دن بہاگے مرد اپنے بہائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی زوجہ سے

اور اپنے بیٹوں سے ہر شخص کو اوس روز ایک فکر لگاہے جو اوسکو بس ہے۔

بہ صاحب عقل سلیم اور نخیل صحیح غور کر سکتا ہے کہ اوس روز کیسی حالت ہوگی جبکہ

یہ آثار ہونگے۔ بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں پھر روایت ہے عن ابی ہریرہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اناسید الناس یوم القیامۃ و ہل یدر و ن محمد و ملک

يسبحون الله الاولين والاخرين في صعيد واحد يسبحونهم الداعي ويتقدمهم البصر وقد نوا الشمس
 من يبلغ الناس من الغم والكره بالاطيقتون ولا يجتمون فيقول بعض الناس لا ترون ان يظلم
 الا تنظرون من يشفع لكم الى ربكم فيقول بعض الناس لبعض ايها آدم فيا تون آدم فيقولون
 يا آدم انت ابونا انت ابو البشر خلقك الله بیده ونفخ فيك من روحه وامر الملكة فسيديك
 اشفع لنا الى ربك الاتري ما نحن فيه الاتري الى ما قد بلغنا فيقول لهم آدم ان ربي قد
 غضب لم يغضب قبلي مثله ولن يغضب بعدي مثله وانه نباني عن الشجرة فعصيته نفسي
 نفسي اذ هو الى غيري اذ هو الى نوح فيا تون نوحا فيقولون يا نوح انت اول الرسل
 الى اهل الارض وسماك الله عبدا اشكر رآ اشفع لنا الى ربك الاتري ما نحن فيه الاتري -
 ما قد بلغنا فيقول لهم نوح ان ربي قد غضب اليوم غضبا لم يغضب قبلي مثله ولن يغضب
 بعدي مثله وانه قد كانت لي دعوة ودعوت بها على قومي نفسي نفسي اذ هو الى غيري اذ هو
 الى ابراهيم فيا تون ابراهيم فيقولون يا ابراهيم انت نبى الله وخليل الله من اهل الارض
 اشفع لنا الى ربك الاتري ما نحن فيه الاتري ما قد بلغنا فيقول لهم ابراهيم ان ربي تعالى
 قد غضب اليوم غضبا لم يغضب قبلي مثله ولن يغضب بعدي مثله واني قد كنت كذبت
 قلت كذبات نفسي نفسي اذ هو الى غيري اذ هو الى موسى فيا تون موسى فيقولون
 يا موسى انت رسول الله فضلك الله برسالاته وبكليمته على الناس اشفع لنا الى ربك
 الاتري الى ما نحن فيه الاتري الى ما قد بلغنا فيقول لهم موسى ان ربي قد غضب اليوم
 غضبا لم يغضب قبلي مثله ولن يغضب بعدي مثله فاني قد قلت نفسا لم امر بتكلمها
 نفسي نفسي اذ هو الى غيري اذ هو الى عيسى فيا تون عيسى فيقولون يا عيسى
 انت رسول الله وكلمة القاها الى مريم وروح منه وكلمت الناس في المهد اشفع لنا الى

ربک الاتری ما نحن فیہ الاتری ما قد بلغنا فیقول لہم عسی ان ربی قد غضب الیوم
 غضبا لم یغضب قبلا مثله ولن یغضب بعدہ مثله نفسی نفسی نفسی ازہوا الی غیرہ
 اذہوا الی محمد فیا تون محمد انقیولون یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء وخیر المرسلین
 ما تقدم من ذنبک وما تاخر اشفع لنا الی ربک الاتری ما نحن فیہ الاتری الی ما قد بلغنا
 فالنطق فاتی تحت العرش فاقع ساجد الربی ثم لفتح اللہ علی ویلہ منی من محامدہ
 وحسن الشاء علیہ شیئا لم یفتح لاحد قبلہ ثم یقال یا محمد ارفع راسک سل تقطع واشفع
 لتشفع فارفع راسی فاقول یا رب امتی امتی فیقال یا محمد ادخل الجنة من امتک من الخاء
 علیہ من الباب الاعمین من ابواب الجنة وہم شرکاء الناس فیما سوی ذلک من الابواب
 والذی نفسی بیدہ ان باین المصراعین من مصاربع الجنة لکما بین مکة وہجر او کما بین
 مکة وبعصری کذا فی کثر العمال یعنی بخاری مسلم وغیرہ میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی
 کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز زمین تمام آدمیوں کا
 سردار ہو گا جانتے ہو او سکی کیا وجہ ہے۔ خدا سقالی تمام اولین و آخرین کو ایک
 ایسی زمین میں جمع کریگا کہ پکارنے والے کی آواز سب سن لیں اور دیکھنے والے
 سب کو دیکھ لے اور آفتاب نہایت نزدیک آجائیگا جس سے لوگوں کو اس قدر
 غم اور سختی ہوگی کہ برداشت کی طاقت نہ رہیگی اوس وقت لوگ آپس میں ایک
 دوسرے سے کہینگے کیا دیکھتے نہیں کسی حالت گذر رہی ہے کسی ایسے شخص کی
 تلاش کرنیکی ضرورت ہے کہ خدا سقالی سے بخاری شفاعت کرے اور اس سے
 ہمیں نجات دے آخر یہہہ رائے قرار پائی کہ آدم علیہ السلام کے پاس جائین چنانچہ
 اوسکے پاس جا کر کہینگے حضرت آپ ہاوسے اور تمام بشر کے باپ ہو حق تعالی نے

آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا کہ آپ کو
 سجدہ کریں۔ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کس حالت میں
 ہم لوگ مبتلا ہیں۔ آدم علیہ السلام کہنے لگے کہ آج خدا تعالیٰ ایسا غضب ناک ہے
 کہ ویسا نہ کہی پیشتر ہوا تھا نہ آئندہ کہی ہو گا جھکوا دس چھاڑ کے پاس جانے سے
 منع فرمایا تھا مگر مجھ سے نافرمانی ہو گئی آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم لوگ
 اور کسی کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب نوح علیہ السلام کے
 پاس جائینگے اور کہینگے کہ آپ پہلے رسول میں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے
 آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے عبد شکور رکھا اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں
 کہ ہم کس حالت میں مبتلا ہیں نوح علیہ السلام کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ آج ایسا غضب ناک ہے
 کہ نہ کہی ہوا تھا نہ کہی ہو گا میرے لئے ایک دعا مقرر تھی جو رو نہ ہو سو وہ دعائیں
 اپنی قوم کے ہلاک کرنے کی آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم اور کہیں جاؤ
 اگر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس
 حاضر ہوئے اور عرض کرینگے کہ حضرت آپ نبی اللہ اور خلیل اللہ میں اپنے رب سے
 ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کیسی حالت میں مبتلا ہیں وہ بھی
 فرمادینگے کہ جیسے آج حق تعالیٰ غضب کی حالت میں ہے نہ ویسا کہی ہوا اور
 نہ آئندہ ہو گا میں نے تین جھوٹ کے تھے اسلئے مجھے آج اپنے ہی نفس کی
 فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ اگر موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب موسیٰ
 علیہ السلام کے پاس جا کر کہینگے اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہو اور اللہ تعالیٰ
 آپ کو اپنی رسالتوں اور کلام سے سب پر بزرگی دی کیا ہماری حالت آپ نہیں دیکھتے

رحم کیجئے اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے وہ بھی فرما دینگے کہ خدا تعالیٰ
 جیسے آج غضبناک ہے نہ کہہ ہی ہوا نہ ہوگا میں نے ایک شخص کو بغیر حکم کے مار ڈالا تھا
 مجھے آج اپنے ہی نفس کی ٹہری ہے تم اور کہیں جاؤ اگر عیسیٰ کے پاس جاؤ تو اچھا ہے
 وہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر کہینگے حضرت آپ اللہ کے رسول اور اس کے
 کلمہ ہو جو پریم کی طرف ڈالنا تھا اور روح اللہ ہو گوارہ میں آپ نے لوگوں سے
 باتیں کی تھیں ہماری حالت پر رحم کر کے اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے
 وہ بھی یہی کہینگے کہ جیسے آج حق تعالیٰ غضب کی حالت میں ہے نہ ویسا کہہ ہی ہوا
 نہ ہوگا آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم اور کہیں جاؤ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض
 کریں گے کہ حضرت آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء میں اور خدا تعالیٰ نے اگلے پھیلے
 کناہ آپ کے سب معاف کر دئے دیکھئے کہ ہم کس حالت میں مبتلا ہیں ہماری شفاعت
 اپنے رب سے کیجئے اوس وقت میں عرش کے نیچے جا کر سجدہ میں کرونگا اور جہاں
 وٹنا سے آہی کے وہ الہامی مضامین میرے دل پر منکشف ہونگے جو کسی پر کہی ہو
 نتیجہ حکم ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ جو تم چاہو گے وہ دیا جائیگا اور
 شفاعت کرو گے تو قبول کی جائیگی اوس وقت میں سر اٹھاؤ بنگا اور عرض کرونگا
 اے رب امتی یعنی میری امت کو نجات دے ارشاد ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنی امت سے اون لوگوں کو جن پر حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے سیدھی
 جانب کے دروازے سے جنت میں داخل کر دو اور اوس کے سوا دوسرے دروازوں
 سے بھی وہ جا سکتے ہیں قسم ہے خدا تعالیٰ کی جنت کے دروازوں کی مسافت ایک پل

سے دوسرے پٹ لگاتی ہے جتنی مکر سے بچ کر کیا کرے یا مکر سے بصری کی ہے انتہی۔
 صحیح حدیث بخاری و مسلم و بخاری میں مذکور ہے جسکی صحت میں کوئی کلام نہیں اور سے
 ثابت ہے کہ قیامت کے روز تمام ایمان سے اور اللہ ہم اپنی اپنی نذر شیعین یا مکر کے
 مخالفین و سرمان پریشانی کے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کو ان کے بچنے کے
 معائنہ کر کے سب سے فکر کر دیا اور اب وہ آخرت میں صلی اللہ علیہ وسلم کے درج میں ہیں
 لیکن فی الواقع ایسا الہام کر کے خدا تعالیٰ اور ان کو تمام ایمان سے انفسل کر دیا ہوگا
 میری دانست میں کوئی مسلمان اسکا قائل نہیں ہوگا کہ وہ تمام انبیاء سے افضل اور بارگاہ
 کبریائی میں سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایسے الہاموں میں اکثر شیطان
 دہوکا دیکر یا کرتا ہے اور آدمی کو اپنی فضیلت کی خوشی میں کچھ نہیں سوچتا اور سمجھ
 جاتا ہے کہ سچ صحیح خدا ہی کی طرف سے وہ الہام ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ
 کسی زاہد پر شیطان نے وحی کی (بصداق یوحی لبعضهم الی بعض زرفن القول غرورا)
 کہ میں جبریل ہوں اور آپ کے لئے براق لے آیا ہوں ^{حکایت} آج آپ کی معراج ہے مگر انہوں
 کو پہلے پٹی باندھ لیجئے چنانچہ انہوں نے اس خوشی میں کہ آج اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہم مرتبہ ہوتے ہیں آنکھوں کو پٹی باندھ خدا کا شکر کرتے ہوئے براق پر سوار ہو
 جو دراصل گدھا تھا شیطان نے رسوائی کی غرض سے تمام شہر میں اونکی تشہیر کر کے
 کسی ویرانہ میں لیجا کر چھوڑ دیا۔ الغرض شیطان آدمی کا سخت دشمن ہے اقسام کی تدبیریں
 کر کے رسوا بلکہ خسر الدنیا والاخرہ بنا دیتا ہے۔

صحیح حدیث عارضی تھی اصل کلام روز قیامت کے احوال میں تھا بخاری شریف میں ہے

عن ابن عباس قال خطب البنی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم محشورون الی اللہ عزوجل

عزاة عن لاجمہ بانا اول خلق تعیدہ وعدا علینا انما کنا فاعلمین ثم اول من مکسبہ لوالقہم

ابراہیمؑ اذ یجاد برجال من امتی فبیتہم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال لا تدری ما
 احدثوا بعدک بخاری صفحہ ۹۹۳ یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خطبہ میں فرمایا کہ تم لوگوں کا حشر اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسے طور پر ہوگا کہ سب
 برہنہ اور بے تختہ ہونگے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کما بدانا اول خلق الایہ یعنی
 جیسے اول خلقت میں ہم نے انکو پیدا کیا تھا اوسے طرح انکو دوبار پیدا کریں گے یہ
 وعدہ ہمارے ذمہ ہے جبکو ہم پورا کرنے والے ہیں۔ پھر قیامت کے روز پہلے
 ابراہیم علیہ السلام لباس پہنائے جائیں گے۔ میری امت سے چند شخصوں کو بائیں
 طرف یعنی دوزخ کی جانب لے جائیں گے میں کہوں گا کہ بھ تو میرے اصحاب یعنی امتی
 میں کہا جائیگا کہ اچھو معلوم نہیں انہوں نے ایک بعد کسی کسی نئی باتیں نکالی تھیں انتہی۔
 اور بخاری شریف میں ہے عن انس ان رجلا قال یا نبی اللہ یحشر الکافر علی وجہ یوم القیامت

قال المسی الذی امشاہ علی الرجلین فی الدنیا قادراً علی ان یشیہ علی وجہ یوم القیامت
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے پوچھا کیا کافر حشر میں منہ کے بل چلیگا فرمایا جس نے
 دنیا میں اوسکو پاؤں پر چلایا تھا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت میں اوسکو منہ چلایا
 ان احادیث اور آیت موصوفہ سے ظاہر ہے کہ قیامت میں پورا جسمانی کارخانہ قائم
 ہو جائیگا کیونکہ قبروں سے بے تختہ اور برہنہ اٹھنا اور منہ کے بل چلنا اور پسینہ
 جاری ہونا وغیرہ امور اوسپر دلیل قطعی ہیں اب اگر مرزا صاحب کو خدا اور رسول
 کی بات ماننے میں یہودیت کا خوف ہے تو وہ یہودیت سے بھی بدتر ہے اسلئے
 کل کفار کا یہی طریقہ رہا کہ خدا اور رسول کی بات پر کوئی نہ کوئی الزام قائم کر دیا کرتے تھے

اسکے بعد اعمال نامے ہر طرف سے اُڑ جائیگی اور ہر ایک کے ہاتھ میں آجائے
 چنانچہ جن تعالیٰ فرماتا ہے وَاذِ الصُّحُفِ تُنشَرُ وَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ يُوسُفُ نَقُصُّ عَلَيْكَ
 مَا اسْتَفْتَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةً مَا مِنْ آيَةٍ كُنَّا بِهَا بِمِثْقَلٍ نَبِيٍّ لَّا يَكْفُرُ بِالْحَقِّ الْيَقِينِ
 اِنِّي طَارِقٌ حَسَابِيَّةٌ نَهَوْنِي عَيْشِيَّةٌ رَاضِيَّةٌ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قَطُوعًا فَمَا دَانِيَهُ كَلَاوَاثِ شَرِيًّا
 بِمِثْقَلِهَا اسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ وَا مَا مِنْ آيَةٍ كُنَّا بِهَا بِمِثْقَلِهَا يَأْتِيَنِي
 لَمْ آوْتِ كِتَابِيَةً وَلَمْ آوْرَا حَسَابِيَّةً يَأْتِيَنِيهَا كَانَتْ الْقَاضِيَّةُ مَا اغْنَىٰ عَنِّي مَا لِيَّةٌ
 ہا ایک معنی سلطانہ عذروہ فخلوہ ثم الحجم صلوة ثم في سلسلہ ذرعبا سبعون فراما
 فاسلمکوبہ ترجمہ اوس من سامنے جاؤ گے چہپ کر بیگا چہنہ والا سو جسکو ملا
 نامہ اعمال سید ہے ہاتھ میں کہیگا لیجو پڑ ہو میرا نامہ مجھے اعتقاد تھا کہ مجھکو
 ملتا ہے میرا حساب سودہ پسندیدہ عیش میں بیگا جنت میں جسکے میوے چمک
 رہے ہیں کہاؤ خوشگو ار جو آگے بھیجا تمہے پہلے دنوں میں اور جسکو ملا اعمال نامہ
 بائیں ہاتھ میں کہیگا کاش مجھکو نہ ملتا میرا لکھا اور مجھکو خبر نہوتی کہ کیا حساب
 ہے میرا سے کاش موت ہی میرا کام آخر کر دیتی۔ کچھ کام نہ آیا مجھکو میرا مال
 زائل ہو گئی جیسے حکومت کہا جائیگا کہ اسکو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے
 ڈھیر میں اسکو بٹھاؤ پھر ایک زنجیر میں جسکا ناپ ستر گز ہے اسکو جکڑو انتہی
 اور حدیث ہے جسکو احمد بن عبد بن حمید اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم
 اور ابن مردودہ نے روایت کی ہے عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 یعرض الناس نلث عرضات فاما عرضتان فجدال و معاذیر واما الثالثہ فممنه
 ذلک تطایر الصحف فی الایدی فاخذ بجمعینہ و اخذ بشمالہ کذا فی الدر المنثور

للامام سیوطی رحمہ اللہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال تو ہیں، پتہ ہے کسے جانے لگے
 دو بار تو جھگڑے اور قدر خواہ میان رسنگی تریسے بار اعمال نامے آڑا کر کرنا آدن
 آجائینگے کیسے دابنہ ہاتھ میں اور کیسے بائین ہاتھ میں اتھی۔

اور اعمال کے تلنے کا بھی ایک بڑا معرکہ ہے جو تکافو نامہ ہے انور بن یوسف
 و قوله تعالى فمن نعت موازينه فاو لنگ هم المظلمون من نعمت موازينه فاو لنگ

الذين خسروا انفسهم في جهنم خالدون ترجمہ ہے کہ یہ ساری ہوئیں تو ہیں وہی ستمگار ہو گئے
 اور جنگی ملکی ہوئیں تو آئیں وہی آبن جو ہاریشے میں جان دو رخ میں رہینگے اور آشا

ہے قوله تعالى و نضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا وان كان
 مثقال حبة من خردل تينا بها وكفي بنا حاسبين ترجمہ اور کر کیسے ہم ترازو
 انسان کی قیامت کے دن ہر ظلم ہو گا کسی شخص پر ایک ذرہ اور اگر ہو گا برابر
 راسی کے دانہ کے وہ ہی ہم لے آوینگے اور ہم بس میں حساب کرنے والے آتھی۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے حتی اذا ما جاؤا بشہد علیکم سمعتم والابصار ہم و جلو و ہم

بما كانوا يعملون و قوله تعالى اليوم نحتم علی انواہم و کلنا ایدیم و تشہد ارجلهم

بما كانوا یسبون یعنی انکے منہ پر اوس رو نو مہر کر دی جائیگی اور ہاتھ پاؤں

وغیرہ اعضا سے گواہی طلب کی جائیگی اور ہر عضو جو کچھ دنیا میں کام کیا تھا پورا

پورا کہہ دیا اور ارشاد ہے وان منکم الا وادوا کان علی ربک حکما مفضیا ترجمہ

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچیکا و درخ پر ہو چکا تمہارے رب پر ضرور تقرر آتی

اور امام سیوطی رح نے در فتور میں نقل کی ہے عن ابن مسعود فی قوله وان منکم
 الا وادوا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد الناس کلہم النار یصدرون عنہا

یا تھا لہم فا ولعصم کلہ برق ثم کالین ثم الفرس ثم کالراکب فی رحلہ ثم کشف الرجل ثم کشیہ
یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کل آدمی دوزخ پر آئے گا اور بقدر اعمال
اور پستے گذرے ہیں بعض برق کی طرح بعض ہو اکی بعض گھوڑے کی دوڑ کی اور بعض
اونٹ کے اور بعض آدمی کے دوڑنے اور چلنے کی طرح انتہی ہے۔

اور بخاری شریف میں یہ روایت ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ليقول اللہ يوم القيمة يا آدم اقول لبیک ربنا وسعدیک
فینادی بصوت ان اللہ یا صرک ان یتخرج من ذریئک بغنا الی النار قال یا رب
وما بعث النار قال من کل الف اراہ قال تسع مائۃ وتسعة وتسعين صحیح ۶۹۳
یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز فرما دیگا یا آدم
وہ جو اب میں عرض کریں گے لبیک ربنا وسعدیک پھر بنا ہوگی بلند آواز سے
کہ اللہ تعالیٰ تمکو حکم فرماتا ہے کہ اپنی اولاد سے دوزخ کا لشکر جدا کرو عرض کریں گے
کس قدر ارشاد ہو گا کہ ہزار سے ایک کم ہزار انتہی۔

پہرہ مصیبت کا روز معمولی بھی ہو گا کہ چار پہر کسی طرح گذر جائیں بلکہ اب تک
تخلیق سے قیامت تک جتنی عمر اس عالم دنیوی کی ہے وہ ایک روز درازی میں
گویا اوس تمام کے برابر اور ہم پہلو ہو گا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پچاس
ہزار برس کا دن ہو گا کما قال تعالیٰ اسال سائل بعد اب واقع للکافرین لیس لم
واقع من اللہ ذی المعارج تعرج الملكة والروح الی فی یوم کان مقداره خمسين
الف سنة فاصبر صبرا جمیلا ترجمہ درخواست کرتا ہے درخواست کرنے والا
اوس عذاب کی جو واقع ہونے والا ہے کافروں کے واسطے اللہ کی طرف سے جو

مردوں کے لئے ہے۔ چڑھنے اور اسکی طرف فرشتے اور روح اس انسانی بندے پر چڑھتا ہے
 ہزار برس کی ہے سو صبر کرنا چاہیے۔

یہ بتاتے فرشتے دنیا میں مختلف کاموں پر مامور ہیں اور تمام آسمانوں پر چڑھ جائیں
 انھیں کھینچ کر آسمان پر لے جاتا ہے اور اس میں اس قسم کے مصائب کا
 پیش آنا قرآن شریف کی بیسیوں آیات اور صدہا احادیث سے ثابت ہے جسکو
 ذرا بھی ایمان ہو اور اس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا اور پر بھی جن لوگوں کو شک ہو

حق تعالیٰ اور کو عقلی طریقہ سے سمجھا تا ہے کما قال تعالیٰ یا ایہا الناس ان کنتم فی

من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقہ ثم من مضغہ مخلقتہ

و غیر مخلقتہ لبین لکم ونقر فی الارحام بانشار الی اجل سمس ثم نخرجکم طفلاً ثم

لنبلغوا اشکم ومنکم من یوفی ومنکم من یرد الی ارض العرک لعلکم یعلمون لعلکم

وترمی الارض بامدہ فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وابتلت من

کل ثمر ورج یبع ذلک بان اللہ مو الحق وایہیحی الموتی واند علی کل شیء قدیر وان

الساعۃ آیتہ لاریب فیہا وان اللہ یعبث من فی القبور ومن الناس من کان

فی اللہ بغیر علم ولا ہدی ولا کتاب منیر ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ فی الدنیا

خری وذلک یوم الیقینہ عذاب المخرج ترجمہ ہے لوگو اگر تمکو شک ہے بھی

اٹھنے میں تو (دیکھو) کہ ہم نے تمکو بنایا مٹی سے پہر لطفہ سے پہر خون سے پہر

مضغہ گوشت سے صورت بنی ہوئی اور نہ بنی ہوئی یہ اسواسے کہ تمکو ظاہر طور پر

معلوم کرادیں۔ اور تمہارا کہتے ہیں تم رحم میں جو کچھ چاہتے ہیں ایک میعاد تمہارے

ہر ایک پر تمکو نکالتے ہیں لڑکا پہر جب تک پہنچو اپنی جوانی کے زور کو۔ اور

تم میں سے مر جاتے ہیں اور بعضے پہرے جاتے ہیں اور فل عمر تک تا سچے کے
 پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگیں۔ اور تم دیکھتے ہو زمین خشک پر جہاں ٹھنڈے اوتارا
 اوسپر پانی تازی ہوی اور اوس پر اور اگائیں ہر قسم کی رونق کی چیزیں بھی
 اس واسطے کہ اللہ ہی ہے حق اور وہ جلاتا ہے مردے اور وہ ہر چیز پر قادر
 ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اوس میں کچھ شک نہیں۔ اور یہ کہ اللہ
 اہل دیکھتا قبر میں پڑے ہوں کو۔ اور بعض لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے
 پانہ میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے اپنی گردن
 موڑ کر کہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے اور کو دنیا میں رسوائی ہے اور چکھادینگے
 ہم اور کو قیامت کے دن جلن کی عذاب انتہی۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ اون لوگوں کو جو قیامت کے قائل نہیں کئی
 مثالوں سے سمجھاتا ہے کہ تم اپنی صحت پیدایش کو دیکھو لو کہ کس قدر عقل کے مظاہر
 ہے مٹی سے نباتات اور اونسے لطفہ اور اوس سے علقہ اور اوس سے مضاف
 اور اوس سے آدمی بنتا ہے پہر تم پر کیسے کیسے انقلابات آتے ہیں کہہیں لڑکے
 کہہیں جوان کہہیں بعد کمال عقل کے بے وقوف محض۔ اور زمین صحت کو دیکھو لو کہ
 خشک ہونے کے بعد ہمارے حکم سے کیسی لہلہا نے لگتی ہے اس سے سمجھ سکتے
 کہ خدا تعالیٰ ہر ہمیشہ اس عالم میں انقلابات پیدا کیا کرتا ہے اوس انقلاب
 اخروی پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں قائم کر دے۔
 اسپر یہی جو نہ مانے وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا
 کیا جائیگا۔ اب مجھ دیکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الناس انکم فی رب

من البعث سو مرزا صاحب کا شبہ اور میں میں داخل ہے یا نہیں۔ انہوں نے تحریر
سابق میں اپنا اعتقاد بیان کر دیا ہے کہ عمر نے کے بعد ایک حالت مستقر ہو گئی
اور کوی زندہ ہو کر زمین پر نہ آئیگا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس شبہات
کے رفع کے لئے بچھ آیت نازل ہوئی اور میں مرزا صاحب کا شبہ اور اعتقاد
بھی داخل ہے۔ اب مرزا صاحب کو خدا کا شکر یہ بجالانا چاہئے کہ کس طرح مشائخ
و سے و سے کس حق تعالیٰ نے موت کے بعد زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا۔
اگر سوویت کا خیال مانع ہے تو اسکی طرف کچھ توجہ کرنیکی ضرورت نہیں ہے
کہ شیطان ایسے ہی قیاس کر کے آدم علیہ السلام کے سجدہ سے رکھتا۔

خدا تعالیٰ کے ارشاد کے بعد مسلمانوں کو چون چرائی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
اب اہل الضاف خود ہی غمخوار کریں کہ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ قیامت
کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا اور کو بہشت سے نہیں نکالتا معاد
جسمانی کا الخار ہے یا نہیں اور بچھ عقیدہ قرآن و حدیث کے مخالف ہے یا
نہیں اور اس مخالفت سے آدمی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے یا نہیں۔ خدا تعالیٰ
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صاف فرما رہے ہیں کہ حشر زمین پر ہوگا اور
اس تصریح کے ساتھ ارشاد ہے کہ اوس دن زمین جھاڑ پہاڑ وغیرہ سے حنالی
کر دی جائیگی اور دریا میں خشک ہو جائیگی وغیرہ وغیرہ۔

مگر مرزا صاحب ایک نہیں مانتے۔ قرآن و حدیث سے مردوں کا قبروں سے نکل کر
اپنے رب کی طرف جانا ثابت ہے تو خدا تعالیٰ و نفع فی الصور فاذا ہم من الاجداث
الیٰ اہم نیسلون یعنی صور پہونکے جانے کے ساتھ ہی سب آدمی قبروں سے نکل کر

اپنے رب کی طرف دوڑینگے۔ اور نیز میدانِ حشر میں کہڑے ہونا اور پسینہ کی
 وہ حالت اور اونکا تختہ نہ کئے ہوئے ایسی حالت پر ہونا جیسے دنیا میں پیدا
 ہوئے تھے ثابت ہے جو صاف طور سے معاد جسمانی پر گواہی دے رہا ہے
 مگر مرزا صاحب اوسکی تصدیق نہیں کرتے۔ اور معرکہ حساب و میزانِ اعلیٰ صراط
 ایزدیشیہ اور الواعظ کی پریشانی اور بکرات و مرآت نفسی نفسی کہنا دلیل
 میں بہت اسیر کہ اوس وقت کوئی جنت میں نہوگا مگر مرزا صاحب اسکو رد کر کے
 کہتے ہیں کہ بہشت سے کوئی نہ نکلیگا۔ دیکھ لیجئے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب
 صرف مسلمانوں کو دہوگا دینے کے لئے کہتے ہیں کہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور
 اوس سے ایک نقطہ کم نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت ایک نقطہ تو کم نہیں کیا مگر خرد
 کے جزو نکال دئے۔ اب یہاں ایک اور مشکل درپیش ہے کہ مرزا صاحب یہ بھی کہتے ہیں

کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا
 لیکن ایسے طور پر کہ خدا تعالیٰ کے تقدس اور تنزه میں کوئی منافی نہ ہو۔ اس کا یہ
 مطلب ہوا کہ وہ لوگ جنت میں بھی ہونگے اور زمینِ محشر پر بھی۔ محشر کے مصائب اور
 آفات تو ایسی معلوم ہوا کہ جنت کے بھی تھوڑے احوال سے لیجئے حق تعالیٰ فرماتا
 جنت سے شجرہ من سبحان الانہار و قوله تعالیٰ فیہا انہار من ما ر غیر اسن وانہار
 من ابن تمغیز طمرہ وانہار من خمر لذة للشارب من وانہار من غسل مصفی و قوله تعالیٰ
 لکم فیہا ناکتہ کثیرہ منہا تا کلون و قوله تعالیٰ و فیہا ما تشبہہ بالانفس و تذالایں
 و قوله تعالیٰ لکم فیہا الازواج مطہرہ و قوله تعالیٰ و عندہم قاصرات الطرف
 و قوله تعالیٰ و حور عین کا مثال اللؤلؤ المکون و قوله تعالیٰ یجلون فیہا من اسود

فرشتہ طیبوں کا ہوا حضرت امیر ہند سے بہترین ملکین علی انارک و قولہ
 لھا فانت علیہم یعنی فرشتہ طیبوں کا ہوا کہ اسے کہتے ہیں کہ اس کا ہوا کا ہوا
 لایرون فیہا شمساً ولا زہریرا و قولہ تعالیٰ فیہا سرور مرفوعہ و انواب ہو خود
 و غارق مصفوفہ و ذرا بی مٹوشتہ اسکے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں جنکا مطلب
 یہ ہے کہ جنتیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے مکانوں کے نیچے پانی اور درخت
 اور شراب اور مصفی شہد کی نہریں بہتی ہوگی۔ مکانات نہایت پر تکلف میں
 بہت ہی پاکیزہ فرش سجھے ہوئے اور سندیں لگی ہوئیں اور ایک طرف اونچے
 اونچے تخت سجھے ہوئے اور بی بیان نہایت پاکیزہ اور شکرگین اور حوریں
 نہایت حسین فاخرہ لباس اور اقسام کے زیوروں سے آراستہ نزدیک بیٹھی ہوں
 اور خود بھی مکمل زیور اور عمدہ عمدہ ریشمی لباس پہنے ہوئے اور میوہ جات
 اور طرح طرح کی نعمتیں جنکا شمار نہیں غلمان و خدام مشقا بون پر مشقا میں لے چلے
 آ رہے ہیں اور جھلکتے پیاوٹ کا سیم دور پر جس چیز کی خواہش ہو فوراً موجود اور
 انکے سوا وہ وہ نعمتیں جو نہ کسی کا ہونے سے نہ انکھوں نے دیکھیں ہر وقت
 جہاں پر نہ اوس میں آفتاب کی گرمی نہ زہریر کی سردی نہ کسی مرکی فکر نہ اوس
 سے نکلنے کا اندیشہ نہ موت کا کھٹکا وغیرہ امور۔ جنکو تمام اہل اسلام جانتے ہیں
 اب دیکھئے مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز بہشت سے کوئی
 نہ نکلے گا اور قیامت کے کل مصائب پر بھی ایمان ہے اسکا مطلب تو یہ ہے ہوا
 کہ اوس روز مصائب قیامت میں بھی سب جنتی قبلا رہینگے اور عیش و عشرت
 میں بھی سرگرم اور مشغول رہینگے یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی مگر ابن جزم نے

مل و کحل میں لکھا ہے کہ انجیل مٹی کے چودھویں باب میں مذکور ہے کہ مسیح نے کہا
 یہ کبھی نہ کہا نا کہا ہے میں نہ پانی پیتے ہیں اور میں کہا نا بھی کہا نا ہوں اور پانی
 بھی پیتا ہوں اس سے ظاہر ہے کہ کبھی علیہ السلام مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں
 نصاریٰ اسٹا جواب دیتے ہیں کہ مسیح کا ناموت کہا تا پیتا تھا اور لاہوت
 نہ کہا تا پیتا تھا انتہی ملخصاً

خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو مسئلہ وہیں سے نکالا ہوگا
 کیونکہ مرزا صاحب کو یہود و نصاریٰ کے عقاید میں عمارت کی وجہ سے یہودی
 ہے اس بنا پر قائل ہونگے کہ اہل محشر کا لاہوت جنت میں اور ناموت نصرت
 میں رہیگا مگر ہمارے دین میں اسکی نظیر نہیں ملتی اس وجہ سے اہل اسلام اس قسم کے
 لاہوت و ناموت کے قائل نہیں ہو سکتے۔ مرزا صاحب ہم پر یہود کے خیال
 ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور خود نصاریٰ کے ساتھ میں اور فرماتے ہیں کہ
 اگر ہستی بہشت میں داخل شدہ تجویس کہ جائیں تو ظلی کے وقت انہیں بہشت
 سے نکالنا پڑیگا اور اس لق ووق جنگل میں جہان تخت رب العالمین بجا یا
 کیا ہے حاضر ہونا پڑیگا ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے
 نکلا ہوا ہے اور حق یہ ہے کہ عدالت کے دن پر ہم ایمان لاتے ہیں اور تخت
 رب العالمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اسکا خاکہ نہیں پہنچتے انتہی۔
 خود ہی خود فرما دیں کہ کبھی تو ہم نے نہیں کہا کہ لق ووق جنگل میں تخت رب العالمین
 بجا یگا جبکہ الزام ہم پر لگایا جاتا ہے البتہ ہم اس آیت شریفہ پر ایمان ضرور رکھتے ہیں
 ویکل عرش ربک فوقہم یومئذ ناثیہ اور اس قسم کے جتنے امور ہمارے خدا اور رسول

نے فرمادے ہیں گو یہود کے بھی وہ اعتقاد ہوں اور ان سب کو ہم مانتے ہیں
 کیونکہ ہمارا قرآن توراہ و انجیل کا مصدق ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرمایا ہے
 جاہم کتاب من عند اللہ مصدق لما سمع الایہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہود کے بعض اقوال کی تصدیق بھی کی ہے چنانچہ اس حدیث شریفہ
 ظاہر ہے جو بخاری شریف ص ۱۷ میں ہے عن عبد اللہ قال جاہر من الیہ

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد انما سجدان اللہ یجعل السموات علی
 اصبع والارضین علی اصبع والشجر علی اصبع والحداد علی اصبع والثری علی اصبع
 وسائر الخلائق علی اصبع فیقول انما الملک فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بد

تواجدہ تصدیقا لقول الجرحم قرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما قدر واللہ حق قدر
 والارض جیسا قبضتہ یوم القیمہ یعنی ایک عالم یہود کا حضرت کی خدمت میں
 حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہماری کتاب میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمام آسمانوں کو
 ایک اصبع پر اور زمینوں وغیرہ کو ایک ایک اصبع پر رکھ کر فرمایا گیا کہ میں بھی ارشاد
 ہوں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے تصدیق اوس عالم کی
 ہوتی تھی یہ حضرت نے یہ آیت پڑھی وما قدر واللہ حق قدر والارض جیسا
 قبضتہ یوم القیمہ۔

الحاصل ہمارے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی جن باتوں کی
 تصدیق کی ہے ان کی تصدیق کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں البتہ اس قسم کے
 ناسوت و لاہوت کا اعتقاد قابل عار ہے۔

مرزا صاحب یہ جو فرماتے ہیں کہ ہم تخت رب العالمین کا خاکہ جسمانی طور پر

نہیں کہتے اسکا مطلب یہاں معلوم نہیں ہوتا کہ عرش الہی کے جسامتی ہونے سے
 معاد جسامتی کیونکر مائل کیا جاتا ہے اگر اسکا مطلب یہ ہے کہ حشر جسامتی ہو تو
 تشریح الہی میں فرق پڑ جائے گا تو اس اعتبار سے اس عالم جسامتی میں بھی تشریح
 الہی نہ رہنا چاہئے اسلئے کہ اعراب ہی استواء علی العرش ثابت ہے جسے
 تیمائین میں ہوگا چنانچہ میں تعالیٰ فرمایا کہ ہے الرحمن علی العرش استواء ایسا
 استواء کے معنی جو کچھ ہوں بیسے اس عالم میں ہے ویسا ہی اس عالم میں
 بھی ہوگا پھر جب اس عالم میں زمین پر حشر جسامتی ہونے سے تشریح میں
 فرق آتا ہے تو اس عالم میں بھی عالم جسامتی زمین پر ہونے سے فرق آتا ہے
 اور جب اس عالم میں تشریح میں فرق نہیں آتا تو وہاں معاد جسامتی سے فرق کی کیا
 مرزا صاحب تشریح کو پیش کر کے حشر و آئینہ کا جو الجار کرتے ہیں کس قدر بد نظا
 اور خلاف تدین ہے اب تک تو آیات و آئینہ کو بیان کر کے اون بن اللہ
 صلی کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں جو دیکھا کہ اگر احادیث کی تکذیب بھی کر دین
 تو آیات قرآنیہ اتنی ہیں کہ اون سے یہ ہونا مشکل ہے اسلئے یہاں وہ
 طریقہ بھی چھوڑ دیا اور خود مختاری سے ایک نیا عقیدہ گہر دیا جس کا کوئی
 اسلامی فرقہ قائل نہیں گویا وہ کل آیات نفوذ بائد منسوخ کر دی گئیں۔ تمام
 اہل اسلام جانتے ہیں کہ کوئی بھی کلام الہی کو منسوخ کرنے کا مجاز نہیں ہے
 خود خدا نے تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ نہ کرے پھر مرزا صاحب اسلئے کہہ کر
 ہو سکتے ہیں۔ اس سے تو چھہ ظاہر ہے کہ روز افزون ترقی میں نبوت
 سے بھی ترقی کا دعویٰ ہو گیا ہے۔ اگر متبعین کو مرزا صاحب کی تقریر سے

معا و جسمانی کا انکار ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک وہ نبی مستقل بلکہ نبی ہے۔ یہی ایک درجہ برتر مگر میں اور انکی کتاب ازالۃ الادہام نامی قرآن شریف قرار پا چکی ہے۔ لغو و بابت اللہ من ذلک خدا کرے کہ ایسا نہ ہو اور یہ حضرات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم صلی کے کلمہ گو اور پورے قرآن کے مستفاد رہیں۔

عشر لسن و فلا سفہ جو قیامت کا انکار کرتے تھے نبوی وجہ اسکی بھیہ مشاہدہ تھا کہ جب گوئی چیز فنا ہو جاتی ہے تو پس وجود میں نہیں آتی ایسوجہ سے وہ کہتے تھے من یعیدنا یعنی ہمیں دوبار اکون پیدا کریگا اور فلا سفہ نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اعادۃ معدوم محال ہے حق تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کما خلقناکم اول خلق فیئذہ وعدا علینا انما کنا فاعلین یعنی جتنے تمہیں پہلے پیدا کیا جب تم کچھ نہ تھے ویسا ہی دوبار ابھی پیدا کریں گے کیونکہ اعادہ بہ نسبت ابتداء کے تخلیق کے بہت آسان ہے

اور ارشاد ہے قال من بحی العظام وھی رمیم قل سنبھا الذی انشاہا اول مرۃ و هو بکل خلق علیم یعنی وہ کہتے ہیں بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا تم کہو کہ جس نے پہلے پیدا کیا تھا وہی او کو زندہ کریگا۔ ہر چیز کو پیدا کر سکا حال وہ خوب جانتا الحاصل جب آدمی کو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایمان ہو تو اسکو قیامت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تاثر نہ ہوگا۔

قیامت کے باب میں کم فہم اور جاہلون کو بھیہ شبہات ہوتے ہیں کہ آیات و اشارات میں جو قیامت کے احوال مذکور ہیں باہم متعارض ہیں مثلاً کسی آیت میں بھیہ ہے کہ سب فرشتے اوس روز آسمانوں پر چلے جائیں گے اور کسی میں بھیہ ہے کہ سب زمین پر اتر آئیں گے اور کسی میں بھیہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب بے نور ہو کر گر جائیں گے

اور کسی زمین بھی ہے کہ زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب آجائے گا اور کسی زمین
 کہ دوزخ میں دونوں ڈالے جائیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے انکم وما تعدون من
 دین اللہ حسب ما جنمتم عنہم فیہ کہ آیات و احادیث کو دیکھنے سے اس قسم کے بہت
 شبہات پیدا ہوتے ہیں سو ان کو یوں دفع کرنا چاہئے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار
 برس کا ہو گا جس میں مختلف اوقات میں مختلف کام ہونگے۔ یہ شبہات پوشیدہ ہیں
 کہ ایک ہی صدی میں کیسے کیسے انقلابات پیدا ہو جاتے ہیں آدمی جب اپنے
 بزرگوں کی زبانی اوستے اور اہل حالات سنتا ہے اور اپنے زمانہ کے حالات
 کو دیکھتا ہے تو ایک انقلاب بتلیم پاتا ہے جس سے متحیر ہو جاتا ہے جب ایک
 صدی میں یہ کیفیت ہو تو قیامت کے پچاس ہزار برس میں کس قدر انقلاب
 ہونا چاہئے اسی وجہ سے ایک وقت وہ ہو گا کہ تمام فرشتہ زمین کے آسمانوں
 چلے جائیں گے اور سکے بعد جب آسمانوں کا کارخانہ درہم درہم ہو جائیگا اور زمین
 شان و شوکت کے اظہار کی ضرورت ہوگی تو تمام فرشتوں کے صفوف زمین پر
 اور آستہ کئے جائیں گے اور آفتاب کا نور زائل کر کے صرف اوسکی گرمی کسی خاک
 مصیحت کے لحاظ سے باقی رکھی جائیگی پھر کسی وقت دوزخ میں بھی ڈال دیا
 جائیگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رو برو بھی چند شبہات اس قسم کے
 پیش کئے گئے تھے اور ان کا جواب جو انہوں نے دیا ہے اوس سے ہمارے

اس قول کی تصدیق ہوتی ہے بخاری شریف میں ہے عن سعید بن جبیر قال سئل

لابن عباس وہ انی اجد فی القرآن اشیاء مختلف علی قال فلا انساب بنیم یومئذ
 ولا یسألون۔ و اقبل بعضیم علی بعض یتسألون۔ ولا یکتون اللہ حدیثاً ربنا اننا

مشرکین فقد کتموا فی ہذہ الایۃ۔ وقال اللہ سبحانہ الی قولہ وحامہا فذکر خلق السماء قبل خلق الارض
 ثم قال انکم تکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الی طایعین فذکر فی ہذہ خلق الارض
 قبل السماء وقال وكان اللہ عفوراً رءیفاً عزیزاً حکیماً سمیعاً بصیراً حکماً کان ثم مضی۔
 فقال خلا انساب بنیہم فی النسخۃ الاولی ثم شیخ فی الصور فتمتق من فی السموات ومن
 فی الارض الامن ساء اللہ فلا انساب عند ذلک ولا یسألون ثم فی النسخۃ الاخرہ
 اقبل بعضهم علی بعض تسیاراً ولون واما قولہ مالکنا مشرکین ولا یکتبون اللہ فان اللہ
 یخفی لابل الاخلاص ذوقہم وقال المشرکون یقالوا لئولئک لم یکن مشرکین ثم علم انہم
 فتطرق ایدیہم فعند ذلک عرفت ان اللہ لم یتیم حدیثاً وعندہ یوہ الذین نالوا اللہ
 وخلق الارض فی یومین ثم خلق السماء ثم استوی الی السماء فسوین فی یومین آخرین
 ثم وحام الارض ووجہا ان اخرج منها الماء والمرعى وخلق البحال والجمال والاکام وما
 بینہما فی یومین آخرین فذلک قولہ وحامہا وقولہ خلق الارض فی یومین فجعلت الارض
 وما فیہا من شئی فی اربعۃ ایام وخلق السماء فی یومین۔ وكان اللہ عفوراً رءیفاً
 عزیزاً حکیماً سمیعاً بصیراً حکماً کان ثم مضی۔
 اور اولاً مختلف علیک القرآن فان کلام من عند اللہ یعنی ایک شخص نے ابن عباس
 رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن شریف میں مجھے کبھی اختلاف معلوم ہوتا ہے
 حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں میں نہ بنی تعلق ہو گا نہ ایک
 دوسرے کو پوچھنا اور دوسری آیت میں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس جائینگے
 اور پوچھینگے۔ اور ایک آیت میں ہے کہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائینگے۔
 اور دوسری آیت میں ہے کہ مشرک کہیں گے کہ یا اللہ ہم مشرک تھے۔ اس سے

جیسا ثابت ہے۔ اور ایک آیت میں ہے کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی اور دوسری آیت میں ہے کہ آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوا اور کان اللہ غفور راجحاً وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور و رحیم گزشتہ زمانہ میں تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نوحی اولی کے وقت کوئی کسی کو نہ پھونچا جیسا کہ ہر نوحی کے بعد ایک دوسرے کو پونچنے لگتے۔ اور جب خدا تعالیٰ اہل اخلاص کے گناہ مآذ فرما دیگا تو مشرکین آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک تھے اس وقت اوسکے مومنوں پر مہر کی جاہلی اور باہتہ اوسکے سب واقعات کہہ سنائیں گے کہ ہم نے جیسے جیسے کام کیا تھا اوس وقت جیسے ثابت ہو جائیگا کہ خدا تعالیٰ سے کوئی کچھ نہیں سلکتا اوس وقت کفار آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی ایمان لائے ہوتے۔ اور حق تعالیٰ نے دودن میں زمین کو پیدا کیا ہر دودن میں آسمان بنائے۔ اوسکے بعد دودن میں زمین سے پانی نکالا اور چہرہ گاہ اور چھاڑ اور ٹیلے وغیرہ بنائے اس حساب سے زمین اور اوسکے متعلقات چار دن میں آسمانوں سے پھلے اور بعد بنائے گئے اور آسمان دودن میں۔ اور کان اللہ غفور راجحاً وغیرہ مطلب جیسے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ گزشتہ میں جیسے نام اپنے رکھے اور اوسکے بعد ہمیشہ ان صفات کے ساتھ متصف ہے جسے چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور مغفرت وغیرہ کرتا ہے جیسے بیان کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہرگز جیسے خیال نکرنا کہ قرآن میں اختلاف ہے سارا قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے اترا ہے مگر نہیں کہ اوس میں اختلاف ہوا ہے۔

الحاصل جس طریقہ کی تعلیم ترجان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی اوس سے ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تعارض اگر معلوم ہو تو ایسے طور پر اٹھایا جائے کہ کسی

آیت کی تکذیب نہ ہو اور سب آیت کے معنی پورے طور پر باقی رہیں نہ چھ کہ کسی غرض سے تقاضا پیدا کر کے کلام الہی کو بدنام کریں یہ ادا سکو اٹھانے کے واسطے ایسے بدناما دیلین کریں جن سے خواہ مخواہ دوسری آیتوں کی تکذیب ہو جائے یا ما

سیوطی رحم نے درمنثور میں لکھا ہے و اخرج نصر المقدسی فی الحجۃ عن ابن عمر رضی قال

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ورا و حمرۃ قوم یجادون فی القرآن فخرج

محمرة و جثمہا کا نام لفظ قرآن و ما فقال یا قوم لا یجادوا بالقرآن فانما ضل من کان

قبلکم یجادون ان القرآن کم نزل لیکذب بعضہ بعضا و لکن نزل لیسدق بعضہ بعضا

فما کان من محکمہ فاعلموا ما کان من متشابہا منوا بہ یعنی ابن عمر رضی کہتے ہیں

کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے چھ پیچے چند لوگ قرآن کی آیات میں

جھگڑتے تھے کہ حضرت برآمد ہوئے غصہ سے چہرہ مبارک اس قدر سرخ تھا

کہ گویا خون ٹپکنے کو ہے اور فرمایا کہ تمہارے پیشتر کی اقوام اسی وجہ سے گمراہ

ہوئے کہ کتاب الہی میں جھگڑنے لگے قرآن اس واسطے نہیں نازل ہوا کہ ایک

آیت سے دوسری آیت کی تکذیب ہو بلکہ اس واسطے نازل ہوا کہ ایک آیت

دوسری آیت کی تصدیق کرے سو جو محکم ہے اوس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہے

اوس کا صرف یقین کر لو۔

مرزا صاحب یقین کو نزدیک نہیں آنے دیتے بلکہ جن آیتوں کا یقین تھا ان

میں نئے نئے شبہات پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہمیشہ ان

شبہات سے پناہ مانگتے ہیں حق تعالیٰ نے ایسے ہی مواقع کے لئے مسلمانوں کو

پھلے ہی تعلیم کر دی چنانچہ ارشاد ہے الذی یؤسوس فی صدور الناس من

والناس - اللهم انما نؤذ بك من هذه الومساد من والشبهات اور بخاری شریف ص ۶۵۲
 میں سے باب منہ آیات محکمات وقال مجاہد الحلال والحرام واخر مشابہات یصد
 بعضہ بعضا لقوله تعالیٰ والایضل بہ الا اللہ المسقین وکقوا علی ذکرہ ویکمل الرحمن علی اللہ
 لا یعقلون وکقوله والذین استمدوا ز او ہم ہستی یعنی آیات محکمات سے مراد
 حلال و حرام سے واخر مشابہات یعنی دوسری آیتیں متشابہ ہیں کہ ایک دوسرے
 کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سوائے حلال و حرام کے کل آیات
 متشابہ ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور امام سوطی رحمہ نے در
 مشور میں ابن عباس رضی کا قول بروایت صحیح نقل کیا ہے قال ابن عباس رضی
 وان اللہ لم ینزل شیئا الا وقد اصاب بہ الذی اراد وکن الشرائع لا یعقلون
 یعنی حق تعالیٰ نے جو کچھ قرآن میں نازل کیا ہے اوسکی مراد نہایت صحیح اور
 واقعی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے غرض کہ آیات واحادث سے صاف
 ظاہر ہے کہ آیات کلام اللہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور اگر کسی کے بچہ
 نہ آئے اور تقارض ظاہر معلوم ہو تو وہ اپنے فہم کا تصور سے کلام الہی اوس سے
 بری ہے مگر مرزا صاحب کو عیسویت کے دین میں کچھ نہیں سوچتا اور خواہ مخواہ
 آیات میں تقارض پیدا کر کے معاد جسمانی کے آیتوں پر جن سے قرآن بہر اس سے
 حمل کرے ہیں اور صاف طور سے اوسکا انکار ہے مقصود تو یہ ہے کہ مسیح کا
 زمین پر اترنا ہر طرح سے باطل کو دین مگر ظاہر اچھا آئین پیش کرتے ہیں کہ وہ
 متعارض ہیں چنانچہ از الہ الامام ص ۳۲۹ میں لکھتے ہیں مسیح ابن مریم جس کی
 روح انہما ہی کئی بر طبق آیات کریمہ یا انہما النفس المطمئنة ارجعی الی ربک فانظری

فی عبادی وادخل جنتی بہشت میں داخل ہو چکے ہیں کیونکہ اس غمگندہ میں آجائیں
 اور جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے پر وہ اس کے کہی خارج نہیں کیا
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یمسہم فیہا نصب و ما ہم منہا بحجر صبر۔ واما الدین
 سعد و افضی الجنة نال الدین فیہا ما وامت السموات و الارض الا ما شاء اللہ عطاء
 غیر محدود۔ ایسا ہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی بہشتیوں کے
 ہمیشہ بہشت میں رہنے کا جا بجا ذکر ہے اور سارا قرآن شریف اس کے ہر
 پر اسے جیسا کہ فرماتا ہے ولہم فیہا ازواج مطہرات و ہم فیہا خالدون۔ اولئک اصحاب
 الجنة ہم فیہا خالدون وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے
 بلا تو قہ بہشت میں جگہ ملتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے قیل
 ادخل الجنة قال یا لیت قومی یعلمون باغفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ اور دوسری
 آیت یہ ہے فادخل فی عبادی وادخل جنتی۔ اور تیسری آیت یہ ہے ولایین
 الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء عند ربهم یرزقون فرحین با انہم
 من فضلہ۔ اور احادیث میں تو اس قدر اسکا بیان ہے کہ جس کا باستیفا ذکر کرنا
 موجب تطویل ہو گا بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چشم دید ماجرا بیان
 فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اس میں اکثر عورتیں دیکھیں
 اور بہشت دکھلایا گیا تو اکثر اون میں فقرا تھے انتہی۔
 مطلب۔ اسکا یہ ہوا کہ ان میں آیتوں سے ثابت ہے کہ مرتے ہی آدمی
 جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہت سے آیتوں سے ثابت ہے کہ جو
 جنت میں داخل ہو جاتا ہے پر اس سے نہیں نکلتا جس سے ثابت ہوا

کہ قیامت زمین پر نہوگی اور سب ختم آئین سعاد جسمانی زمین پر ہونے کی ہیں جن سے قرآن شریف بہرا ہوا ہے اور صد ہا حدیثیں جن سے ہزار ہا کتابیں بہری ہیں کوئی اعتبار اور اعتقاد کے قابل نہیں۔

اب ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ صد ہا آیتوں کے مقابل دو تین آئین مخالف معلوم ہوں تو وہ مخالفت قصورِ فہم کی وجہ سے سمجھی جاگی یا واقعی جس سے اون تمام آیات کثیرہ کی تکذیب کی ضرورت ہو کیا مرزا صاحب کا صد ہا آیتوں پر اس غرض سے حملہ کرنا کہ بے لکڑکا عیسیٰ موعود خود بن جائیں عقلاً کہہ سکتے ہیں کافی نہیں کہ صرف دنیاوی غرض سے وہ قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں اس لئے وہ اپنے کسی دعویٰ میں ہرگز صادق نہیں ہو سکتے اور نہ کسی دینی خدمت کے مستحق ہو سکتے ہیں اب اون تین آیتوں کے استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے یا ایہا النفس المطمئنة سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ارواح مرتے ہی بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

مگر اس سے تو کچھ سمجھی معلوم ہوتا ہے اس میں موت کا ذکر ہے نہ مرتے ہی بہشت میں داخل ہونے کی تصریح بلکہ ابھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا جو سیاق آیت سے خود ظاہر ہے کیونکہ پوری آیت شریفہ یہ ہے فیومئذ لا یغذب عذابہ احد ولا یؤثق و تاقہ احد یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک و افسیتہ مرغیبتہ فادخلی فی عبادتی و ادخلی جنتی اور یہ قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے لہذا کہا قال تعالیٰ اذا دکت الارض و کاد کا الایۃ اس سے ظاہر ہے کہ فیومئذ سے مراد قیامت ہی ہے اور اسی روز ارواح کو یہ خطاب ادخلی فی جنتی ہوگا

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ تفسیر عزیز یہ بیان کہتے ہیں دوران روز
پر مول یعنی روز قیامت کہ اول بلکہ سر سیمہ را از نیکان و بدان اضطراب و فرغ
لاحق گردد مطیعان و نیکان را تسلی بخشند و ندا در رسد کہ ایہما النفس المطمئنة
امام سیوطی رحمہ در منثور میں کہتے ہیں عن ابن عباس رضی فی قوله ارجعی الی ربک
قال ترد الی ارواح یوم القیمة فی الاجساد یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ ارواح
کو جو ارجعی الی ربک کا خطاب ہو گا وہ قیامت کے روز ہو گا کہ اپنے اجساد
داخل ہو کر محشر میں حاضر ہو جائیں۔

اور اسی میں یہ روایت بھی ہے عن سعید بن جبیر رحمہ تم لظیر الارواح فیومرا
تدخل الاجساد و فی قولہ ارجعی الی ربک رضیۃ مرضیۃ یعنی سعید بن جبیر یہی
بھی مطلب اس آیت شریفہ کا کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اجساد میں ارواح
کو داخل ہونیکا حکم ہو گا چنانچہ وہ اثر اگر اجساد میں داخل ہو جائینگے اور یہ
روایت بھی اس میں ہے وعن ابی صالح رضی فی قوله ارجعی الی ربک قال عند
رجوعہا الی ربہا خروہا من الدنیا فاذا کان یوم القیمة یقبل لہا و دخل فی عباد
و ادخل حنتی یعنی ابی صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارجعی الی ربک کا خطاب
روح کو موت کے وقت ہوتا ہے اور اسکا دنیا سے نکلنا رب کی طرف رجوع
ہونا ہے اور جب قیامت کا روز ہو گا تو ادخل فی عبادی و ادخل حنتی کہا
جائیگا اور اسی در منثور میں ہے عن زید ابن اسلم رضی اللہ عنہ یا ایہما النفس
الایۃ قال بشرت بالجنة عند الموت وعند البعث و یوم الحج یعنی زید ابن اسلم
یا ایہما النفس المطمئنة کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری روح کو موت کے

وقت اور قیامت کے روز وہی جاگی کہ جب دخول جنت کا وقت آجائے گا اس وقت
 داخل ہو جائے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و اما الذین سعدوا
واقفی الجنة یعنی جتنے سعید لوگ ہیں جنت میں ہیں اس سے یہ مقصود نہیں
 کہ ہر سعید انہی نزل آیت کے وقت جنت میں چلا گیا تھا جس سے حقیقی طور پر
 ظرفیت صادق آئے بلکہ وہ سعد کو بشارت ہے کہ جب جنت میں داخل ہو گا
 وقت آجائے گا اس وقت داخل ہو جائے گا۔ اور تفسیر نیشاپوری میں ہے
 کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت اوہلی فی جسد عبدی ہے یعنی قیامت کے
 روز نفس مطہینہ کو حکم ہو گا کہ میرے بندہ کے جسد میں داخل ہو جا۔ اور امام
 سیوطی رحم نے در منثور میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما داخل فی عبدی کہتے
 تھے جسکا مطلب وہی ہے کہ جسد میں داخل ہو گیا حکم ہو گا۔ اپنے دیکھ لیا
 کہ قرآن شریف کی پوری آیت جو ابھی لکھی گئی اس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قیامت
 کے روز اوہلی جنبتی کا خطاب ہو گا مگر مرزا صاحب پوری آیت نہیں پڑھتے
 اور صرف اوہلی جنبتی سے استدلال کرتے ہیں اسکی مثال بعینہ ایسی ہے
 کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ نماز کے پاس جانے کا حکم نہیں اور استدلال میں
 یہ آیت پیش کر دی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا الصلوٰۃ
 کہینے کہا وانتم سکار می بھی تو ایسے ساتھ مذکور ہے جس سے مطلب ظاہر
 کہ نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو اور سننے جواب دیا کہ یوں تو سارا قرآن
 پڑا ہوا ہے مگر آخر اتقوا الصلوٰۃ بھی تو کلام الہی ہے۔ اہل ایمان غور کریں
 کیا اس قسم کا استدلال کرنے والا مسلمان سمجھا جائے یا سمجھا جائے گا

قرآن پراوسکو ایمان ہی نہیں کیونکہ صراحتہً جو قید مذکور ہے اوسکو اپنی بات بدلنے کے لئے اسے حذف کر دیا۔

اب مرزا صاحب کو بھی دیکھ لیجئے کہ یہی کام کر رہے ہیں یا نہیں حق تعالیٰ پوری آیت میں قیامت کا ذکر فرماتا ہے اور مرزا صاحب اپنی بات بدلنے کے لئے اوسکو حذف کر کے ایک حصہ سے استدلال کرتے ہیں اور موت کے ساتھ اوسکو خاص کرتے ہیں اب کیونکر کہا جا کہ مرزا صاحب کو قرآن پر ایمان رسالہ الحق الصریح میں مرزا صاحب کی تحریر جو درج ہے اوس سے ظاہر ہے

کہ وہ ان میں اہل کتاب الایموطن بہ قبل موتہ میں ایک قراوت شاذہ قبل نبی بھی ہے جو ان کے مفید مدعا ہے اوس قراوت شاذہ پر استدلال کر کے ص ۸۹ میں لکھتے ہیں کہ فرہن کر وہ قراوت بقول مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آفر حدیث تو ہے بھہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفسر کا

افترا ہے بلکہ وہ احتمال صحت رکھتی ہے انتہی۔

مقصود بھہ کہ قراوت شاذہ بلکہ حدیث ضعیف بھی اعتماد کے قابل ہے اس بنا پر ہم بھی کہتے ہیں کہ بھہ دو قراوتیں ایسے جلیل القدر صحابیوں کی ایک ابن عباسؓ جو ترجمان القرآن ہیں اور دوسرے ابن مسعودؓ جنکی فضیلت صحابہ کے نزدیک مسلم ہے گواہ عادل اس بات پر ہیں کہ او علیؓ جنتی کا حکم قیامت کے روز ارواح کو اس واسطے ہوگا کہ وہ اپنے اپنے اجساد میں داخل ہو جائیں۔ موت کے وقت اس حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور قراوت متواترہ کی تفسیر جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے وہ بھی ایسے کے مطابق ہے۔

اور سیاق آیت سے بھی یہی ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ارواح کو بھی حکم ہوگا۔ اور قبضی آیتین معاد جسمانی کے باب میں وارد ہیں سب کا مفاد یہ ہے کہ حشر زمین پر ہوگا اور کُل اولین و آخرین انبیاء و غیر ہم کا میدان حشر میں موجود رہنا موضح ہے کما قال تعالیٰ ان الاولین و الاخرین مجموعہ

الی میقات یوم معلوم و قوله تعالیٰ و یوم نبعت من کل امت شہید انتم جننا بک علی ابولاء شہید اجن سے ظاہر ہے کہ اوس روز کو ہی بہشت میں تر میگلائتے و لائل کے بعد بچھ لہنا کہ بہشتیوں کے بہشت سے نکلنے پر کوئی حدیث نہیں مرزا صاحب ہی کا کام ہے اگر مرزا صاحب کو اتنے دلائل ملتے تو معلوم نہیں کہ کیا حشر برپا کرتے۔ حق تعالیٰ اوصاف فرماتا ہے یہ بحر جون من الاجداث کا نام ہر اوقات منتشر یعنی سب مردے قبروں سے ایسے نکلنے کے جیسے شے من برائے ہ اور قیامت کے روز کا نام بھی حق تعالیٰ

یوم الخروج رکھتا ہے کما قال تعالیٰ یوم یسمعون الصیخۃ بالحق و ذلک حیم الخروج اما کن کئی و نمیت اور معاد جسمانی پر صدہا حدیثیں موجود ہیں جن کا تہور و حال اوپر معلوم ہوا باوجود اسکے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایک حدیث بھی اسپر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک کے برابر ہے اس سے عقلاً سمجھ سکتے ہیں کہ بچھ قول اونکا دہوکا دینے کی عرض سے ہے یا نہیں۔

ازالۃ الادہام ص ۳۵ میں عیسیٰ علیہ السلام کے وفات کے باب میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس صرف نصوص قرآن کریم ہوتیں تو فقط وہی کافی ہیں اب جس حالت میں بعض حدیثیں بھی ان نصوص کے مطابق ہوں تو پھر گویا

وہ یقین پور علی نور ہے جس سے انحراف ایک قسم کی جیسے ایمانی ہے انتہی۔
 بیحد بات تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہو جائے گی کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث
 نبویہ اور اجماع امت عسی علیہ السلام کے وفات کے باب میں ہمارے
 مفید میں یا مرزا صاحب کے نگر بیان حرکت بیحد بتلانا منطوق ہے کہ معاد جسمانی
 کے باب میں مرزا صاحب صدمہ آیات و احادیث سے جو عمداً انحراف
 کر رہے ہیں انتہی کے اقرار کے مطابق وہ بے ایمانی کر رہے ہیں یا نہیں
 دراصل وہ نہ ہوگا دینا چاہتے ہیں کہ اوخلی جنتی سے جب مرتے صلی جنت میں
 داخل ہونا ثابت ہو جائے تو پھر عدم خروج کے دلائل بہت ہیں مگر یاد رہے
 کہ جب تک وہ قطعی طور پر بیحد ثابت نہ کریں کہ مرتے صلی آدمی جنت میں داخل
 ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جب تک اون تمام نصوص قطعہ کا جواب نہیں
 جن سے معاد جسمانی اور حشر کا زمین پر ہونا ثابت ہے عدم خروج کی آیتیں اور کلام
 مفید نہیں ہو سکتیں۔ اصل مناقطہ کا نشانچہ ہے کہ مرنے کے بعض روحانی
 طور پر جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اسکیوانہوں نے دخول حقیقی قرار دیا ہے
 جسکے بعد خروج ممکن نہیں حالانکہ وہ دخول حشر اجساد و احیاء عظام کے بعد
 ہوگا جساکہ نصوص قطعہ سے ثابت ہے اور دخول روحانی وہ مانع خروج نہیں
 چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا روحانی طور پر جنت کی سیر کی ہے
 جسکا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہوگا۔ اگر مرزا صاحب بیحد فرق کر دیتے
 کہ شہداء وغیر ہم کے ارواح جنت میں داخل ہوتی ہیں مگر قیامت کے روز
 وہ اجساد میں داخل اور نئے سرے سے زندہ ہو کر قبروں میں کلنگے اور

بعد جب داخل جنت ہو گئے تو پھر کہی نہ سکیں گے تو کوئی جھگڑا بھی تھا تمام آیات و احادیث حشر جہانی کے مسلم رہتے اور پورے قرآن پر ایمان بھی ہو جاتا مگر عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر آنے کے خوف سے انہوں نے اسکو گوارا نہ کیا اور اسکی کچھ پروا نہ کی کہ صد ہا آیات و احادیث کا انکار لازم آجاتا ہے اور استدلال میں بھی حال نکالی کہ ایک قتالی پہلو جو نصوص قطعیہ کے مخالف ہے پیش کر کے نہایت دشمنی سے کہہ دیا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ ہستی مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ نہیں نکلتا۔

مرزا صاحب ازالہ الاہام ص ۴۳ میں لکھتے ہیں یا در کہنا چاہئے کہ وہی علوم اور روحانی معارف صرف بذریعہ الہامات و مکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی کمال سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتی صرف کوئے کی طرح یا بہیدی کے مانند ایک نجاست کو ہم حلوا سمجھتے ہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست نہیں آئیگی صرف لوٹ پوٹی کی طرح داؤ پیچ یاد ہو گئے آہستہ۔

اب اہل انصاف خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس فراست سے قرآن کی صد ہا آیتوں اور حدیثوں کا ابطال ہوا اور کتنا نام ایمانی فراست ہو گیا یا سبب اقرار مرزا صاحب بے ایمانی اور داؤ پیچ کا بھی حال معلوم ہو گیا کہ ایک آیت کا ایک قتالی پہلو پیش کر کے صد ہا نصوص قطعیہ کو رو کر دیا اور یہ فرماتے ہیں کہ حق بھی ہے کہ عدالت کے دن پر ہم ایمان تو لاتے ہیں لیکن اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے

وہ سب کچھ ہوگا لیکن سبحان اللہ کیا ایمان یقین ہے جیسے ایمان کا طریقہ تو مزار صاحب نے ایسا نکالا کہ آدمی تمام دنیا کے مذہب و ادیان کی تصدیق کر سکتا ہے مثلاً نصاریٰ سے کہہ دے کہ ہم تثلیث کو مانتے تو ہیں لیکن - اور اس کے تحت میں بیانات تثلیث کو داخل کر دے - کہتے مشرکین تھے خدا تعالیٰ کا خالقیت و الوہیت

کو یقینی طور پر مانتے تھے کما قال تعالیٰ وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

لَيَقُولنَّ اللَّهُ مَكَرًا وَسَعًا مَعَهُ مَا تَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (لیکن) لگا رہتا تھا - اور منافق تو اس لیکن کو ظاہر بھی نہیں کرتے تھے صرف اوسکی کیفیت اونکے دل میں رہتی تھی باوجود اسکے اذکھا آتنا کہنا بیکار کر دیا گیا اور

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کے مستحق ٹہرے اب اوس لیکن کے مطلب پر بھی غور کریجئے جب یہ تصحیح مزار صاحب نے کر دی کہ بہشتی مرتے

بھی بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اوس سے نہیں نکلتے اسکے بعد اگر وہ جہاد کہ قرآن میں تو مجھ ہے کہ سب روحیں اجساد میں داخل ہو کر قیامت کے روز توفیق سے زمین پر نکلنے کے تو یہی جواب ہوگا کہ اسپر ایمان تو ہے لیکن بہشت سے نہیں

اور اگر کہا جائے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ اولین و آخرین اوس ذریعہ زمین پر ہونگے تو یہی جواب ہوگا کہ اسکا یقین تو ہے لیکن بہشت سے کوئی نہ نکلے گا اور اگر کہا جائے کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حشر میں شخص

پریشان رہے گا اور انبیاء تک نفسی نفسی کہینگے تو جواب یہی ہوگا کہ جیسے صحیح ہے لیکن جنت کے عیش و عشرت سے کوئی نکلا نہیں جائیگا غرض کہ جتنی آیات و احادیث اس باب میں وارد ہیں سبکی نوراً تصدیق کی جائیگی مگر لفظ ان کے ساتھ

لگا رہیگا۔ اسکے مناسب عیہ حکایت ہے کسی مولوی صاحب نے ایک صاحب سے پوچھا جنکو سیادت کا دعویٰ تھا کہ آپ کو نئے سید میں حسنی یا حسینی انہوں نے کہا ہیں سید ابراہیمی ہوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاں فرزند ابراہیم علیہ وعلیٰ آبیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہوں مولوی صاحب نے احادیث اور انساب اور تواریخ کی کتابیں پیش کیں کہ حضرت ابراہیم کا انتقال حالت طفولیت میں ہو گیا ہے سید صاحب نے عیہ شکر فرمایا وہ سب صحیح ہے لیکن بندہ تو سید ابراہیمی ہے۔ اب ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ باوجود اس لاکن کے عیہ کہنا کہ خدا ورسول نے قیامت کے باب میں جو کچھ فرمایا وہ سب کچھ ہو گا اور اوس پر ہمارا یقین اور ایمان ہے کیا عیہ دہو کہ کی مٹی نہیں ہے اس سے بڑ بکر اور کیا داؤ بیچ ہو سکتے ہیں۔ جنکو تہوڑی سی بھی فراست ہو اسکو سوچی معلوم کر سکتے ہیں۔

ان مقامات میں جو آیات و احادیث وارد ہیں مرزا صاحب کو ایک قدم بڑھنے نہیں دیتیں اور وہی نقشہ ہے جو انہوں نے اذاتہ الادہام ۲۶۴ میں عیسیٰ علیہ السلام کے وفات کے باب میں کہیچا ہے

کہ ہمارے مخالفین قرآن کریم کے سامنے جالے میں تو قرآن کریم کہتا ہے چل دور ہو میرے خزانہ حکمت میں میرے خیال کے لئے کوئی مویہ بات نہیں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آئے ہیں تو حدیثیں کہتی ہیں کہ اے سرکش قوم یک جانی نظر سے عیہ دیکھو اور عیہ اور کامر بعض ہوں مابھی معلوم ہو کہ میں قرآن کے مخالف نہیں انتہی۔

اسکا تصفیہ تو اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وفات کے باب میں آیات و احادیث اور کور و کرتے میں یا اس کے مخالفین کو مگر یہاں تو ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب قرآن کی جس آیت کے سامنے جانتے ہیں وہ صاف کہتی ہے کہ چل دو رہو تیرے خیالی اور اختراعی باتوں سے میں بری اور بیزار ہوں یہ رویان سے محروم ہو کہ حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو اونکا تو ایک لشکر کثیر شمشیر مکف ہے کہ جتنی باتیں تیری محارف قرآن میں سب واجب القتل ہیں مگر مرزا صاحب عیسویت پر عاشق دل داوہ ہیں وہ کب کیسی مانتے ہیں اونکا عشق اس کے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا قیامت کے روز بھی زمین پر اترنا ناگوار ہے اگر نصوص قطعیہ کے مطابق زمین پر شتر ہو اور عیسیٰ علیہ السلام بھی وہاں موجود ہوں تو یہ تو نہوگا کہ قتل و جال وغیرہ کی ضرورت ہوگی جس سے فراحت کا اندیشہ ہو۔ یہ جہ مرزا صاحب کا اوس میں کوئی ذاتی ضرر متصور نہیں تو ناحق آیات و احادیث کثیر سے مخالفت پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اگرچہ انہوں نے یہ سوجھا ہے کہ بطور ترقی یہ کہا جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس عالم میں تو کیا قیامت کے روز بھی زمین پر نہیں اتر سکتے مگر یہ بیانات ضرورت سے زیادہ ہے اور اس قابل نہیں کہ اوسکے لحاظ سے اتنی آیات و احادیث سے مخالفت کی جائے۔ دلیل یہ بھی اوسے عشق کا ایک شعبہ ہے اور اس قسم کی صدا باتیں میں جن سے صاف ظاہر ہے کہ بمصداق حدیث شریف جبک للشیعی و یصم عیسویت کے شوق میں اونکو نہ قرآن کریم کی مخالفت کی پر وہ اپنے نہ حدیث شریف کی جبا و کور

اس درجہ کا عشق ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو امور اُنکے مقصود کے فراہم اور مانع ہوں تو اُنکو کس نظر سے دیکھتے ہوئے۔ عشاق تو ناصح خیر خواہ کو بھی دشمن سمجھتے ہیں جب جائیکہ موانع اور وہ امور جو مقصود کی طرف جانے سے روک دین اور نگاہیں چلے تو روکنے والوں کو بلاتامل قتل بھی کر دے اللہ جیسا محمد ابن تو مرث نے کیا تھا جبکہ حال اسی کتاب میں معلوم ہوا اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب کی اس عاشقانہ رفتار میں جگہ جگہ آیات و احادیث جو فرامحت کر رہی ہیں کس قدر اُنکے دل آزار اور ناگوار خاطر ہو گئی تھیں تو وہ بے باکانہ چلے پر چلے گئے جاتے ہیں نہ کسی آیت کو وہ چھوڑتے ہیں نہ حدیث کو۔ انا ولا غیر کی نشا میں سرشار میں اور ہر معرکہ میں زباں آوری کے جوہر دکھاتے اور دشمنوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے مقصود کی طرف بڑے جا رہے ہیں۔ اس وقت مرزا صاحب کا کوئی دشمن ہوا آیات و احادیث کے نظر نہیں آتا جو دائیں بائیں طرف سے اُن پر حملہ آور ہو اگر اہل اسلام مخالفت کر رہے ہیں تو وہ وکالت ہے کیونکہ مرزا صاحب کے مسیح بن جانے سے نہ اُنکے کسی منصب پر اثر پڑتا ہے نہ کوئی نقصان ہے۔

اس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے جو خواب دیکھا تھا کہ ایک لمبی تلوار جسکی نوک آسمان تک پہنچی ہے اُنکے ہاتھ میں ہے اور دلہنہ نامی چلار ہے میں اور ہزار ہا دشمن اُس سے مارے جا رہے ہیں۔ اوسکی تعبیر یہی ہے کہ ہزار ہا آیات و احادیث کا خون کرینگے جسکا وقوع ہو گیا۔ اور غزنوی صاحب نے جو حسن ظن سے تعبیر دی تھی اوسکو مشاہدہ غلط ثابت کر رہا ہے۔

اور چھہ کوئی تعجب کی بات نہیں خواب کی تعبیر میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہے چنانچہ خود
مرزا صاحب ازالۃ الادہام ص ۲۱ میں لکھتے ہیں جو وحی یا کشف خواب کے ذریعہ سے
کسی نبی کو ہووے اسکی تعبیر میں غلطی بھی ہو سکتی ہے انتہی۔

جب بقول مرزا صاحب ایسے قابل و توفیق خواب میں غلطی ہو جو نبی سے دیکھا
ہو اور بذریعہ وحی ہو تو دوسرے خواب اور دیکھے اور انکی تعبیر کس حساب
دشمار میں۔ چھہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ جو تعبیر ہم نے بیان کی ہے اس سے
ایک بہت بڑا قرنیہ چھہ ہے کہ مرزا صاحب کی تلوار کی نوک آسمان تک پہنچی ہے
جس سے اشارہ ہے کہ آسمانی کتاب اور آسمانی نبوت کے ملائحات اور اخبار پر
اوسی تلوار سے حملہ ہو گا واللہ اعلم بالصواب جب اوس رویا کی تعبیر حسب مشاہدہ
اور قرنیہ قویہ چھہ ثابت ہوئی تو مرزا صاحب کا چھہ قول جو ازالۃ الادہام ص ۲۱ میں
لکھا ہے کہ حدیثوں میں چھہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اُس وقت دنیا میں
آیگا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائیگا چھہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف اشارہ
ہے لوکان الایمان معلقاً بالشریائنا لہ رجل من فارس چھہ وہی زمانہ ہے جو
اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا انتہی۔

یعنی اس وقت علم قرآن کو خود نے شریا سے لایا ہے اور ویائے مذکورہ
کے خلاف ہے اس لئے کہ تلوار کی نوک آسمان اور شریا تک پہنچنے کا
مطلب تو یہی ہے کہ اگر قرآن شریا پر بھی جائے تو اس تلوار سے
اوسکا کام وہیں تمام کر دیا جائے گا کیونکہ تلوار کی نوک سے تلوار ہی کا
کام لیا جاتا ہے۔

جب الہامات وغیرہ سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن و حدیث کو وہ تہ تیغ کر رہے ہیں اور یہ وصول قرار دیا ہے کہ تفسیر و حدیث و آثار صحابہ وغیرہ کو ہی قابل اعتبار نہیں اور اس پر قرآن کے معارف و انبی کا دعویٰ ہے تو جو معارف مرزا صاحب ایجاد کرتے ہیں وہ ضرور ایسے ہونگے کہ نہ کسی مسلمان نے اونکو سنا ہوگا نہ اونکے آباؤ اجداد نے سو ایسے معارف سننے والے بھی ایسے ہی ہونا چاہئے کہ جن کو دین بطور وراثت باب و ادا سے پہنچا ہو کیونکہ جہان دین نیا ہو تو دیندار بھی نئے ہی ہونگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے معارف بیان کرنے والوں کی نسبت صاف فرما دیا ہے کہ اونکو چھوٹے اور دجال سمجھو چنانچہ امام سیوطی رحمہ در منور میں لکھتے ہیں کہ امام احمد رحمہ نے روایت کی ہے عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیكون في امتي و جالوا لذبون یا توکم سیدع من الحدیث جالم تسموا انتم ولا اباؤکم فایا کم وایا ہم لا یفتنکم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں بہت سے دجال چھوٹے ہونگے جو مسلمانوں کے روبرو ایسی نئی نئی باتیں پیش کریں گے کہ نہ انہوں نے سنیں نہ اونکے باپ دادا نے ایسے لوگوں سے بچتے رہو کہ میں وہ فتنہ بن نہ ڈال دین انتہی۔

مرزا صاحب کی کارروائیاں اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پر پیش نظر بن اہل ایمان تہوڑی توجہ کریں تو ویساں سے صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ کیسے شخص ہیں۔ کیا اب بھی مسلمانوں کو مرزا صاحب کے معاملہ میں کوئی شک کا موقع اور عذر باقی ہے۔ اب حدیث کو دیکھئے کہ امام

سیوطی رحم نے اوسکو روایت کی ہے جن کی جلالت شان یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود
 ازالہ الادہام ص ۱۸۱ میں لکھتے ہیں کہ امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام
 لکھے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے
 کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی اوسکے صحیح شیخ عبد القادر
 شافعی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ
 وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اسے جواب
 میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج احادیث
 کے لئے جو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہو کر تاہون چنانچہ اس وقت
 تک کچھ دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں اگر مجھے یہ خوف
 نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب سے اس حضور ہی سے
 رک جاؤں گا تو قلعہ میں جاؤں اور تمہاری سفارش کرتا کہ چونکہ مرزا صاحب
 نے بلا جرح و اعتراض بطیب خاطر اس واقعہ کو نقل کیا ہے اس لئے کہ شیخ
 امام سیوطی رحم کی کتابوں سے احادیث نقل کیا کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب
 کو اوسکے مان لینے میں تامل نہ ہو۔ اور جس کتاب سے حدیث مذکورہ بالا کو
 امام سیوطی رحم نے نقل کیا ہے وہ امام احمد رحم کی مسند ہے جنکی شاگردی
 پر اکابر محدثین کو ناز ہے اور خود مرزا صاحب فرورۃ الامام ص ۱۸۱ میں
 من مات بغير امام مات چمتہ جاہلۃ کو انہیں کی اوسی مسند سے نقل کر کے
 لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کے طالب بنانے
 کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامعہ شقاوت

جس سے کوئی بدی اور بدبختی یا ہر نسلین سو بموجب اس نبوی وصیت کے فروری
ہو کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے انتہی —

اسکے بعد اپنے امام الوقت ہونیکے تقریر کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ جو اپنے کو امام
نہ مانے وہ اس شقاوت میں گرفتار ہوگا جس سے کوئی بدی اور بدبختی یا ہر
نہیں نہ فسق نہ کفر یعنی فاسق و کافر ہوگا۔ اب دیکھئے کہ مسند موصوف کو

بقول مرزا صاحب کس درجہ قوت ہے کہ اوسکی حدیث پر عمل نہ کرنے والا
فاسق بلکہ کافر ہو جاتا ہے یہ اوسکی کتاب کی وہ حدیث واجب العمل کیوں نہی
جس سے نئی غیر معروف باتیں بنانے والے دجال و کذاب ثابت ہوتے ہیں

منہج بغیر امام کی حدیث میں چونکہ مرزا صاحب کا نام نہیں ہے اسلئے اوس سے
خاص مرزا صاحب کا امام زمان ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بخلاف اسکے جو
شخص ایسی نئی باتیں بیان کرے جو مسلمانوں نے اور اوسکے آبا و اجداد نے

نہیں سنی اوسکو دجال و کذاب و فتنہ پرداز سمجھنا بحسب آقا و مرزا صاحب ہر
اس حدیث سے لازم اور واجب ہے خدا کرے مرزا صاحب ایسی نئی باتیں
بنانا چھوڑ دین اور مسلمانوں کے معتقد علیہ بن جائیں —

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حدیث شریف تو صراحتاً باذان ملند کہ یہی
کہ نئی باتیں بنانے والا دجال و کذاب ہے اور مرزا صاحب کی تقریر سے
مستفاد ہے کہ تقصیر کیسی بھی صراحت سے وارد ہوں مگر مرزا صاحب

کے قول کے مقابلہ میں وہ سب ترک کر دی جائیں چنانچہ ازالہ الادہ امام
صوف میں فرماتے ہیں صرف الہام کے ذریعہ ایک مسلمان اسکے معنی آپ پر

کہوٹا ہے کہ ابن مریم سے اس جگہ درحقیقت ابن مریم مراد نہیں ہے تبھی
 بمقابلہ اس کے کہ آپ لوگوں کو عید و عود میں نہیں پوسکتا کہ ابن مریم سے مراد
 ابن مریم ہی ہے کیونکہ اسکا نفات میں استعارات غالب ہوتے ہیں اور حقیقت
 پرینے کے لئے الہام الہی قرینہ تو یہ کلام دسے سکتا ہے اور آپ حسن
 ظن کے نامور ہیں انتہی۔

و پھر لیجئے ابتدائے اسلام سے آج تک کسی نے کہا نہ سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام
 مرکز زمین میں دفن ہوئے اور انکا ہم نام یا مثل پیدا ہو کر یادیون کا جو
 دیگا اور پادری لوگ صی و جال ہیں۔ اس طرح قیامت کا جنت میں ہونا وغیرہ
 اور جو مرزا صاحب سنار صحن میں ایسے ہیں کہ کسی مسلمان نے نہیں سنے
 اور آیات و احادیث میں کہلے الفاظوں میں موجود ہے کہ قیامت زمین پر ہوگی
 اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قبل قیامت زمین پر آئیں گے ایسے موقع میں
 مرزا صاحب پر حسن ظن کیا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیجا
 کہ جو شخص نئی باتیں بنائے وہ و جال و کذاب سمجھا جائے ہمارے کہنے
 کی بیان کو ضرورت نہیں ہر شخص اپنے معتقد علیہ کی بات کو خود مان
 لیگا و ما علینا الا البلاغ۔

اگر مرزا صاحب کے مخترعات پر حسن ظن ضرور ہے تو ابو منصور کسف مذکور
 الہامات کیوں تا بل حسن ظن نہیں آخر اسکا بھی دعویٰ الہام صحن سے تھا کہ
 حرمت علیکم المذیۃ و الدم و لحم الخنزیر الخ کے معنی یہ نہیں جو خاص الفاظ سے معلوم
 ہوتے ہیں بلکہ وہ بزرگوں کے انام تھے جنکی حرمت و تعظیم کی ضرورت تھی

اس وجہ سے مردار اور خون اور گوشت خنزیر وغیرہ کی حرمت ثابت نہیں
 علیٰ ہذا القیاس جتنے مدعیان الہام گذرے ہیں سب کا بھی دعویٰ تھا کہ ہمارے
 الہام محنت ہیں اور اسی قسم کی دلائل انہوں نے بھی قایم کئے ہوتے کہ کلام خدا
 ورسول کو پھینکے گئے لے الہام الہی قرنیہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ
 حسن ظن کے ماتور ہیں۔ انہی وجوہات سے ہزاروں اسکے بھی پیرو ہو گئے
 تھے مگر درحقیقت وہ جوڑے تھے جنکے کذاب و دجال ہونے کے قائل غالباً
 مرزا صاحب بھی ہوئے۔ اب ان صد ہا ستر بون کے بعد بھی اگر مرزا صاحب کے
 الہاموں پر حسن ظن کیا جائے تو یہ عقولہ صادق آجائیں گے جو بالمجرب
 حلت بہ التداۃ مگر یہ نہ امت قیامت کے روز خدا ورسول کے روبرو کچھ
 مقید نہ ہوگی۔

غرض کہ مرزا صاحب نے جو کہا تھا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں چلا جاتا ہے
 اور استدلال میں یہ آیت پیش کی تھی ادخل جنتی سوا سکاحال معلوم ہو گیا
 کہ اس آیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سیاق آیت سے ظاہر ہے۔ کہ
 قیامت کے روز یہ ارشاد ہو گا جس پر دوسری آیات بھی ناظر ہیں اور
 اگر موت کے وقت کہا بھی جاتا ہو تو بلور بشارت ہے کہ وقت پر داخل ہو جائے
 اور اس آیت شریفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں تو لہ تعالیٰ قبیل ادخل الجنة
 قال یا لیت قومی یعلون باعضلی ربی وجعلنی من المکرین یہ ایک شخصی
 واقعہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے وجاء رجل من اقصى المدینہ یسئلی فی قولہ تعالیٰ
 قبیل ادخل الجنة میں ذکر فرمایا ہے ما حصل اسکا یہ ہے کہ عیسیٰ السلام نے

اہل انطاکیہ کی طرف اپنے حواریین سے تین شخصوں کو بھیجا تھا کہ اونکو توحید کی دعوت کریں انہوں نے اون سب کو مار ڈالا اس اثنا میں ایک بزرگ جنگا نام صیب تھا وہ بھی آئے اور اس قوم کو نصیحت کر کے اپنا ایمان ظاہر کیا اور انہوں نے اونکو بھی شہید کر ڈالا حق تعالیٰ اوس بزرگ کا حال بیان فرماتا ہے
 قیل او حل الجنة قال بالیت قومی لعلیون باغضی ربی وجعلنی من المکر من یعنی۔
 اوس شخص سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو اوسے کہا کاش میری قوم جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت دی۔ اس واقعہ پر مرزا صاحب استدلال کرتے ہیں کہ مرتے بھی جنتی جنت میں داخل ہو جاتا ہے حالانکہ اس میں صرف اس قدر ہے کہ اوس شخص سے کہا گیا تھا کہ جنت میں داخل ہو جائیجہ تو نہیں کہا گیا ابھی داخل ہو جا اگر فی الحقیقت اوسکے داخل ہو جائیگا حال بیان کرنا مقصود ہوتا تو او دخلناہ فی الجنة ارشاد ہوتا یعنی ہم نے اوسکو جنت میں داخل کر دیا کیونکہ بیان اوس بزرگ کی جان بازی کے معاوضہ میں اپنے کمال فضل کا حال بیان کرنا مقصود ہے فن بلاغت میں بلاغت کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ کلام مقصداً حال کے مطابق ہو کما قال فی التلخیص البلاغۃ
 البلاغۃ فی الکلام مطابقتہ لمقتضی الحال مع فصاحتہ اب دیکھئے کہ اگر وہ بزرگ داخل جنت ہو گئے ہوتے تو مقصداً حال لفظ او دخلناہ تھا نہ قیل او حل الجنة اور جب قیل او حل ارشاد ہے۔ تو اوس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف بشارت مقصود تھی ورنہ کلام مطابق مقصداً حال نہوگا حالانکہ کلام الہی میں یہ بات محال ہے۔ اگر کہا جائے کہ حق تعالیٰ کافر مانا بھی دخول جنت کے لئے کافی ہے

تو ہم کہنے لگے کہ لفظ قیل و قائل سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک فوراً داخل ہو جانا
 دوسرے وقت معین پر یعنی قیامت کے روز داخل ہو سکتا ہے بشارت اس صورت
 میں وہ احتمال لینا جو مخالف قرآن ہے ہرگز جائز نہیں یہ ایسا احتمالی مجملہ احتیاطاً
 کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی صاف ارشاد ہو جاتا کہ ہم نے اسکو جنت میں
 داخل کر دیا جس سے کوئی احتمال ہی باقی نہ رہتا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو
 وہ دخول روحانی تھا جو عارضی طور پر ہو کر رہتا ہے غرض کہ اس آیت سے یہ
 ثابت نہیں ہو سکتا کہ مرتے ہی ہر شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ
 اس سے نہیں نکلتا۔

اور عیدہ ایہ شریفہ بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں ولا تحسبن الذين قتلوا
 فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء عند ربهم یعنی شہیدوں کو مردے سے مت سمجھو وہ اللہ
 پاس زندہ ہیں انتہی۔

اس میں تو جنت کا نام بھی نہیں رہا اللہ کے پاس زندہ رہنا سو اس میں جنت کی
 کیا خصوصیت دیکھ لیجئے فرشتے زندہ ہیں اور جنت میں نہیں ہیں اور اگر
 کہا جائے کہ فرشتے آسمانوں میں ہیں اور جنت میں بھی وہیں ہیں جس سے یہ لازم
 آتا ہے کہ کل آسمانی فرشتے جنت میں ہیں تو یہ دیکھ کہنا کہ جنت میں داخل شدہ
 خارج نہیں ہو سکتا صحیح نہیں اس لئے کہ فرشتے زمین پر برابر اتارتے رہتے ہیں
 جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تنزل الملائکة والروح اس صورت میں ممکن ہے کہ
 عیسیٰ علیہ السلام بھی اون فرشتوں کے ساتھ اترائیں۔ غرض کہ زندگی کے
 واسطے جنت کی ضرورت نہیں اگر قبر حلی میں خاص طور پر زندہ رہیں تو اچھا

ممکن ہے مگر سچا پس نہر برس کا قیامت کا دن جس میں انبیا بھی نفسی نفسی پکارینگے اور کو
 خست کا ایک درجہ وہ بھی متوسط قرار دینا سخت حیرت انگیز ہے نہ قرآن اوسکی تصدیق
 کرتا ہے نہ حدیث بلکہ دونوں اعلان کے ساتھ اوسکی تکذیب کر رہے ہیں جیسا کہ اسی معلوم
 ہوا۔ اس آیت شریفہ سے وہ تقریر اور بھی مستند ہو گئی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ قبول
 بہشت و دوزخ قیامت پر منحصر ہے اور نہ مرزا صاحب کی اوس تقریر کی ہی حقیقت کہل
 جو ازالہ الادہام ص ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنیٰ حالت میں فوت
 ہوتا ہے تو تہوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اوسکے لئے نکالی جاتی ہے پھر لوگوں کا
 دعا و دُعا وغیرہ سے وہ سوراخ بڑھ کر ایک وسیع دروازہ ہو جاتا ہے جس سے وہ بہشت
 میں چلا جاتا ہے اس سے ثابت ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایسے بڑے
 اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پھلے اوس میں پورے طور
 پر داخل ہو جائینگے اور یوم الحساب اونکو بہشت سے خارج نہ کرے گا انتہی لخصاً۔
 پھر امر پوشیدہ نہیں کہ روح ایسی لطیف چیز ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ
 بھی وہ نکل جاتی ہے چنانچہ رحم کا منہ باوجودیکہ نہایت سختی سے بند ہو جاتا ہے
 جس کی تصریح طب جدیدہ میں کی گئی ہے مگر روح اوس سے بھی نکل کر جنین میں داخل
 ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اوس سوراخ سے نکل جانا جو قبر سے بہشت کی طرف اوسکے واسطے
 نکالا جاتا ہے کیا مشکل اوسکے نکلنے کے لئے نہ بڑے دروازہ کی ضرورت ہے نہ
 اس قدر مہلت درکار ہے کہ سیوم و سہ ماہی برسی وغیرہ میں باوجود عالمین اور
 کار خیر ہوتے ہیں بتدریج اوس سوراخ کو بڑا بڑا کر دین جس سے وہ نکل کر خست
 میں داخل ہو سکے کیونکہ بقول مرزا صاحب روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی

چنانچہ ازالہ الادہام ص ۲۶۳ میں فرماتے ہیں ہر ایک مومن جو فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ ائمہ کبار فرماتا ہے یا ایہا النفس الطمئنة الایہ لیطا ہر مرزا صاحب کے ان دونوں کلاموں میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ روح مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کی دعا وغیرہ سے سوراخ کشادہ ہونے کے بعد ایماندار جنت میں چلا جاتا ہے مگر اسکے جواب کی طرف انہوں نے اشارہ کر دیا کہ روح تو مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں داخل ہونا جو ایسا ہی جسم پر موقوف ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ قال من حیجی العظام وھمی رمیم قل بحیثما الذی انشا ہا امر لہ سے ثابت ہوا ہے کہ لے بہت درکار ہے جس میں دروازہ اتنا وسیع ہو کہ لاش اس سے نکل جائے چنانچہ مرتے ہی داخل ہونیکے باب میں تصحیح کرتے ہیں کہ روح داخل ہوتی ہے اور بہت اور وسعت باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص ایماندار داخل ہوتا ہے اس تقریر سے تعارض تو دفع ہو گیا لیکن اسپر ایک نیا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہونے کو جاتا ہے اور جنت آسمان پر ہے جیسے مرزا صاحب ازالہ الادہام ص ۲۶۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہونے کے بعد اعلیٰ روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور ہر مومن کی بھی اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے انتہی۔

اور نیز جنتوں کا آسمانوں پر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ضرور تھا کہ ہر سے آسمانوں پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے کیونکہ عیہ دخول اس وجہ سے جسامتی ہے کہ روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس دخول کے لئے دعاؤں

وغیرہ کا استعمار رہتا ہے جس سے سوراج اس قابل ہو کہ لاش اوس سے نکل جائے اس
 صورت میں ضرور تھا کہ مردے قبروں سے نکلنے ہوئے نظر آتے شاید اسکا صحیح جواب
 یہ ہوا کہ اگر وہ اس طرف سے نہیں جاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر سوراج کر کے دو طرف
 طرف سے نکل جاتے ہیں تو اس کے مانتے میں بھی قابل ہے کیونکہ ایسا سوراج جس سے
 مردہ جاسکے کسی قبر میں دیکھا نہیں گیا اگرچہ ممکن ہے کہ مردہ نکلنے سے دوسرا تک
 پاؤں دسی جاتی ہو لیکن اس کے مانتے کے بعد بھی ایک اور دشواری درپیش ہے کہ
 جب خزانہ سے ثابت ہے کہ اگر ہندوستان کی زمین میں سوراج آ رہا کر دیا جائے
 تو وہ امریکہ کے کسی حصہ میں نکلے گا پھر اگر ہندوستان کے مردے اس سوراج کی
 راہ سے اوس طرف زمین پر نکل کر آسٹان کی طرف جائیں تو امریکہ والوں کی شکایت
 اور سختی میں نہ دو پیش ہوتی کہ ہندوستان کے صد ہا بلکہ ہزار ہا مردے سرور
 چلے آتے ہیں کوئی کفن پہنا ہوا ہے کوئی برہنہ میت مال کسی کے گہر میں نکلے ہیں
 کسی کی زراعت وغیرہ میں غرض علاوہ خوف و وحشت کے مالی نقصان بھی ہوتا ہے
 حالانکہ اب تک کوئی اس قسم کی شکایت کسی اخبار میں دیکھی نہیں گئی یہ ہماری
 سے نہیں کہتے مرزا صاحب علی کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے
 ازالہ الاولیاء ص ۳۳ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں مر گئے اور
 رسالہ الہدیٰ میں کہتے ہیں کہ اونکی قبر کشمیر میں ہے اور اسکو اپنے کشف اور
 گو انہوں سے ثابت کیا ہے اگر سوراج کی راہ سے مردے دوسری طرف سے
 نہ نکلے تو عیسیٰ علیہ السلام گلیل میں بیت المقدس کے پاس مر کر کشمیر میں کیوں آئے
 اہل اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں بلکہ کل ادیان سماویہ میں قیامت کا

مسئلہ کیسا اہم مقام بالشان ہے جس میں صد آیات و احادیث وارد ہیں جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح توحید و رسالت پر ایمان ضروری ہے قیامت کے وقوع پر بھی ضروری اور کسی مسلمان کو ابتدا سے آج تک اس میں خلل نہیں مگر مرزا صاحب نے صرف اتنی بات بتلانے کیلئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس عالم میں تو کیا قیامت میں بھی زمین پر نہیں آسکتے ایسے مشہور و معروف اور ضروری مسئلہ کا انکار بھی کر دیا ہے جن مسائل میں چند آیات و احادیث وارد ہوں اور ان کے اصل معنی سے انکار کر دینا کو منسی بڑی بات ہے۔ اگر مرزا صاحب کو ذرا بھی خوف خدا اور قیامت کے دن کا خیال ہوتا تو قرآن و حدیث کے معنی اپنے دل سے تراش کر لکھنے پر اور نئے ہاتھ یاری دیتے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فويل للذين يكفرون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله** ایشتر و اہم ثمناً قلیلاً فویل لہم ما کفبت ایدیہم و ویل لہم ما یلبسون۔ اور فی تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ جو بات ہذا من عند اللہ کہتے ہیں وہ وہی بات کسی آیت کا مضمون خلاف مقصود الہی بیان کرتے ہیں ہے۔ دیکھ لیں کہ اگر کوئی کہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اعل اللہ لکم البیتۃ والدم ولحم الخنزیر** سو جس طرح یہ شخص طحہ اور بے دین سمجھا جائیگا اسی طرح وہ شخص بھی سمجھا جائیگا جو آید شریفہ حرمت علیکم اللہ والدم ولحم الخنزیر سے مراد یہ بیان کرے کہ بیتہ اور دم اور لحم الخنزیر عرب میں سب سے لوگ تھے اور انکی تنظیم و حرمت کرنے کا اس میں حکم ہے مراد وغیرہ کی حرمت نہ کہ کوئی شخص مرزا صاحب کی غرض جس آیت سے متعلق ہوتی ہے اس کے معنی میں اس قسم کی تخریف کرنے سے ذرا بھی خوف نہیں کرتے مثلاً **تورا تعالیٰ سبحی الموتی باذن اللہ** کے معنی یہ بتلانے میں کہ مسزیم کی وجہ سے قریب الموت شخص کو حرکت نہ ہو جانی

اور عزیر علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ناماتہ اللہ ماتہ عام مرزا صاحب
 اور سکا مطلب بتاتے ہیں کہ سو برس تک خدا تعالیٰ نے اونکو سلا دیا تھا۔ اس طرح بیون
 آیات و احادیث کے معنی انہوں نے بدل ڈالے۔ اسی پر قیاس کیا جائے کہ جب
 ایک ضعیف اور موہوم غرض کے مقابلہ میں انہوں نے قیامت کا انکار کر دیا تو جس سے
 بہت بڑی بڑی غرضیں اور انکی مشق ہو گئی اور سکا کیا حال ہو گا۔ اسوجہ سے اجائی
 اموات کے بارہ میں جو آیات وارد ہیں انکے تحریف معنی میں بہت زور لگایا کیونکہ
 عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تسلیم کرنے کے بعد بھی یہ احتمال لگا ہوا ہے کہ ممکن ہے
 کہ خدا تعالیٰ اونکو زندہ کر کے زمین پر بھیجے اسوجہ سے ازالۃ الابدام ص ۶۲۵ میں لکھتے ہیں
 اس میں شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح بن مریم
 اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑیگا کہ فوت شدہ نبی ہرگز
 دنیا میں دوبارہ آئیں سکتا کیونکہ قرآن اور حدیث و روایں بالاقفاق اس بات پر
 شاہد ہیں کہ جو شخص مر گیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ اور قرآن کریم انہم لایرجون
 انہم ہمیشہ کے لئے اونکو رخصت کرتا ہے۔

مرزا صاحب کے مبالغہ کی بھی کوئی حد ہے پہلا قرآن و حدیث نے کب گواہی
 دی تھی کہ وہ اسرا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ اونکو ضرور تھا کہ اکا و اتفاقاً گواہی
 پیش کر دیتے۔ باوجودیکہ اونکی عادت ہے کہ اونکی احتمال کا موقع بھی ملتا ہے تو سب
 دریاق کو حذف کر کے کوئی آیت یا حدیث استدلال میں پیش کر دیا کرتے ہیں جیسے
 خاد خانی وغیرہ میں معلوم ہوا مگر اس وجہی پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی
 اس سے ظاہر ہے کہ کوئی احتمال دلیل بھی اونکو نہیں ملی اب سوائے اسکے کہ جرات

کام لین کوئی تدبیر تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ جرات سے بھی اہمیت کام چل جاتے ہیں
 جیسے پیش گوئیوں میں کہہ دیتے ہیں کہ اگر فلاں کام نہ تو میرا منہ کالا کیا جائے گا میں
 رساؤ والا جائے وغیرہ وغیرہ جاننا کہ وہ کام برتاؤ سے ذرا نہ کالا ہوتا ہے کوئی بھلا
 کر عمر بربکث کرتے رہتے ہیں جیسے انہم کے رجوع الی الخیر وغیرہ میں اپنے دیکھ لیا۔
 سلیح بیان بھی جرات سے کام لیکر کہا یا کہ قرآن وحدیث بالانفاق شائبہ ہیں کہ مراد
 دنیا میں ہرگز آئینہ ملکتا حالانکہ قرآن شریف کے متعلقہ مقاموں میں بھی المودتی
 اور ایسا ہم وغیرہ الفاظ صراحتہ مذکور ہیں جیسا کہ حال انشاء اللہ قنالی آئینہ معلوم ہو گا۔
 اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ خود خدا تعالیٰ احمیای امورات کا ذکر قرآن میں
 فرمادے اور اوسکے مقابلہ میں کوئی کہے کہ وہ جو نہیں سکتا تو مسلمان اوسکی تکذیب
 کر گیا یا نہ تو یا اللہ قرآن شریف پر کسی قسم کا الزام لگایا۔ رہا یہ کہ مرزا صاحب
 اس باب میں تاویلات سے کام لیتے ہیں کہ ایسا ہے اور مثلاً مسمر مزی حرکت ہے
 اور موت سے مراد نیند ہے جبکہ عزیر علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں کہ
 فاما انذماتہ عام سے مراد نوم اور غشی ہے سو یہ بات دوسری ہے کہ قرآن کو ماننا منظور
 اور جو فرماتے ہیں کہ قرآن کو ہم لایرجون کہہ کر اور نہ کوشش کے لئے رحمت ہے
 مرزا صاحب نے اس آیت لال میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو یا ایہا الذین
 آمنوا لاتقرؤا الصلوٰۃ میں کیا گیا ہے۔ اسلئے کہ اس آیت شریفہ سے انہوں نے
 وہ حصہ حذف کر دیا جو انکو مضر تھا پوری آیت یہ ہے فمن لم یصل من الصلوات
 وہو ممن فلا کفران لسیئہ وانما لکاتبون وحرام علی قریبہ ان یکن با انہم لایرجون یعنی
 جو شخص نیک کام کرے اور ایمان بھی رکھتا ہو تو اوسکی کوشش اکارت ہونے والی

نہیں اور ہم اس کے نیک اعمال سب کہتے جاتے ہیں اور جن بستیوں کو ہم نے کہا
 اور یا تو ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کو پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آئیں اور اس
 آیت کے کئی معنی ہیں اگر پہلی آیت سے اور تکرار ربط ہو تو یہ مطلب ہو گا کہ اعمال صالحہ
 ہم کسی کے ضایع نہ کرینگے اور نیک اعمال ہم لکھ رہتے ہیں اگر وہ مرنے سے پہلے
 پاس اور نکالنا ضرور ہے اور روزانہ کو ان نیک اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اور اگر کئی آیت
 سے ربط ہو تو یہ معنی ہونگے کہ جس بستی کو ہم نے ہٹا کر دیا وہ ہمارے قبضے
 باہر نہیں جاسکتی مگر نہیں کہ وہ لوگ ہماری طرف رجوع نہ کریں۔ مطلب یہ کہ ان
 ایٹھ کی رنگاری کا باعث نہیں ہمارے پاس وہ ضرور آئینگے اور ان پر حرام ہے کہ
 نہ آئیں پہ اس روز ان کے اعمال کی سزا دی جائیگی۔ اب دیکھئے کہ مطلب تو یہ تھا
 کہ خدا کی طرف اور تکرار جمع مگر نا حرام اور محال ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ
 دنیا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر لایرجعون سے مراد دنیا کی طرف رجوع نہ کرنا تو
 مطلب یہ ہو گا کہ دنیا کی طرف اور تکرار جمع مگر نا حرام اور محال ہے یعنی ضرور رجوع
 کرینگے اس سے تو مرزا صاحب کا مقصود بھی فوت ہو گیا اور بجائے نہ آنے کے
 آنا ضروری ٹھہرا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ لایرجعون سے مراد دنیا کی طرف
 نہ آنا ہے تو اس سے بھی کوئی پہنچ نہیں سکتے کہ یہ کہنا کہ فوت شدہ دنیا پر
 آیا کرتے ہیں اور ان میں بھی طاقت کہاں کہ پہلوٹ کر آجائیں۔ البتہ ہم ضرور یہ
 کہ خدا جسکو چاہے دوبارہ دنیا میں وہ ضرور آئیگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے خلاف
 کوئی چیز ظہور میں نہیں آسکتی مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ
 کی قدرت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور اس کے نزدیک قیامت میں زندہ کرنا

اور قیامت کے پیشتر کسی کو زندہ کرنا ایک سزا ہے اور جب حق تعالیٰ نے متعدد مقام میں قرآن شریف میں خبر دی ہے کہ ہم نے بہنوں کو اس عالم میں زندہ کیا جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو گا تو ہم اوسکا ہرگز الگ نہیں کر سکتے مگر اگر چاہیں تو اچھی کر کے اور کھا انکار کیلئے ہیں اور اچھی موتی کو مثال بہنوں میں جس سے اوپر بھد بات صادق آتی ہے جو ازالہ اللہ نام میں خود فراموش ہیں ہم کو جس کی طرح باہر سے کے مانند ایک نجاست کو تار بچھیرے سے پھینکے اور ہم میں اچھی فرست نہیں آتی

صرف لو بھری کی طرح داہنچ باد ہونے لگا

غور کرنے سے بھد بات معلوم ہو سکتی ہے کہ دنیا کا انتظام چونکہ ایک نطق پر کیا گیا ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اسلئے ایک بڑا فرقہ دہریہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ عالم کا کام بطور خود جاری ہے اسلئے لئے خالق کی کوئی ضرورت

بہنیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے *وقال انما اھل الاحیاء انما انشا موت ونحی وما یسلطانا الا اللہ* یعنی کفار کھتے ہیں کہ ہماری تو بھی دنیا کی زندگی ہے اور بس ہم ہمیں مرنے اور جیتنے میں اور زمانہ ہم کو ایک وقت خاص تک زندہ رکھتا رہتا ہے حق تعالیٰ نے اوسکے خیالات فاسدہ کو دفع کرنے کے لئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ جب انہوں نے معجزے اور موافق عادات دیکھے اور کچھم خود دیکھ لیا کہ عادت مستمرہ کے خلاف بھی ایسے کام حکمی طور پر ہوتے ہیں جن کو عقل محال سمجھتی ہے تو انکو یقین ہو گیا کہ کوئی زبردست قدرت والا بھی ہے کہ ایسے مستحکم عادت کی کارخانہ کو درہم و درہم کرنے کے محال کو واقع کر دیتا ہے اس بنا پر کسب توفیق وہ خالق عالم کے قائل ہو گئے اور نبوت کی بھی تصدیق کی

اور جنکی طبیعتوں پر تعصب غالب نہ ہو اور اس دولت سے محروم نہ رہے۔ امکانِ حق نہیں
 نے عادتِ مستمرہ کے خلاف بھی کام کئے جس سے اسکی قدرت اور خالقیت پر
 طور پر ذہن نشین ہو گئی اگر خدا سے تعالیٰ عادتِ مستمرہ کے خلاف کوئی کام کر کے نہ
 دکھاتا تو دوسرے کو قائل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اسلئے کہ اونکا عقیدہ تھا کہ خدا ک
 کی حرکات سے طبائع میں امتزاجات پیدا ہوتے ہیں جبکہ خاص خاص طور پر ذہن
 ہونے سے حیات اور موت کا وقوع ہوتا ہے اس میں خالق کے فعل کی کوئی ضرورت
 اگر اچھے اسموات کے جیسے خوارقِ عادات کا وقوع نہ ہوتا تو صرف باتوں سے وہ نہ
 کو ماننا اور اپنے آپ کو اسکی بندگی اور عبودیت میں دیکر عمر بھر کی آزادیوں سے دست
 بردار ہو جانا کہی گوارا نہ کرتے اونکے بعد جو اونکے خلف اور قدم قدم اور کتے پیرو تھے
 اس قسم کی جنسی باتیں قرآن میں ہیں سب کی تصدیق انہوں نے کی اور جنکی طبیعتوں میں
 انحراف آ گیا وہ اسکی مانند میں جیلے کرنے لگے چنانچہ مرزا صاحب اس موقع میں یہ تعارض
 کا حیلہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مردوں کا زندہ ہونا مان لیا جائے تو انہم لایرجعون کے خلف
 ہو گا۔ ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان آیات میں کوئی تعارض نہیں
 اسلئے کہ جہانِ لایرجعون ارشاد ہے اوس سے آدمی کی بے بسی ثابت کرنا منظور ہے
 کہ جب ہم اوسکو مار ڈالتے ہیں تو اوس میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی زائل شدہ حیات کو پہر
 حاصل کر سکے بلکہ ہمارے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتا اور جہانِ لایرجعون سے
 کہ ہم نے مردوں کو زندہ کیا اوس سے بھی کامل درجہ کی قدرت ہی کا اظہار مقصود ہے
 کہ جو تمہاری عقلوں میں محال دکھائی دیتا ہے اوسکو ہم نے واقع کر دکھایا۔ اسکی
 کہ دونوں آیتوں کے مضمون میں کسقدر توافقی ہے حاصل مطلب اونکا یہی ہوا کہ ہم

ہر طرح کا دور ہیں، مذکورہ لڑکے چار بیگنوں سے خارج ہو سکتا ہے، نہ مردہ زندہ کہ جبید
ہم مردہ کہ جبید ہیں تو وہ زندہ نہیں ہو سکتا، مردہ کہ جبید زندہ کہ سبب ہیں تو وہ انکار
اور سبب ہیں کہ سبب۔

مگر اچھا سبب نہ تھا، یہی اگر سبب ہے، اگر اسکا نام تدارض ہو تو اس
فہم کا تھا، جس سے آیتوں میں پیدا ہو جائیگا، مثلاً حق تعالیٰ فرماتا ہے ان الفیض کہوا
سوا، یعنی ہم انڈر ہی ہم تم تنڈر ہی ہم لایونوں جسکا مطلب یہ ہے کہ کفار ایمان نہ لائیں
حالانکہ ہزار بار انکار اس آیت کے نزدیک پیدا ہوا، لاسے اور لائے جاتے ہیں، دیکھتے انہم
لایونوں میں جو بات ہے وہی انہم لایونوں میں بھی ہے، اگر انہم لایونوں سے رجوع ہوتے
غیر ممکن ثابت ہوتا ہے تو انہم لایونوں سے بھی کفار کا ایمان لانا غیر ممکن ہو جائیگا، اگر جب
ہمیں معلوم ہو گیا کہ بصدق یہی میں بشار الی حداد مستقیم کے حق تعالیٰ جسکو چاہتا ہے
راہ راست پر لانا ہے اسوجہ سے کہ کفار ایمان لائے، تو اسکا بھی ہمیں یقین ہو گیا
کہ وہ جس مردہ کو چاہتا ہے زندہ کر سکتا ہے جسکو وقوع پر بھی موتی وغیرہ آیات گو
سداق ہیں۔

فصل ہے کہ اکثر محاورات قرانیہ وغیرہ میں عام طور پر کوئی بات کہی جاتی ہے
مگر لحاظ فرمائیں اور اسکی تخصیص پیش نظر ہا کرتی ہے اسکی نظیر میں قرآن شریف میں بکثرت
موجود ہیں ایک وہی آیت جو جو ابھی مذکور ہوئی اور ایک آیت یہ ہے والملائکۃ
سبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض الا ان الشکوه الغفور الرحیم یعنی فرشتے اللہ کی
تسبیح اور حمد کیا کرتے ہیں اور زمین میں رہنے والوں کے گناہوں کی مغفرت اور معافی
مانگا کرتے ہیں اگر اسکا مطلب یہ سمجھا جائے کہ تمام اہل زمین کے حتیٰ کہ مشرکین کے لئے

یعنی اس وقت تک کہ یہاں آگے نہ پہنچیں۔ تو اگرچہ یہاں تک کہ یہاں آگے نہ پہنچیں تو جو حق تعالیٰ اور کونسی چیز کو پار پاتا جیسا کہ اس مسئلہ میں کہ منسج فواد یا کسما نعل تعالیٰ ماہون یعنی مالوں آمنوارہ سیغفر والشکرین و لو ہوا لقا اعلیٰ تجربی یعنی بنی امویہ یا نون کو دریا باہرین کہ شکرین کی منسجرت کی رضا نگین اس کے ظاہر ہے کہ فرشتہ صرف مسلمانوں کی منسجرت کی دعا کیا کرتے ہیں ورنہ عبادہ و عروہ و عرش کرتے کہ حسب فرشتہ ان کو شکرین کی منسجرت مانگتے کہ اجازت سے لڑ نہیں بطریق اولیٰ اور کسی اجازت ہوتی چاہیے اس لئے کہ پہرہ و بہت سے مشرکوں کی ترابست کا حق بھی ہے حالانکہ یہ درخواست کبھی پیش نہ ہوئی اس سے ثابت ہے کہ صحابہ نے من فی الارض سے مراد عام اہل زمین نہیں سمجھا بلکہ بقرہ آیت شریفہ دعا کا ان یعنی والذین آمنوا اور کسی شخص سے مسلمانوں ہی کے ساتھ کی۔ اس طرح انہم لایرجون سے مراد کل مردوں کے ہیں بلکہ جن مردوں کا زندہ ہونا دوسری آیتوں سے ثابت ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے من فی الارض سے مشرکین مستثنیٰ ہیں۔

اسی طرح یہ آیت شریفہ ہے یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التي انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین یعنی اسی بنی اسرائیل میری اور نعمت کو یاد کرو جو تم کو دی تھی اور یہ کہ فضیلت دی تھی تم کو تمام عالموں پر یہ بیانات ظاہر ہے کہ تمام عالموں میں تمام انبیا اور تمام ملائکہ بھی داخل ہیں یہ کیا ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کو ان تماموں پر فضیلت دی گئی تھی ہرگز نہیں۔ عرض کہ جس طرح دوسری آیتوں سے ملائکہ وغیرہ عالمین سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح دوسری آیتوں سے زندہ شدہ مردوں لایرجون کے حکم میں داخل ہونے نہیں سکتے

اسی طرح یہ آیت شریفہ ہے قال فخذوا بقرۃ من الطیر فصرہن ایک ثم اجعل علی کل بیہل منہن ضرباً۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ پرندوں کو گلوں سے کر کے پھاڑوں پر رکھو

جس کی نسبت آیت شریفہ میں عقل کل جعل مذکور ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کل ذیل میں تمام ذرات
 کے بہاؤ شامل ہیں مگر بقیرت عقل کل جعل سے مراد چند خاصہ بہاؤ تھے اسطرح بقیرت
 عقل کل لایرجون سے مراد وہی مردے ہیں جنکا زندہ ہونا مشیت الہی میں نہیں اسلئے کہ جب
 خدا سے انھالی ہے چند مردوں کے زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا اور عقل بھی اس قدرت الہی
 کو بہاؤ رکھتی ہے تو عقل کو اسی دیتی ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے بیشک وہ
 مردے زندہ ہونے تھے اسلئے لایرجون کے حکم سے وہ خارج ہیں۔

اسی طرح برآیت شریفہ ہے وید خلق الانسان من طین ثم جعل نسائہ من سلاۃ من ماء
 ہمین یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر مٹی کی بخوڑ سے یعنی مٹی سے جو ایک
 حقیر پانی ہے اسکی نسل جلالی اسطرح خلقنا کہ من تراب ثم من نطفۃ جس سے ظاہر ہے
 کہ کل انسان نطفہ سے پیدا ہوتے حالانکہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں جبکہ
 آیت شریفہ وال ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خالقہ من تراب ثم قال لکن یقولون یعنی مثلاً
 عیسیٰ علیہ السلام کی آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اوکو مٹی سے بنایا پھر کن سے پیدا ہوا
 جس طرح اس آیت شریفہ کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام آی خلق الانسان من سلاۃ کے حکم میں
 داخل نہیں اور نطفہ سے اوکی تخلیق نہیں سمجھی جاتی اسطرح وہ مردے جو زندہ کئے گئے

لایرجون کے حکم میں شریک نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے لا تحسبن الذین یفرحون بما آتوا
 ویحسبون ان یمجدوا بما لم یفضلوا فلا تحسبنہم یمفازۃ من العذاب ولہم عذاب الیم یعنی جو لوگ
 خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور جانتے ہیں کہ تعریف ہوں گے پرسو نہ جانو کہ وہ عذاب
 خلاصی یا دیکھنے بلکہ اوکو عذاب دردناک ہوگا بخاری شریف میں ہے کہ مردان لے
 ابن عباس سے پچھوایا کہ اگر یہی بات ہو تو ہم سب معذب ہونگے اسلئے کہ یہ صفت ہم سب

میں موجود ہے ابن عباسؓ نے فرمایا واما کم داءہ ذہ انما دنا البیہی صلی اللہ علیہ وسلم ہو افسا بہ عن شی

فکتموہ ایاہ و اجبروہ بغیرہ فاروہ ان قد استحمدوا الیہ بما اجبروہ عنہ فیما سألہم و فرجوا باہا ارتوا اس کتابہم

الحمدیث رواہ البخاری یعنی ہم لوگوں کو اس سے کیا تعلق اس سے ملا وہ یہ وہ ہیں جن سے حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پوچھا تھا انہوں نے اصل معاملہ چھپا کر کوئی اور بات بتلا دی اور اسی پر

پہرہ اپنی تعریف چاہی اس سے ظاہر ہے کہ الذین عام ہے کہ مراد اس سے چند مخصوص لوگ

الحاصل اسکے نظائر بکثرت ہیں کہ دوسری آیتوں وغیرہ سے حکم عام کی تخصیص ہوا

کرتی ہے یہاں تک کہ یہ مشہور ہے ان من عام الاخص منہ البعض اب اہل انصاف

غور فرماوین کہ جب انہم لایرجون کا حکم اون زندہ شدہ مردوں پر شامل ہی نہیں تو تعارض کسا

اس سے ظاہر ہے کہ مراد صاحب زبردستی تعارض پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں

اور اگر ظاہری تعارض کے لحاظ سے تاویل کی ضرورت ہے تو صرف لایرجون میں تاویل

کیونکہ نہیں کیجاتی جو کسی طرح بے موقع نہیں بلکہ بحسب محاورات قرآنیہ شائع و ذائع ہے جبکا

حال معلوم ہوا کہ خود خدا تعالیٰ کو یہ تاویل منظور ہے۔ پھر ایسی تاویل کیچھوڑ کر بدنامتاویلین

کرنا جسکے سننے سے مسلمانوں کے رد گنگے کپڑے ہو جاتے ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ

خدا تعالیٰ کا کلام بگاڑا جاتا ہے کس قدر ایمان سے دور ہے۔

اس تقریر سے اون استدلالوں کا جواب بھی ہو گیا جو مراد صاحب کی جانب سے

پیش ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وکم املکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لایرجون و قوله

تعالیٰ دلائلہم لایرجون تو ہیئتہ دلالات الیہم لایرجون کیونکہ زندہ شدہ مرد سے خود بخود رجوع نہیں کر سکتے

بلکہ حق تعالیٰ انکو زندہ کیا اور اگر مطلق رجوع مراد لیا جائے تو دوسری آیتوں کی شہادت سے

وہ لایرجون میں داخل ہی نہیں اور جس طرح ہم لایرجون سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی

کا فریاد نہ لایا ہی نہیں یا سزا دینا ہے۔ اس سے ہمیں اپنا سینہ نہیں چھوٹانا کہ اگر ہم وہ زندہ ہر ایسی
 اور اس آیت شریفہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے۔ انکو یوم القیامت بشنوں کہ اس زندہ
 میں کہیں تھک نہ ہو گا۔ سلوہ نہیں یہ کس بنا پر ہے۔ کسی سے نہیں کہا کہ قیامت میں مردوں
 نہ اچھٹیلے البتہ مرزا صاحب اسکا قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مردوں سے سوال کی راہ سے
 جنت میں کہیں تھک نہ ہو گا اور پھر نہیں فرماتے کہ جس سے ظاہر ہے کہ قیامت و شکر کی ضرورت
 نہ ہے۔

شاید ان حضرات سے یہ سزا دینا بہت ہی ہلکا ہے کہ زندہ شدہ مردوں کو کبھی موت
 نہ دلا جائے۔ یہ سزا دینا ہم نے کہا کہ جس کی صورت میں سوال ہوا اور نہ یہ نہیں بلکہ
 ہم یہ کہتے ہیں کہ جن مردوں کو حق تعالیٰ زندہ کیا اور اس سے صرف قدرت غائی مخصوص
 پر جب تک چاہا اور گو زندہ رکھا اور شل دو مردوں کے وہ بھی حرکت اور قیامت میں سبکے
 ساتھ ان کا بھی تشریح ہو گا اور یوم القیامت میں ان کے نام میں شریک ہو جائینگے۔

اس استدلال میں اظہار خاص یہ ہے کہ انکم یوم القیامت تبعثون میں مفلحون کی
 تفسیر ہے اور اس سے استدلال یہ ہو رہا ہے کہ اگر شت ایض افراد قبل قیامت زندہ نہیں کئے
 گئے۔ گو خداے تعالیٰ نے انکی زندگی کی تہیاری ہے۔

اور اس حدیث شریفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ بعد شہادت جابر ہونے
 حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ پھر دنیا میں رجوع کرنے کی اجازت ہوتا کہ دوبارہ درجہ
 شہادت حاصل کریں اسپر ارشاد ہوا انی قمیئت انہم لایرجعون اور ایک روایت میں ہے
 قد سبق القتل منی انہم لایرجعون یعنی میں پہلے قتل کر چکا ہوں کہ وہ لوگ نہ لوٹینگے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ ہی قاعدہ اس عالم میں مقرر فرمایا ہے

کہہ کر مئی جا رہا ہوں اور یہی ہمارا اللہ اور سنتہ اللہ سے جسکی نسبت ارشاد ہے اور سنہ
 سنہ اللہ تبدیل و نوبتیا سنہ اللہ توفیق فرمایا یہ دیکھنا چاہئے کہ کسی مصلحت سے عاوت کے
 کہی بدل دینا ممکن ہے یا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ سزا قرآن شریف میں بہت سے
 واقعات میں بیان رکھتے ہیں جن سے ثابت ہے کہ اکثر عاوتوں کے خلاف بھی کیا ہے مثلاً تمام
 روسے زمین پر دست و واحد میں ایسا طوفان ہو جانا کہ کل پہاڑ تک خرق ہو جائیں بالکل خراب
 عاوت ہو اور فرج علیہ السلام کے وقت ایسا ہی ہوا کہ طوفان سے کئی آدمی اور عیون گئے
 عاوتہ آگ بہ چھیر کو جلا دیتی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام پر سورج کو لانی لاطمی رسانپ بن جانا اور
 اوسکے مارنے سے دریا پھٹ کر اس میں راستے ہو جانا اور ایک مار سے تہہ زمین بارہ چشمے
 جاری ہو جانا خلاف عادت ہے مگر دسی علیہ السلام سے وہ سب تو زمین آسکے پھلنے کے
 پیدل زمین آدمی کا زندہ رہنا خلاف عادت ہے مگر یونس علیہ السلام اوس میں ایسے رہے
 جیسے کرئی گھر میں رہتا ہے بغیر در کے عورت کو اولاد ہونا محال سمجھا جاتا ہے حالانکہ عیسیٰ
 علیہ السلام کی پیدائش ایسی ہی ہوئی۔

چنانکہ کاشق ہونا مثلا عقل مثلا عادت ہو یا وجود اسکے ہمارے سن کر ہم منی اللہ علیہ وسلم
 نے اوسکو واقع کر دکھایا جسکے مزاج صاحب بھی قائل ہیں ان کے سوا مدخل خوارق عادت
 قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جن سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کسی خاص مصلحت سے
 عادت کے خلاف بھی کرتا ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر کسی کی درخواست پر عادت بدلنے

کرے۔
 چوتھو کہ جابر رضی اللہ عنہ کی درخواست میں کوئی عمومی مصلحت نہیں بلکہ تلذذ کی وجہ سے
 اونکا ذاتی شوق تھا کہ زندہ ہو کر پہراہ خدا میں شہید ہوں اگر یہ درخواست منظور ہوتا

تو خیر یہی ہوتا ہے اور خلاف عادت اور عادت ہو جاتی ہیں سے اعلیٰ درجہ کا خارق عادت
 زادتی اور میں داخل ہو جائیگا سخت اثبات تھا اور اس سے بڑا مقصود نوت ہو جاتا
 کہ اعلیٰ درجہ کا خارق عادت میں شریک ہو جانا حالانکہ وہ ممکن نہیں کیونکہ حق تعالیٰ
 فرماتا ہے ولن تجد لسنة الله تحویلاً غرض کہ مصلحت الہی مقتضی ہوئی کہ وہ زندہ کئے جائیں
 صاف جواب مل گیا کہ یہ امر عادت اور قانون فطرت کے خلاف ہے اس لئے یہ درخواست
 مسترد نہیں ہو سکتی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کو خرق عادت پر قدرت
 نہیں یا کہی نہیں کیا اسکی مثال یونہی جیسا وہاں ہے کہ بادشاہ مقتدر اپنے ملک میں کوئی دستور
 مستحکم کرے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ اس دستور کے خلاف درخواست کرے مگر اس سے
 یہ لازم نہیں کہ کسی ہی خاص مصلحت اور ضرورت ہو بادشاہ خلاف قانون کرے گا بلکہ
 عند الضرورت اپنے شاہی اقتدار سے کسی فقرہ کے خلاف عمل کرنا انہیں سمجھا جائیگا اور
 کسی کو پوچھنے کا حق نہ ہو گا کہ خلاف قانون کیوں کیا گیا۔

الحاصل جابر رضی اللہ عنہ کی درخواست منظور نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا
 کہ خدا تعالیٰ نے بطور خرق عادت کسی مردہ کو زندہ کیا ہے نہیں خصوصاً ایسی حالت میں
 کہ خود اپنے کلام پاک میں خبر دے رہا ہے کہ کئی مردوں کو ہم نے زندہ کیا۔

ایک قاریانی صاحب نے التعلیل العجیب میں لکھا ہے کہ اگر ان چاروں مقارن

میں یعنی فامانہ اللہ تبارک و تعالیٰ عام غم بعثتہ وغیرہ میں حقیقی احوالی موتی مراد ہوتا تو خدا سے علیم
 اموات کے ترکہ کی تقسیم کے احکام تفضیلاً فرماتا اور عورتوں کے شوہر کے مرنے پر عدت
 اور خانہ نشینی کی ہدایت دیتا بلکہ کحل ثانی کا حکم بھیجا بلکہ یوں حکم کرتا کہ خبردار میت کے

مال کی طرف ہاتھ نہ بڑھاو ہم اسکو قریب میں واپس کرنے والے ہیں اور عورتوں کو تا کہ

ارشاد ہوتا کہ زہار وغیرہ سے نکاح نکر لینا عتق سبب ہم تمہارے خاوند و نگو تمہاری طرف
 لوٹانے والے ہیں اور اس قسم کی ہیبت سے تعزیرات و لوازم کچھ جن کا مطلب یہ ہے
 کہ خدا تعالیٰ نے احیائے اموات کی خبریں جو قرآن شریف میں دی ہیں کہ عزیر علیہ السلام
 وغیرہ کو ہم نے زندہ کیا تھا اگر اونکا یقین کر لیا جائے تو یہ کہنا پڑیگا کہ اب نہ کسی کا مال
 متروکہ بندہ موت تقسیم ہو سکے نہ عورتوں کو نکاح ثانی کی اجازت ملے کیونکہ عزیر علیہ السلام
 زندہ ہوئے تھے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو جائے تو بڑی دقیقین لائق ہونگی جن میں سے
 ایک ہے کہ موت سے پہلے موت کا سامنا ہو جائیگا اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اہلکنا
 الاولیٰ یعنی پہلے زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا اسلئے اب نہ کسی کو کہا نا سوچے نہ پیمانہ نکاح
 وغیرہ اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور یہ بھی کہنا پڑیگا کہ آگ
 سرد ہے اسلئے کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق میں سرد ہو گئی تھی مگر کوئی عقلمند اس قسم کے استدلال
 کو جائز نہ رکھیگا اسلئے کہ گزشتہ کا خاص کوئی واقعہ بیان کرنا اسکو مقتضی نہیں کہ ہر وقت اور
 قسم کے واقعات ہوا کریں خصوصاً ایسے واقعات کہ جبکا خارق عادت ہونا مسلم ہے کوئی مسلم
 اسکا قائل نہیں کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر مردہ کو زندہ کیا کرتا ہے غرضکہ احیاء اموات
 کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم میراث وغیرہ کی اجازت ہے اگرچہ اس میں بھی شک نہیں
 کہ حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اب بھی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے مگر ہمارے دین میں تمہارا
 پر واقعی آثار مرتب نہیں ہو سکتے اسبوجہ سے کہ ہر وقت آدمی کو موت کا احتمال لگا ہوا ہے
 مگر اس احتمال پر یہ حکم نہیں ہو سکتا کہ اسکا مال ترکہ میں تقسیم کر دیا جائے یا اسکی عورت
 عدت میں بیٹھے اور نکاح ثانی کر لے۔ غرضکہ جب تک آدمی نہ مرے نہ اسکا مال ترکہ ہو سکتا
 نہ اسکی عورت بیوہ اسبطح جب تک مردہ زندہ نہ ہونا اسکے مال سے ورثہ محروم ہوں

نہ اسکی عورت عدت دیکھی سے تسبیح -

مہر صاحب جو کہتے ہیں کہ کوئی مرد وہ اس عالم میں زندہ نہیں ہو سکتا سو غلام

اسکے کہ قرآن شریف کی کئی آیتیں اس دعوے کی تکذیب کر رہی ہیں احوادیت اور واقعات سے

بھی انکار و ہور با ہے چنانچہ ان روایت سے ظاہر ہے۔ علامہ قسطلانی رحمہ نے مواعظ لکھنے

میں اور ملا علی قاری نے شرح شفاء قاضی غیاض رحیمین دلائل بہتھی سے نقل کیا ہے۔ ان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا رجلا الى الاسلام فقال لا اومن بک حتی یحیی الی ابعتی فقال النبی صلی

الرفی قبرا فراه اياه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا فلانہ فقال لیک وسعدیک فقال صلی اللہ

علیہ وسلم ان رجلی فقال لا والله یا رسول اللہ انی وجدت اللہ خیر الی من ابوتی ووجدت

الآخرة خیرا من الدنیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو دعوت اسلام کی اوس نے

کہ جب تک میری لڑکی کو آپ زندہ کر دے گے میں ایمان نہ لاؤں گا پتے نہ فرمایا اسکی قبر کہاں ہے

اوس نے قبر کو پہلا رہی حضرت نے اوس لڑکی کا نام لیکر پکارا اوس نے جواب دیا حضرت نے

فرمایا کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہو کہ یہ دنیا میں لوٹے اوستے قسم کھا کر کہا کیا رسول اللہ میں یہ نہیں

چاہتی میں نے خدا کو اپنے مانیپ سے اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا ۛ

لوسی ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی و ابو نعیم عن السنن قال کنانی الصفة عند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانتہ عجزا عما تمہاجرة معها ابن ہما قد بلغ فلم یبیت ان اصابہ وبال اللہ

قرض ایانا ثم فغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ ای النساء بجا زہ فلما اردوا ان یغسل

قال یا انس ایت امر فاعلمہ فاعلمتها فجارست حتی جلست عند قدمیہ فاخذت بہا ثم قالت

انی اسلمت الیک طوعا وقلبت الاوثان زہذا و باجرت الیک رغبۃ اللہم لا شمت عبدہ

الاوثان ولا لکنی فی ہذا مصیبتہ ما لاطا قہ لی بجل فواللہ ما انقضی کلامہا حتی حرک قدمیہ والقر

الثوب عن وجهه وطعم وطعمنا مع وعاش حتى قبض النبي صلى الله عليه وسلم وملكتم امر ذكره الزرقالي
 في شرح المواهب اللدنية يعني انش رضي الله عنه کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں
 حاضر تھے کہ ایک نابینا بڑھیا ہجرت کر کے اپنے جوان فرزند کے ساتھ حافر خدمت ہوئیں تو پڑھے
 دن نہیں گزرے تھے کہ اونکا لڑکا باپ سے پیار ہوا اور چند روز میں انتقال کیا حضرت نے اوسکی
 انگلیں بند کر کے انش کو اوسکی تہیز تکفین کا حکم دیا جب ہم نے اوسکے غسل کا ارادہ کیا تو حضرت
 نے فرمایا کہ اوسکی مان کو خبر کرو وجنانچہ سنتے ہی وہ آئین اور اپنے لڑکے کے پیروں کے پاس
 بیٹھ کر اوسکے دونوں قدم پکڑیں اور کہنے لگیں یا اللہ میں خوشی سے اسلام لائی تھی اور بے
 سے تمہوں کو جو پڑ دیا تھا اور کمال رغبت سے تیری طرف ہجرت کی تھی یا اللہ ایسا تمہ
 کہ سبت پرست دشمن نہیں اور اس مصیبت میں وہ بار مجھ پر مت ڈال جسکے اٹھانیکے جو میں طا
 ہین انش کہتے ہیں کہ ہنوز یہ کلام پورا نہیں ہوا تھا کہ اوس لڑکے نے پاؤں ہلائے اور
 اور کپڑا منہ سے اٹھا دیا اور ہمارے ساتھ اوس نے کہا نا کہا یا اور حضرت کے وفات کے
 بعد تک زندہ رہا اور اس اثنا میں اوسکی مان کا بھی انتقال ہو گیا۔

وہ مشہور میں امام سیوطی نے لکھا ہے و اخرج ابن ابی الدینانی کتاب من عاکف

بعد الموت عن معاوية بن قرة قال سالت نبوا اسرائيل عيسى فقالوا ان سام بن نوح ورن
 ہنساقربا فادع اللہ ان یغیبہ لنا فمخفف فخرج اشمط یعنی بنی اسرائیل نے عیسیٰ السلام سے
 درخواست کی کہ سام بن نوح کی قبر یہاں سے قریب ہو اوسکے زندہ ہونے کی دعا کیجئے
 آپنے اون کو بھلا اور وہ قبر سے نکل آئے اس حالت میں کہ دو مویہ تھے یہاں تک
 بات اور بھی معلوم ہوئی کہ ابن ابی الدینار نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں اون
 لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اور یہ روایت بھی درمنثور میں ہے واخرج احمد بن بشر وابن عساکر من طرق عن ابن عباس قال كانت ليهو ويحيى بن عيسى - الى ان قال فمر ذات يوم باحدة قاعده عند قبر وهي تكي فسالها فقلت ماتت ابنته لي ولم يكن لي ولد غير ما فصلى عيسى ركعتين ثم نادى يا فلانة قومي يا ذن الرحمن فاخرجني فتحرک القبر ثم نادى الثانية فانصدع القبر ثم نادى الثالثة فخرجت وهي تفض راسها من التراب الحديث يعنى ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک عورت پر ہوا جو قبر کے پاس روتی بیٹھی تھی آپ نے حال دریافت فرمایا اوس نے کہا کہ میری ایک لڑکی تھی جس کا سوا میری کوئی اولاد نہیں وہ مر گئی آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر اوس کو بچا رکھا کہ خدا کے حکم سے کپڑی ہو جا اور نخل آسکے ساتھ ہی قبر کو حرکت ہونی پر دوسرے بار بچا جس سے قبر شقی ہوئی پہر تیسرے بار کے بچا نے پر وہ لڑکی سر سے مٹی چھٹکتی ہوئی نکل آئی۔

اور یہ روایت بھی درمنثور ^{۳۲۶} میں ہے جسکی تخریج ابن جریر اور ابن عساکر نے ابن عباس سے کی ہے یہ روایت طولانی ہے ماہل اسکا یہ ہے کہ ایک شاہزادہ مر گیا تھا اوسکے باپ نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ زندہ کیا جائے آپ نے دعا کی اور وہ زندہ ہو گیا اور یہ روایت بھی درمنثور ^{۳۲۷} میں ہے واخرج احمد بن الزید عن خالد

الحداد قال کان عیسی بن مریم اذا سمع رسلہ یقولون الموتی یقول لهم تو لو اکذا وکذا فاذا وجدتم حشریرة ودموت فادعوا عند ذلک یعنى عیسی علیہ السلام جب اپنے رسولوں کو بھیجتے تو انکو مردوں کے زندہ کرنے کی تدبیر بتلا دیتے کہ یہ کلمات کہا کرو اور جب جسم پر روٹ گئے کپڑے ہو جائیں اور اشک پہنے لگیں تو اوسوقت دعا کرو۔

اور یہ روایت بھی درمنثور ^{۳۲۸} میں ہے واخرج احمد بن الزید عن ثابت قال

انطلق عیسیٰ علیہ السلام زیورہ خالہ فاستقبلہ انسان فقال ان اناک قد مات فخرج فسمعت بنات
 انجیہ بریوعہ عنہن فایتھن وقلن یا رسول اللہ رجعتک اشد علینا من موت ابنا قال فانطلقن
 فاریثنی قبرہ فانطلقن حتی اریته قبرہ قال فصوت بہ فخرج الحدیث یعنی عیسیٰ علیہ السلام اپنے
 کسی بہانی کی ملاقات کو گئے ایک شخص نے کہا کہ اونکا انتقال ہو گیا آپ نے لوٹنا چاہا آپ کے ہمراہ
 کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہنے لگیں کہ آپ کا واپس جانا ہمارے باپ کے انتقال سے
 زیادہ ہم پر شاق ہے فرمایا آپ نے باپ کی قبر کہلاؤ وہ ساتھ ہوئیں اور قبر کی نشاندہی کی آپ نے
 صاحب قبر کو پکارا چنانچہ وہ قبر سے نکل گئے۔

بہجتہ الاسرار میں شیخ نور الدین علی الغنی نے لکھا ہے کہ شیخ ابو بکر شیبکی اکبر اکیلا
 بیٹے ہوئے تھے سو سے زیادہ پرندے وہ ان اتر آئے شیخ کو ادنیٰ آوازوں سے تھوڑی سی
 اور غصے سے اونکی طرف دیکھا فوراً سب مگھٹے شیخ کو اونپر رحم آیا اور کہا الہی میرا مقصود یہ تھا فوراً زندہ ہو کر آؤ
 اور۔ اسی میں لکھا ہے کہ ایک روز بطیحہ میں سات شخصوں نے بہت سے
 پرندوں کا شکار کیا مگر سب مردار ہو گئے تھے شیخ عثمان بطیحی گئے اور کہا اس شکار سے
 تمہیں کیا فائدہ نہ خود کہا سکتے ہو نہ کسی کو کہنا سکتے ہو اور لوگوں نے کہا کیوں فرمایا اسلئے کہ وہ
 تو سب مردار ہیں کیسے بطور استہزا کہا کہ اگر آپ سے ہو سکتا ہے تو زندہ کر دیجئے آپ نے کہا بسما
 اللہ اکبر اللہم ایھا ما حی العظام وہی ریمیم یہ کہتے ہی وہ سب زندہ ہو کر آ گئے۔

اور اسی میں ہے ایک شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے ایک
 شخص نے کہا میری خواہش ہے کہ تم رغایان جو اڑ رہی ہیں اون میں سے ایک اور دو
 روٹیان اور ٹھنڈا پانی میرے رو برو ہوا اپنے قبول کیا چنانچہ وہ سب چیزیں نزل ہو گئیں
 جب وہ کہانیسے فارغ ہوا تو اپنے اس مرغابی کی ہڈیاں لیکر کہا اذہبی بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہتے ہی وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔

اور اوسے ^{تین} تین ہفتے کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ^{رضی اللہ عنہ} سے
 کہا کہ میں دیا آج اپنے دوستوں کو مہماندہ اور سلوک میں مشغول فرمایا ایک روز وہ عورت آئی
 اور دیکھا کہ حضور کے روبرو مرغ کا گوشت ہے اور اپنے لڑکے کے روبرو سوکھی جو کی روٹی
 یہ اذکونہ ناگوار ہوا حضرت نے اس مرغ کی پٹیوں پر ہاتھ رکھا فرمایا اٹھ اسد کے حکم سے وہ
 فوراً زندہ ہو کر اٹھ کھڑا تو پھر اس عورت سے فرمایا جب تیرے لڑکے میں یہ بات پیدا
 ہوگی اور سوقت وہ مرغ کہا سکتا ہے۔

اور اوسے ^{تین} تین ہفتے شیخ علی بن یحییٰ کے حال میں کہا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص
 قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام معلوم نہیں کی وجہ سے قریب تھا کہ دو گاؤں کے لوگوں میں کشت
 ہو تو نہ ہو شیخ نے وہاں چلا گئے اور مقتول کے سر کے بال بکڑ کر پوچھا کہ کس نے قتل کیا وہ اٹھ
 بیٹھا اور شیخ کی طرف دیکھ کر باہر از بلند فصیح زبان سے کہا کہ فلان شخص نے مجھے قتل کیا چنانچہ
 سچے سنا اور اوسے قول پر فیصلہ ہو گیا۔

اور اوسے صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے کہ ایک بار سید احمد رفاعی رہنے مریدوں کے
 ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اپنے فرمایا کہ اسوقت چھلی کا گوشت کھانا چ
 چاہتا ہے یہ کہتے ہی اقسام کی چھلیاں کنارے پر گئیں اور کثرت سے شکار ہوا اور کراہیوں
 اور کئی گئیں جب سب کھانے سے فارغ ہوئے اور چند قیلے باقی رکھئے اس طور پر کہ کسی کا شکار
 تو کسی کی دھم وغیرہ اور سوقت ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت شخص تمکن کی کیا صفت ہے
 فرمایا کہ تمام خدائق میں اوسکو عام تصرف دیا جائے اوس نے کہا اسکی علامت کیا ہے
 فرمایا اگر وہ ان چھلیوں سے کہدے کہ چلی جا میں تو وہ چلی جا میں پھر ان قتلوں کی طرف

خطاب کر کے فرمایا اسی مجھیلیوں اللہ کے حکم سے تم اٹھو اور چلی جاو یہ کہتے ہی وہ سب زندہ ہو گئے اور وریامن کو درپڑیں -

پھر، دایمین بھجیہ الامرار میں ہیں جو نکلا اسکے مصنف شیخ نور الدین علی بن محمد ثمین سے ہیں اسلئے ہر روایت کو بغیر حدیث بسند متصل بیان کیا۔ فتح المبین ^{صلی} فیما یتعلق بترایق الحجین میں صاحب بھجیہ الامرار کے حال میں لکھا ہے قال الامام الذہبی المشہور الذی ہر من اعظم علمہ بالحدیث

والکاہر الذی یقال عندہ انہ محکم الرجال ومیسارہم العارف باحوال رجال الحدیث والروایۃ فی کتابہ طبقات المقرین فی ترجمتہ مصنف البھجیہ الفاضل علی بن یوسف بن جریر الخلی الشافعی الامام الاحقر

المصری نور الدین شیخ الفخر بالذکار المہرۃ ابو الحسن تصدق للاقراء والتدریس بالجامع انازیر وقتہ حضرت مجلس اقرانہ داستانت بسمتہ وسکونہ - دیکھئے امام زمخشری جیسے شخص مصنف بھجیہ الامرار کو امام الاحقر یعنی امام یگانہ روزگار کہتے ہیں اور انکی مجلس کی انصوری کو باعث فخر سمجھتے ہیں تو کس درجہ کے مستند علیہ شخص ہونگے -

اور نیز فتح المبین ^{صلی} میں محمد بن محمد بن جریر صاحب حصن حصین کا قول نقل کیا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ کتاب بھجیہ الامرار میں نے مصر میں کامل پڑھی اور شیخ عبد تقا درجوا کا بر مشائخین مصر

سے تھے اور ان سے اوسکی اجازت لی، اس سے بھجیہ الامرار کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے کہ محدثین اوسکو سبقتاً سبقتاً پڑھا کرتے تھے اور مثل صحاح ستہ کے اوسکی بھی اجازت لیا کرتے تھے۔ جب نقاد حدیث نے اس کتاب کے مصنف کو امام واحد کہدیا اور محدثین کے درس و تدریس میں وہ کتاب رہی تو اب کسکی مجال ہے کہ اوسکی روایتوں میں چون و چرا کر سکے۔

امام یافعی نے روض الریاحین میں لکھا ہے کہ شعبی ^{صلی} کا شیخم وید واقوس ہے کہ ایک جماعت میں سے چھا دیکھئے آئی اون میں سے ایک شخص گاگد باگر گیا ہر چند وقتانے لکھا

سواری کے لئے اپنے گدھے پہنچ سکتے مگر اونہوں نے قبول نہ کیا اور وہ رُک کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ الہی تیری راہ میں تیری رضا مندی کے لئے میں جہاد کر کے اپنے لئے بھلا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تادمہ وہوں کو تو قبروں سے اٹھاتا ہے اے الہی تیری تجھے یہ طلب کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دے، یہ کہہ کر گدھے کو مارا وہ کان چٹکتا ہوا فوراً گھبرا ہوا گیا وہ اوسپر سوار ہوئے اور اپنے رنقاء سے جا لے۔

اور اس میں ^{۲۹} لکھا ہے کہ ایک روز چند پرندے بریان شیخ مفرج حمر کے دسترخوان پر لائے گئے آپ نے ان سے کہا کہ اگر جاؤ وہ سب زندہ ہو کر اٹھ گئے۔

فتاویٰ حدیثیہ میں مذکور ہے کہ علامہ ابن حجر ہیتمی کی اس سے سوال کیا گیا کہ اگر آئینہ معجزہ کے درجہ کو پہنچ سکتی ہے یا نہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ اہل سنت و جماعت کے کل فرقے یعنی فقہا اصولیین اور محدثین وغیر ہم سب کرامت کے وجود کے قائل ہیں مستزلا کے قائل نہیں۔ پھر اہل سنت کے دلائل احادیث سے بیان کئے اور لکھا کہ کرامت اور معجزے میں کوئی فرق نہیں سوائے اسکے کہ معجزہ دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لئے ہے اور کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے جو نبوت کا دعویٰ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ دعویٰ کرتے ہی ولایت کرامت اوسکی سلب ہو جائیگی اور وہ کافر ہو جائیگا اسکے بعد کئی واقعات احوال کے بیان کئے جو بطور کرامت اولیاء اللہ سے صادر ہوئے ہیں چنانچہ چند واقعات کا ترجمہ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ عبدالستری جہاد کے لئے جا رہے تھے راستہ میں اونکی سواری کا گھوڑا مر گیا انہوں نے دعا کی کہ الہی یہ گھوڑا مجھے اوسوقت تک عاریت دے کہ میں اپنی بستی تشریح کو پہنچ جاؤں اوسوقت گھوڑا گھبرا ہوا گیا اور اوس سفر میں پوری رفاقت

دی اور جب شکر کو پہنچے تو خوگیا اتار تے ہی وہ مر گیا۔

اور ایک اعرابی کے اونٹ کے زندہ ہونے کا واقعہ بھی اسی قسم کا نقل کیا ہے اور

کہا ہے عن سہل التستری انه قال الذکر عند علی الحقیقہ لوسم ان یحیی الموتی لفعیل یعنی سہل تستری کہتے ہیں حقیقی طور پر جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرے اگر وہ مردہ کو زندہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور کہا ہے کہ شیخ اہل البعثت کے پاس ایک بلی پلی ہوئی تھی خادم نے اسکو مار ڈالا اور جب شیخ نے اسکا حال کئی روز کے بعد پوچھا تو اپنی لاعلمی ظاہر کی شیخ نے حسب عادت بلی کو پکارا فوراً زندہ ہو کر آئی۔

اور کہا ہے کہ شیخ ابو یوسف دہانی سر کے کسی مرید کا انتقال ہوا جس سے اس کے قرابت دار نہایت مغموم تھے آپ وہاں تشریف لینگے اور رقم باذن اللہ تعالیٰ اوس سے کہا فرما وہ اٹھ کھڑا اور ایک مدت تک زندہ رہا۔

تقیات الانس میں مولانا جامی نے عن القضاة ہمدانی کے حال میں کہا ہے کہ آپ سے اعلیٰ درجہ کے خوارق عادات مثل احیاء و اماتت ظہور میں آئے چنانچہ ایک روز سماع کی مجلس میں ابو سعید ترندی نے ایک بیت پڑھی جس پر آپ کو وجد ہوا ابو سعید نے کہا بچھ مرنے کی آرزو آتی ہے آپ نے کہا ہر جاؤ وہ فوراً بیہوش ہو کر گرے اور مرنے مفتی شہر بھی اوس مجلس میں حاضر تھے پوچھا کہ آپ نے زندہ کو تو مار ڈالا کیا مردہ کو بھی زندہ کر سکتے ہو کیا کون مردہ کو کہا فقیہ محمود آپ نے کہا الہی فقیہ محمود کو زندہ کر دے اسی ساعت وہ زندہ ہو گئے۔

یہ چند واقعات جو دو چار کتابوں سے لکھے گئے انکو مشتمل نمونہ از خروار سے سمجھنا چاہئے اگر تمام کتب سیر و تاریخ وغیرہ میں تلاش کئے جائیں تو اور بہت سے واقعات مل سکتے ہیں اویہ تو ابھی معلوم ہوا کہ ابن ابی الدنیاء جو اکابر محدثین سے ہیں انہوں نے

ایک کتاب ہی مستقل زندہ شدہ مردوں کے حال میں لکھی ہے اس سے اونچا ہی مقصود تھا کہ ایسا
 اموات کا ذکر قرآن شریف میں جو کئی جگہ واقع ہے مختلف اوقات اور متعدد مقامات میں
 اوسکا وقوع معلوم ہونے سے کوئی استبعاد باقی نہ رہے۔ حتیٰ تعالیٰ ان علما کی سعی مشکور و یاد
 نہ ہم آفرینی زمانہ والے مسلمانوں کے ایمان کو مستحکم کرینگی غرض ہے کہ ایسی کیسی محنتیں گوارا کر کے
 ایک ذخیرہ معلومات کا ہمارے لئے فراہم کر دیا جسکی شکر گزار ہی ہم پر واجب ہے۔

ان تمام واقعات کو دیکھنے سے ظاہر ہے کہ حدیث شریف میں جو وارد ہے
 علماء امتی کا نبیائیں اسرائیل اس سے یہی مراد نہیں کہ صرف زبانی وعظ و نصیحت علما کا کام ہے
 بلکہ قطعاً کمال تشبیہ ہے کہ حسب طبع انبیاء نے ایسا ہی اموات وغیرہ خوارق عادات سے
 کام لیا تھا سیدنا الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس باب میں بھی اون سے
 پیچھے نہ رہے جیسا کہ علماء ربانہ قدس العدا سر رہم نے اسکو بھی کر دکھایا۔

ہمیں اسکا یقین ہے کہ یہ تو کیا اگر کئی بفران واقعات کے پیش کئے جائیں تو بھی
 مرزا صاحب اور انکے پیرو ایک نہ مانینگے اور جس طرح مرزا حیرت صاحب کو حضرت امام حسین
 کے واقعہ شہادت کی روایات اور تواثر کا انکا ہے ہمارے مرزا صاحب بھی انکا ہی فرما
 رہینگے اسلئے یہاں ہمارے سخن مرزا صاحب کی طرف نہیں ہے بلکہ ہم اون حضرات کو
 توجہ دلاتے ہیں کہ جو فقہا اور محدثین اور اولیاء اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں ورنہ عجیب
 اہل سنت و جماعت کے رد و روان حضرات کے اتوال پیش کرنا ایسا ہے جیسے پادریوں کے
 مقابلہ میں قرآن و حدیث کو پیش کرنا جس سے سوائے تفسیح اوقات کے کوئی فائدہ مستور نہیں
 معترضہ اور انکے ہم خیال لوگوں کو اہل کرامت ہی کا انکار ہے اور ہونا بھی چاہیے
 اسلئے کہ ماہر زوانیانا مثلاً اگر خط و خال و حسن و جمال اور جلال و انوار کا انکار کرے تو

کیا کرے اور سکی عقل میں صلاحیت ہی نہیں کہ ان چیزوں کا تصور کر سکے۔ اس طرح معتزلہ نے دیکھا کہ
 آخر ہم بھی مسلمان ہیں اور گہبی کرامت کی صورت بھی نہ کی اس لئے او کی عقلوں نے اصل کرامت
 ہی کا انکار کر دیا انہوں نے یہ نہیں خیال کیا کہ اس میں اپنا ہی قصور ہے کرامت کا مدار تو کمال
 ایمان پر ہے اور وہ نفس ایمان میں کلام ہے۔ کیا یہ یقیناً ایمان ہے کہ کہلی کہلی آیا
 و احادیث کو اپنی سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے نہ مان کر او نہیں اقتدار کی تاویلین کیا یقیناً کرامت
 کا درجہ تو فقط ایمان لانے سے ہی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ایسی حالت نہ پیدا ہو جس سے
 خالق کی خوشنودی کے مستحق ہوں پھر ایسا عظیم الشان درجہ بغیر تمام آیات و احادیث پر ایمان
 لانے کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔

احمال جس طرح معتزلہ کے انکار کرامت سے اہل سنت و جماعت کرامت کا انکار
 نہیں کر سکتے اس طرح مرزا صاحب کے انکار احیاء اموات سے وہ لوگ اس کا انکار نہیں کر
 سکتے کہ تو صرف قیاس ہی نے روکا تھا او سمین او کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی مرزا صاحب کی تو
 ذاتی غرض بھی اس انکار سے متعلق ہے ایسے موقع میں او کی بات کیونکر قابل اعتبار ہو
 حق تعالیٰ عزیر یا ارمیا علیہما السلام کے مر کے زندہ ہونے کا واقعہ جو قرآن نے

میں بیان فرمایا ہے مرزا صاحب او کی نسبت ازالۃ الاویام میں لکھتے ہیں قصہ عزیر وغیرہ
 جو قرآن میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم و غشی بھی آیا ہے

دیکھو قاسوس اور جو غزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک
 لاک بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالیٰ ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے

اور او سکی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر او سمین جان ڈالتا ہے ماسوا اسکے کسی آ
 یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ غزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا پس اس سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ غزیرہ کی زندگی دوم دنیوی نہیں تھی ورنہ اس کو بعد فرار و اسکی موت کا ذکر تو
یہ قصہ قرآن شریف میں اس طرح مذکور ہے تو تعالیٰ اوکا الذی سر علی قریہ وہی خاوتیہ

علی عروشہا قال انی یحییٰ ہذہ الاسد بعد موتہا فاما ذہ اسد ماہ عام ثم بعثہ قال کم لبنت قال لبنت
یوما او بعض یوم قال بل لبنت ماہ عام فالظری طعامک وشرابک لم یئسہ وانظر الی حمارک
وینجک آیتہ للناس والظری العظام کیف نشتر ما تم کسوا بالھا فلما تبین لہ قال اعلم ان البنت

علی کل شئی قدر حاصل مضمون اس آیت شریفہ کا جو احادیث سے ثابت ہے جسکو ابن جریر
نے اپنی تفسیر میں اور امام سیوطی نے درشور میں اور دوسرے مفسرین نے ذکر کیا ہے یہ جو او

سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ جب بیت المقدس میں نبی اسرائیل کے نوخیز اور نئے
خیال کے لوگ خدا اور رسول سے بے خوف ہو گئے اور فسق و فجور حد سے زیادہ ہو گیا

ارمیا علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اب یہ بستی غارت اور ویران کر دیا جائیگی ہر چند اوہوں
لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا اور وعظ و نصیحت کی مگر جب ایمان ہی نہ ہو تو کیا اثر ہو سکتا ہے

غرض کہ کسی نے نہ مانا آخر نجات نہرنے اوپر چڑائی کی اور قتل عام کر کے اسکو ایسا تباہ کیا
کہ تمام مکانات و عمارت منہدم کر دئے جس پوری بستی ایک تودہ خاک مثل پہاڑ نظر

اتی تھی۔ ارمیا علیہ السلام وہاں سے جاتے ہوئے کسی پہاڑ کے کنارے کھڑے ہوئے
اور کمال افسوس سے کہا کہ اب یہ بستی کہاں آیا ہو سکتی ہے کہا قال تعالیٰ اوکا الذی سر
علی قریہ وہی خاوتیہ علی عروشہا قال انی یحییٰ ہذہ الاسد بعد موتہا اور ایک روایت میں ہے

کہ غزیرہ علیہ السلام کا اوپر گزر ہوا اور اوہوں نے یہ کلمہ کہا۔ بہر حال خدا تعالیٰ کو منظور
ہوا کہ نبی وقت کا استبعاد دفع کر دے۔ ملک الموت کو حکم ہوا کہ اونکی روح قبض کر لیں
چنانچہ روح قبض کر لی گئی جسکی خبر حق تعالیٰ قرآن شریف میں دیتا ہے کہ فاما ذہ اسد اور اوکا

ماشہ وہیں پرارہا یہاں تک کہ جب ستر برس گزرے تو کسی بادشاہ کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو
 پہرہ بآ کرے چنانچہ تیس سال میں وہ بالکل آباد ہو گیا اور سوقت جیکہ پورے سو برس اونکی
 موت سے گزرے تھے حق تعالیٰ نے اونکو زندہ کیا کما قال تعالیٰ فاما ان العبادۃ عام ثم نبشہ
 ہو زندہ ایسے طور پر کہ گئے کہ جو خدشہ اونکے دل میں تھا اوسکا جواب ساتھ ہی ہو جائے
 لیکن ابتداء آنکھیں بنا گی گئیں اور پہلے پہل حسب نظر پڑی وہ بیت المقدس ہتا جسکی آبادی مجال
 بسبھی گئی تھی دیکھا کہ اوسکی اب یہ حالت ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ خوش نما اور خوش منظر
 کیونکہ کل عمارتیں جدید بنی ہوئی تھیں جن میں نام کو کہنگی تھی۔ جب انہوں نے اپنے سوال کا
 جواب علی طور پر پایا تو ارشاد ہوا کہ اب بتاؤ کہ تم یہاں کتنے روز رہے کما قال تعالیٰ قال کم لبثتہ
 کہا ایک روز یا اوس سے بھی کم تو ارشاد تعالیٰ قال لبثت یوماً وبعض یوماً کہ اس عالم سے غائب
 ہونے کا وقت صبح کا تھا اور اب غروب کا وقت ہے فرمایا یہ نہیں بلکہ سو برس گزرے چکے ہیں
 تو ارشاد تعالیٰ قال بل لبثت مائتہ عام اب غور کرو کیا ممکن ہے کہ اتنی مدت کہانے پینے کی چیزیں
 از قسم فواکہ محفوظ رہ سکیں دیکھو یہ چیزیں بلا تغیر تمہارے سامنے رکھی ہیں اور گد بھجی مجال
 خود موجود ہے یہ وہی اشیاء ہیں جو تمہارے ساتھ تھیں کما قال تعالیٰ فانظروا لی طعامکم و
 شرابکم لم یتسنہ وانظروا لی حمارکم اس سے اونکو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس طرح خدا سوائے
 کو آباد اور درست کرتا ہے اسی طرح جس چیز کو چاہتا ہے خرابی سے محفوظ بھی رکھ سکتا
 اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ان کارروائیوں سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تمہارے خدشہ کا
 جواب مع شئی نہ دے جو جائے اور یہ بھی غرض تھی کہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانی بنائیں۔
 کما قال تعالیٰ ونبھاک ایتہ للناس چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ اپنے گھر گئے تو پوتے
 بوڑھے تھے اونکی وہی عمر تھی جو انتقال کے وقت تھی چنانچہ زینب زینب میں ہے و قال ابن

عباسی فحان کما قال اسد و بھکک آیت للناس یعنی اسرائیل و ذلک انہ مجلس مع نبی نبیہ
 وہم شیوخ و ہوشاب لانه کان مات و ہوا بن اربعین سنۃ فبعث اللہ شاہا کھیتہ یوم مات
 مختصر آغرض کہ جب مجلس میں وہ اپنے پوتے کے ساتھ بیٹھے تو حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ
 ہوا کہ وہ ادا تو چالیس برس کے اور پوتے سو سو برس کے یہاں یہ نکتہ قابل یاد رکھنے کے
 ہے کہ بیت المقدس خرابی کے بعد از سر نو آباد ہوا جسکو نیا شہر باعتبار تعمیر کے کہہ سکتے
 ہیں اور نو کہ میں خرابی اور تغیر آیا ہی نہ تھا بلکہ وجود اور نکاحا لبت سابقہ مستمر رہا۔ اور غزیر
 علیہ السلام کا وجود ذیل نو کہ مستمر رہا نہ مثل بیت المقدس وجود سابق و لاحق میں ایسی مناسبت
 ہوئی جس سے نئے غزیر کہلائے بلکہ وجود سابق کے ساتھ وجود لاحق ایسا متصل کیا گیا
 کہ گویا وجود سابق ہی مستمر ہے اسوجہ سے انکے پوتوں نے انکو اپنا دادا تسلیم کر لیا۔ غرض کہ
 غزیر علیہ السلام کو دیران شہر کے آبا ہر سنہ ہی میں کلام تھا حق تعالیٰ نے اس سے بزرگتر قابل متبع
 بلکہ محال چیزوں کا مشاہدہ کر دیا کیونکہ عقل ہرگز خاڑ نہیں رکھتی کہ میوہ بغیر تغیر کے سو سال تک
 محفوظ رہے یا اعادہ معدوم کا ہو سکے۔ اس کے بعد معدوم کو موجود کرنے کا طریقہ دکھلایا گیا چنانچہ
 ارشاد ہے وانظر الی العظام کیف ننشرہا ثم نسوہا لکما یعنی اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کیسی جمع
ہو رہی ہیں اور کس طرح ہم اونپر گوشت پہناتے ہیں۔ جب انہوں نے تمام واقعات بخشم خود
 دیکھ لئے اور اچھی طرح اونپر یہ امر ظاہر ہو گیا کما قال تعالیٰ فلما تبین لہ بے اختیار کھ اوٹے کہ اعلم
 ان اللہ علی کل شیء قدیر یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ویران ہستی کا ابا کرنا
 تو کیا معدوم کو دوبارہ موجود کر سکتا ہے وغیر ذلک۔

یہ شخص اون احادیث کا ہے جو اسباب میں بکثرت وارد ہیں اور جہاں نقل کرنا
 موجب تطویل ہے ورنہ تو میں یہ روایت بھی ہے اخرج عبد بن حمید وابن المنذر وابن

ابن مسعود والی کرم صحیحہ و الضعیفی فی شطب الامیان عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قوله تعالیٰ انما
 حر علی قرۃ الی ان قال فاما ما عدنا ما عام ثم بعثه فاول ما خلق اللہ من حیثنا فجعل شیطان علی عظام
 الحدیث ما خرج اسحق بن بشر وابن عساکر من طرق عن ابن عباسؓ وکعب اور حسن ورویب
 انی یحییٰ نرہ اللہ بعد موتہا فلم یشک ان اللہ یحییہا و لکن قالہا تعجبا بعث اللہ ملک الموت
 فقبض روح فاما ما عدنا ما عام الحدیث ما حصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ
 اور ابن عباس اور کعب اور حسن اور وہب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ نبی حقیقہ رکھے
 تھے جبکی روح ملک الموت نے قبض کی اور پہلے اونکی آنکھوں میں جان آئی جن سے وہ جو
 ہڈیوں کو دیکھ رہے تھے یہی دو روایتیں مسلمانوں کے لئے کافی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا برصحا بہ و تابعین جب اونکی حقیقی موت کے بعد زندہ ہونے
 کے قائل ہیں اور صراحتہ قرآن شریف میں بھی اونکی موت کا ذکر موجود ہے تو اب مرزا صاحب کا
 مجرد بیان کہ اونکی موت ثابت نہیں اور وہ بھی ایسا کہ جس سے اپنی ذاتی منفعدی حاصل کرنا
 چاہتے ہیں اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اونکی طرف توجہ کرے۔

مرزا صاحب کی جہان غرض متعلق ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف بھی
 اعتبار کے قابل ہے کیونکہ اوسکا موضوع ہونا تو ثابت نہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب میں معلوم ہوا۔
 اور از اولادہم میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اسکے بیان کو اور
 بھی سب سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے اس
 دیکھتے یہ حدیثیں تو ضعیف ہی نہیں بلکہ خود محدثین نے صحت کی تصریح کی ہے اور ان میں کسی
 حدیث نے جرح ہی نہیں کیا اور قرآن کو اور بھی سب سے بیان کر رہی ہیں کہ ملک الموتؑ
 اونکی روح قبض کی اور زندہ ہونے کے وقت پہلے آنکھیں بنائی گئیں۔ تو بقول مرزا صاحب

جنہوہ تامل قبول ہیں جس سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ موت یہاں تو دم بخشی کے معنی میں ہوتی ہے
 اور حجب اور آیت اور آیت قرآنی سے اس عالم میں موت کے بعد زندہ ہونا ثابت ہو گیا تو
 نہ ہونے سے مرزا صاحب نے جو مطلب نکالا تھا کہ کوئی مردہ زندہ نہیں ہو سکتا اور غلط ہو گیا
 اور وہ بات صارت آگئی جو خود مرزا صاحب ازالہ الاحکام میں تحریر فرماتے
 ہیں۔ اور بیعت آگے کہ ان لوگوں کے لینے پھرون کے دلون میں قال اللہ اور قال الرسول
 کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات اون کے اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اسکو محاللات اور
 محققاات میں داخل کر لیتے ہیں قانون قدرت بیشک حق اور باطل کے آزمائے کیلئے آگے
 مگر ہر ایک قسم کی آزمائش کا اوسے پر مدار نہیں۔ اس فلسفی قانون قدرت سے ذرا اوپر چڑھ کر
 ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بیاعت وقت و عوض
 کوئی تصور نہ ہے۔ چہاں ہوا ہے جو عارفوں ہی پر کہلتا ہے۔ مسلمانوں کی بد قسمتی سے یہ
 فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہو گیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل
 رہا ہے۔ مرزا صاحب پھرون کی جنگال سے مسلمانوں کو اسوج سے نکال رہے ہیں
 اور مرزا صاحب کی عیسویت کو نہیں مانتے چنانچہ اسی تقریر کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ
 حال کے پھری جتنکے دلون میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ
 بے سلی خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آئینکی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ
 تمام جو رہن ہی غلط ہیں اون کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس
 دعویٰ کی تحقیق کر کے اسکو باطل ٹھہرایا جائے۔ اس موقع میں تو ماشاء اللہ مرزا صاحب
 نے حدیثوں کی خوب ہی طرف داری کی مگر جب کوئی حدیث اون کے مخالف ہوتی ہے
 اور پیشتر ہی ہوا کرتا ہے (تو خواہ وہ بخاری کی حدیث ہو یا مسلم کی صاف فرما دیتے ہیں

کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے و انظن لا یعنی من الحق شئنا یعنی حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کی توجیہ حدیث کی ظریسی ہوتی ہے جیسے اتھ صاحب کے بھاگے بھاگے پہر نیکا نام انہوں نے رجوع الی الحق رکھ دیا تھا۔ اس سے سچا سناؤ ان مسلمان اگر نیچے نیچے سے نکلے بھی تو مرزا صاحب کے نیچے میں گرفتار ہیں اور جو بورا و نکو یہی کہتا پڑتا ہے کہ کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں۔ اور زبان حال کھ رہے ہیں۔ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ یہی بات اگر سمجھ کے کہتے تو اس کے نتائج ہی کچھ اور ہوتے۔

مرزا صاحب نے اگرچہ احتمال قائم کر دیا ہے کہ موت کے معنی لغت میں نوم و غشی کے ہیں مگر وہ مشوہی کے قابل معلوم ہوتے ہیں جیسا نچہ از انہ الامام میں لکھتے ہیں اگر ان آیات کو اون کے ظاہری معنی پر محمول کیا جا تو صرف یہ ثابت ہو گا کہ خدا تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحے کیلئے عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے دکھلادیا تاکہ اپنی قدرت پر او سکون یقین دلاوی مگر اون کے مرید صاحب نے تو موت کا انکار ہی کر دیا جیسا نچہ القول العجیب میں لکھا ہے کہ یہ ایک خواب تھی جو اللہ نے اپنی نبی کو دکھلانی تھی۔ او نکو خیال پیدا ہوا کہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کر سکتا ہے تب اللہ نے اون کی تسلی کیلئے اون پر خواب طاری کی اور خواب میں اون ہڈیوں وغیرہ اور غیر آبا ذرین کو سنو سال کے اندر آباد ہونے دکھلادیا پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئی تو اللہ نے پوچھا کہ تم او محالت میں کتنی دیر رہے انہوں نے جواب دیا کہ یکن اللہ نے کہا تو سنو سال تک اوس نظارہ کو دیکھتا رہا۔ پھر جب او کو تر دوں پیدا ہوا کہ کیا میں سنو سال تک سوتا پایا تب اللہ نے اون کے رفع شک کیلئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی یعنی عالم مثال کے سنو سال تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو اس پر

کوئی سال نہیں گذرے اپنی گدہ سے کہ دیکھو کہ ہوا ہے ماخص اسکا یہ ہوا کہ مرزا صاحب
 تاحی اقرار کر لیا کہ وہ ایک لمحہ کیلئے مرے تجھ دراصل وہ مرے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ جو
 فائز اللہ فرمایا ہو وہ بھی کچھ ایسی ہی ہوا ہے اور ازل سے وہ مرے نہ تو برس پڑے رہی بلکہ نہ
 تین چار پہر سوئے رہی اور سو برس تک خواب دیکھا کہ یہ فائز اللہ ماتہ عام کا مطلب ہوا
 پھر جب خدا نے اونے پوچھا کہ لبتت اسکا مطلب یہ کہ تہی دیر خواب دیکھا کہ پہر انہوں
 دیکھا تو سو برس مگر کہد یا ایک روز۔ خدا نے کہا نہیں بل لبتت ماتہ عام یعنی تم سو برس
 خواب دیکھا کہ او سپر بھی اونکو اعتبار نہ آیا اور نہ یہ بات یاد آئی کہ سو برس خواب دیکھا
 آخر خدا کو یہ بات ثابت کرنیکی ضرورت ہوئی کہ وہ واقعہ ایک ہی روز کا تھا لبتت
 اون کے کھانے پینے کی چیزیں اور گدہ سے کہ دیکھا کہ کی ضرورت ہوئی اور انہوں
 جو خود اقرار کیا تھا کہ ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا وہ قابل اعتبار نہوا۔

یہ جو مضمون قرآن شریف کا بیان کیا گیا ہے کیا کوئی غیبی یا ذکی عبارت
 قرآن سے نکال سکتا ہے ہرگز نہیں اور نہ یہ مضمون کسی تفسیر میں ہے نہ حدیث میں
 اسی کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جسکی نسبت مرزا صاحب نے بھی کفر و کجاکا فتویٰ دیدیا۔
 اوسنے فراست سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ جب مرزا صاحب کو خود
 فصاحت و بلاغت اور اچاز بیانی ہے تو مرزا صاحب کے کلام میں اور کلام الہی میں
 فصاحت اور بلاغت کا موازنہ ہوگا اور یہ بات ثابت کر دیا گیا کہ خدا کا کلام تو
 ایسا ہوا کرتا ہے کہ مقصود کچھ ہے تو الفاظ کچھ ہیں اور مرزا صاحب کے کلام میں اس
 قسم کی رکاکت ثابت نہوسکیگی اور انکی بھی خصوصیت کیا ہوا کہ انکی منشی جو کچھ لکھتا
 اپنا نامی التفسیر الفاظ میں پورا بیان کر دیتا ہے جس سے اوسکو دیکھو والا مقصود اوس منشی کا

سمجھ جاتا ہے پھر اس موازنہ پر جو کچھ تفریحات اور آثام مرتب ہونگے وہ محتاج بیان نہیں۔

القول العجیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر تقاسیر میں فاما مائۃ اللہ کے معنی یہی لکھے

ہیں فاما مائۃ اللہ یعنی اللہ نے اوسکو سلا دیا دیکھو معاملہ وغیرہ یعنی معاملہ کو دیکھا اوسکی

عبارت یہ ہے فالقی اللہ علیہ النور فلما نام نزع اللہ منہ الروح مائۃ عام فلما مضت المائۃ

ایسی اللہ منہ عینہ وسائر حیدہ تم احیا جسدہ وہو منظر الیہ یعنی خدا تعالیٰ نے اونپر نیند

لبثا کر دی جب وہ سو رہی تو اونکی روح قبض کر لی گئی پھر جب سو برس پور گذرے تو اللہ نے پہلے

اونکی آنکھیں زندہ کیں پھر تمام جسم کو زندہ کیا جسکو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھی۔ اگر حساباً

معاملہ نے فاما مائۃ اللہ کے معنی فاما مائۃ لہا ہی تو فلما نام نزع اللہ منہ الروح مائۃ عام میں نزع

روح کس لفظ سے نکالا جائے گا۔

شاید نزع روح سے معمولی غفلت سمجھی گئی مگر وہ بھی جہاں قول عجیب کے مقصود کے

خلاف ہی کہو نہ سو برس کی نیند کے وہ قائل نہیں۔ پھر آنکھوں اور جسم کا زندہ کرنا کیسا۔

سورت تو آئی نہ تھی شاید یہاں یہ کہا جائیگا کہ پہلے آنکھیں بیدار ہوئیں اوسکے بعد جسم بیدار

ہوا جسکو وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے مگر اسمیں بھی یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنکھوں سے

جسم کی بیداری کیونکر نظر آئی اگر جسم کی بیداری سے مراد حرکت ہی تو یہ نہیں ہو سکتا

اسلئے کہ نیند میں بھی جسم کی حرکت باقی رہتی ہے جو کروٹ بدلنے سے ظاہر ہے اور اگر جس

مراد ہے تو وہ آنکھوں سے محسوس نہیں اسلئے کہ ہر عضو کا جس جملہ ہے۔ احوال صاحب معاملہ

کا یہ مذہب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر علیہ السلام ایک روز سوتے رہی البتہ انہوں

نے ایک نئی بات بتلائی کہ نزع روح حالت بیداری میں نہیں ہوا بلکہ نیند کی حالت میں ہوا تھا

اس مقام میں ہم صاحب قول عجیب پر یہ الزام ہرگز نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے

عالم کا مشلب سمجھا نہیں بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اون کو صرف قرآن کی تحریف نہ تلو رہے
 اللہ تعالیٰ اللہ علیہ النور کو امانہ اللہ کے معنی قرار دیکر نزع اللہ روح وغیرہ کو قصد ترک کرنا
 جس سے سب لوگوں کو ہر گاہ وینا مقصود ہی۔ کیا ان کا رو و ایسوسیکہ بعد بھی حسن ظن کیا گیا
 کہ ان حضرات کو کلام الہی پر ایمان ہی کیا وہ تمام باتیں جو فرما صاحب فرماتے ہیں کہ تفسیر
 کفر و احماد ہے اور جہوت کہنا شکر کہ ہی وغیرہ وغیرہ صدق دل سے کہی گئی ہوگی ان کا رواج
 سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ بھی ایک حکمت علی ہے جس پر انکی امت بھی عمل پیرا ہے
 اس فرما آئی پیش بند لوگوں کو کہنے کہ قرآن کی تحریف کے واسطے کیا شرط ہے
 وکالا احادیث و تفسیر کو پہلے ہی ساقط الاعتبار کر دیا یہ جب مطلق العنان ہوتے تو کون
 والیہ مجاز کا دروازہ کھلا ہوا ہے آدمی کو گدہ اور گدہ کو آدمی مجاز اکھ سکتے ہیں پھر
 لو نیند اور نیند کو موت کہدینا کون بڑی بات ہی۔ جتنے نبوت کا دعویٰ کر نیوا گزی ہیں
 سب کا یہی طریقہ رہا ہے کہ قرآن کی تحریف کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اسی کتاب میں معلوم ہوا
 کہ قرآن ہی سے استدلال کر کے بعضوں نے مردار و خون اور خنزیر کو مباح کر دیا تھا۔ اگر اظہار
 زمانہ والے مسلمان مرزا حسن کے اس طریقہ کو جائز کہیں تو بس دین کا خاتمہ ہو گیا جب آدمی
 کے معنی گدہ اور گدہ کے معنی آدمی مجاز ہو سکتے ہیں تو کونسا لفظ ایسا ہو گا جس کے معنی
 سے اپنے مقصود کے موافق نہ لے سکیں۔

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا تو درست ہے
 مگر نہ شرعاً عام طور پر اسکی اجازت ہی نہ لغت نہ عرفانہ عقلاً کہ جہاں جاہل حقیقی معنی پہنچے
 مجازی معنی لیا کریں بلکہ اسکے لئے شرط یہ ہے کہ حقیقی معنی دبان نہ بن سکتے ہوں اور
 مجازی پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے شیر دیکھا تو

اوس سے یہی سمجھا جائیگا کہ اصلی شیر دیکھا کیونکہ مجازی معنی پر کوئی قرینہ نہیں اور اگر یہ کہے کہ
 میں نے ایک شیر دیکھا جو بندوق چلا رہا تھا تو بندوق چلائیے قرینہ سے جو انہر و شغص سمجھا
 جائیگا کیونکہ اصلی شیر میں بندوق سر کرنیکی صلاحیت نہیں۔ چونکہ الفاظ حقیقی اور مجازی
 معنی میں برابر مستعمل ہوا کرتے ہیں اور حقیقی اور مجازی معنی کا اشتباہ ہمیشہ فہم مضامین
 میں خلل انداز ہونیکا باعث تھا اسلئے اکابر اہل لغت نے اسکا بندوبست یہ کر دیا کہ
 ہر لفظ کے حقیقی معنی کی تصریح کر دی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اوس معنی کے سوا
 جس معنی میں وہ لفظ مستعمل ہو مجاز ہوگا اور اوسکے لئے قرینہ کی ضرورت ہوگی تاکہ
 کسی کو یہ موقع ملے کہ کسی لفظ کو مجازی معنی میں مستعمل ہوتے دیکھ کر جہاں چاہے
 وہی معنی مراد لے۔ اب دیکھئے علامہ زرخش شری نے اساس البلاغ میں موت کے حقیقی
 معنی وہی لکھے ہیں جو مشہور ہیں اوسکے بعد لکھا (ومن المجاز) احياء الموات و
 اخذت الموت العشي و مات فوق الرصل اذا استقل في نومہ اور اسکے سوا سے بہت سے مجازی
 استعمال لفظ موت کے بیان کئے اور لسان العرب میں لکھا ہے احياء الموات و
 واليه النشور سمي النوم موتا لانه يروى من العقل والحركة ثمثيلا لا تحقيقا حاصل مطلب یہ ہوا کہ
 نیند کو موت جو کہی کہتے ہیں تو وہ بطور تشبیہ و تمثیل کے ہوتا ہے حقیقی معنی اوسکو وہ نہیں
 احمد لکھتا کہ اکابر اہل لغت کی تصریح سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ موت کے حقیقی
 معنی وہی ہیں جسکو ہر شخص جانتا ہے اور بیہوشی اور نیند کے معنی میں جو یہ لفظ مستعمل
 وہ بطور مجاز ہو اسوجہ سے اگر مات فلان کہا جائے تو یہی سمجھا جائیگا کہ وہ مر گیا اور غشی
 یا نیند کے معنی میں مستعمل ہو تو اوسکیلئے قرینہ حالیہ یا مقالید کی ضرورت ہوگی جو علت
 مجاز ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب موت کے حقیقی معنی بیہوشی اور نیند کے جو کہتے

ہین جیسا کہ ازالہ الاوبام میں لکھتے ہیں کہ امانت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور
 صورت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اوس میں داخل ہے اہل لغت کی تصریح
 سے ثابت ہوا کہ غلط ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ امانت سلانے اور بیہوش کرنے کے معنی ہیں
 بھی مستعمل ہے تو البتہ قابل تسلیم تھا۔ مگر وہ تو صاف کہہ رہے ہیں کہ امانت کے حقیقی
 معنی سلانے اور بیہوش کرنے ہیں جسکی تکذیب کتب لغت ہو سہی ہی اگر یہ بیان
 اور کما صحیح ہوتا تو کسی لغت کی کتاب کی عبارت نقل کر دیتے کہ امانت کے حقیقی معنی سلانے
 اور بیہوش کرنے ہیں جیسے ہم نے لغت سے ثابت کر دیا کہ یہ معنی مجازی ہیں۔

جہ لغت سے اونکی یہ خلافت بیانی ثابت ہو گئی تو اوس سے یہ بھی ثابت ہو گیا
 کہ وہ اپنی غرض کی وقت جو شہاد کی کچھ پروا نہیں کرتے اسلئے اونکی کوئی بات قابل اعتبار
 نہیں۔ پھر انہوں نے جو کہا تھا کہ جبروت کہنا شرک ہے تو اوس سے ہاوی ہو کہ وہی کہنے اور کہا
 تصور کیا جائے۔ اور ایسی یہ بات معلوم ہوئی کہ امانت اللہ کی تفسیر حادیش سے بھی ثابت ہے
 کہ عزیر علیہ السلام اور وقت سرگئے تھے تو معلوم ہوا کہ نہ جبروت امانت کی تفسیر ہو سہی اور
 خواب ہو سکتی ہو نہ جب حدیث اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی رای سے تفسیر کی ہے
 خود ہی ازالہ الاوبام میں لکھتے ہیں کہ مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرا کرے اب اونکو کیا
 کہنا چاہیے۔ اور حدیث شریف میں جو قال البنی صلعم من تکلم فی القرآن براۃ فاصابہ خطا
 رواہ ابوداؤد والترندی والنسائی و فی روایت عن ابی داؤد وقال البنی صلعم من قال فی
 القرآن بغیر علم فلیتہوا مقعدہ من النار کذانی تفسیر روح المعالی یعنی فرمایا بانی صلعم نے
 جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات بناے اگر صواب بھی ہو تو اوس نے خطا
 کی اور جو شخص قرآن میں سبیلی سے کوئی بات بناے تو اوسکا ٹھکانا دوزخ ہے ابا

دیکھئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مرزا صاحب کیسی کیسی وعیدوں
 مستحق ہو رہے ہیں اس صورت میں مسلمانوں کو اونکی زناقت دینے کی معلوم نہیں کونسی
 ضرورت ہے۔ مرزا صاحب ازالہ الاوثام میں لکھتے ہیں کہ تفسیر معالمین زیر تفسیر آیت باعین
 انی متوفیک لکھا ہے کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ
 معنی ہیں کہ انی میتیک یعنی میں تمہیں بھوکو مارنے والا ہوں آپ نے دیکھ لیا کہ ابھی امانت کے
 معنی سلائے کے تھے اور یہاں مارنی کے معنی لے رہے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تفسیر
 بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں ہو سکتی اسلئے کہ اونکے اعتراف سے ثابت ہے کہ امانت
 کے معنی سلا دینے کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ متوفیک کے معنی ابن عباس نے میتیک کر کے
 سلا دینیکے معنی اوسکے بھی لئے ہیں اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ توفی کے
 معنی سلا دینے کے ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ائمتہ توفی الانفس
 جین موتہا والتی لم تمت فی مناہا یعنی توفی جو موت کے وقت اور سوئی کے وقت ہوتی
 ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ ہی مارتا ہے اور سلاتا ہے وقولہ تعالیٰ
 دہوالدی توفیکم باللیل یعنی اللہ ہی تم کو رات میں سلا دیا کرتا ہے اس سے ظاہر ہے
 کہ توفی کے معنی سلا دینے کے بھی ہیں اور مرزا صاحب کی تقریر سے معلوم ہوا کہ امانت
 کے معنی بھی سلا دینے کے ہیں اس صورت میں متوفیک اور میتیک دونوں کے معنی
 سلا دینیکے ہوئے جو ہمارا مقصود ہے اور مرزا صاحب جو ازالہ الاوثام میں لکھتے
 ہیں کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں سو خود کلام الہی
 سے اوسکی تکذیب ہو گئی۔ اور معلوم ہو گیا کہ توفی جیسے قبض روح ہوتی ہے سید بھی ہوتی ہے
 علامہ زحشری نے اسباب البلاغۃ میں توفی کے حقیقی معنی اسکا لکھا ہے

کہا قال و تو فاه استملا اوس کے بعد لکھا ہے و در من المجازم تو فی فلان و تو فاه استملا
 الموقات اور لسان العرب میں لکھا ہے نقول قد استوفيت من فلان و تو فیت من
 علمه تاویلہ ان لم یسق علیہ شیء۔ و اما تو فی النائم فهو استيفاء وقت عقلمه و تمیزہ الی ان
 وقال الزجاج فی قوله قل تیوناکم ملک الموت قال ہوں تو فیتہ العدم تاویلہ ان یقبض
 ارواحکم اجمعین فلما یقبض واحد منکم یحاصل اس سے ثابت ہے کہ تو فی کے حقیقی معنی
 استكمال اور استيفاء کے ہیں کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ تو فی کے حقیقی معنی موت کے ہیں
 مصورین یا عیسیٰ انی متوفیک کا مطلب یہ ہوا کہ امی عیسیٰ ہر چند کفار تمکو قتل کرنا چاہتا
 ہیں مگر یہ نہ ہو گا ہم تمہاری عمر کامل کرینگے اور تمکو اپنی طرف اٹھالینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا
 کہ حق تعالیٰ نے اونکی عمر دراز کی جسکی ظاہری تدبیر یہ ہوئی کہ اونکے دشمنوں میں سے
 اونکو آسمان کی طرف اٹھالیا اور قیامت کے قریب تک زندہ رہینگے جیسا کہ احادیث
 صحیحہ سے ثابت ہے یہ مطلب آیت شریفہ کا تو فی کے حقیقی معنی لینے پر تھا۔ اور اگر
 مجازی معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم تمہیں سدا کے یا ہوش کر کے اٹھالینگے
 اور تو فی کے معنی سلائیگے تو خود کلام الہی سے ثابت ہیں بہر حال متوفیک کے حقیقی معنی لین
 یا مجازی دونوں صورتوں میں وہ معنی اچھی طرح بنجاتے ہیں جو مسلمانوں میں ابتدا سے
 ایک متعارف و مشہور ہیں اور جنکی تصدیق صدا یا حیادہ آثار سے ہو رہی ہے اور اونکی
 کوئی ضرورت نہیں ہوجی کہ عیسیٰ سے یا اوس ہو کر مرزا صاحب ہی پر قناعت کر لیا
 کو جتنی باتیں آپ میں پائی جاتی ہیں نشان عیسویت کے مراد غلط و مضرب ہیں۔
 اب دیکھیے کہ مرزا صاحب نے موت اور تولد کے معنی میں لغت کی طرف رجوع
 کی تو اکابر اہل لغت نے اونکی تکذیب کر دی بہر فرقان کی طرف رخ کیا تو خدا تعالیٰ کے

کلام قدیم سے صاف اونکا جھوٹ ثابت ہو گیا اور احادیث کے ٹوڑے ایسے جو
دشمن ہیں کہ حدیث میں ہمیشہ اونکی تکفیر و تفسیق وغیرہ کرتی ہیں۔

اہل النفاق اس مقام میں اچھی طرح غور کریں کہ مرزا صاحب نے خیال کیا تھا
کہ نبی علیہ السلام کی موت یا عیسیٰ انی متوہیک سے گویا ثابت ہو گئی اور دوبارہ زندہ
ہونیکا احتمال جو فامانہ امانتہ عام سے ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مثل عزیر علیہ السلام
کے وہ پھر زندہ ہو جائیں اور اسکے باطل کرینکی غرض سے اس آیت شریفہ کے معنی میں
تحریف و تصرف کیا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ انہی کی تقریر سے ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی
موت ثابت نہیں اسلئے کہ ابن عباس کی تفسیر جو استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ متوہیک کا
تفسیر انہوں نے جینک کی ہے اور اس سے اونکی موت ثابت نہیں جیسا کہ امانتہ اللہ سے غیر علیہ السلام
کی موت بقول مرزا صاحب ثابت نہیں اور اگر عیسیٰ کی موت ثابت کرینکی غرض سے میتک جو تفسیر متوہیک میں
واقع ہوا جسے متفق موت اولین تو فامانہ اللہ سے عزیر کی حقیقی موت ثابت ہوگی جس سے اون کا
وہ مطلب فوت ہو جائیگا کہ کوئی شخص اس عالم میں دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا اسلئے کہ فامانہ
امانتہ عام ثم بعثت سے عزیر علیہ السلام کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہے بہر حال اون
دو نون دعویوں سے ایک دعویٰ اونکا ٹھور باطل ہو گیا اسکے بعد جیسے موتی سے متعلق
کل آیتوں میں جو وہ شرح میں کر رہے ہیں جیسا کہ ازالۃ الالہام میں لکھتے ہیں کہ نام قرآن میں
جو احیاء موتی کے متعلق آیات ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ فلان قوم یا شخص کو مارنے
کے بعد زندہ کیا گیا ان میں صرف امانت کا لفظ ہے توفی کا لفظ نہیں اور میں بھی عید
ہے کہ تو مرنے کے حقیقی معنے وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں لیکن امانت سے
حقیقی معنے صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور یہوش کرنا بھی اوس میں

و افضل سے ہے لگادے گا تو اس سے کچھ فائدہ نہیں سوا اسے اس کے کہ غضب الہی کا استحقاق حاصل ہو
 ایک واقعہ ایسا ہے موتی کا قرآن شریف میں یہ مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے
 زمانہ میں ایک شخص مارا گیا جس کا قاتل معلوم نہ تھا موسیٰ علیہ السلام کے جنے سے مقتول زندہ
 ہوا۔ اور اپنے قاتل کا نام بتلایا یہ واقعہ سورہ بقرہ میں آیہ شریفہ واذ قتلتم نفسا فاداروا تم لکاتہ
 میں مذکور ہے جس میں جنتی اپنی قدرت کا ملکا اور موسیٰ علیہ السلام کے جنے کا حال ظاہر
 فرماتا ہے۔ مگر مزاحا کہتے ہیں کہ نہ وہ قدرت خدا تھی نہ جوڑہ بلکہ ایک معمولی بات
 تھی کہ سمیرم کے غل سے اس مردہ کو حرکت ہو گئی تھی معاذ اللہ۔ مگر مزاحا صاحب کے
 عیسویت کے دعویٰ نے کہاں تک پہنچا رہا قرآن کی نگہ نیک خدا کی قدرت کا انکار کیا
 گیا کہ ساحر قرار دیا عیسوی علیہ السلام کے کمال درجہ کے یقین کی تعریف احادیث میں
 وارد ہے کہ یقین کی وجہ سے وہ بالی پر چلتے تھے مسیح موعود میں کم از کم ایمان تو ہونا چاہیے
 مگر کہاں تو ایمان ہی ندارد کا مضمون صادق رہا ہے اب ہلدا مزاحا صاحب کو اہل ایمان
 مسیح موعود کس طرف تصور کریں۔ اس آیہ شریفہ کی تفسیر اور مزاحا صاحب کے شبہات پیشہ
 لکھے جا چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں۔

اور ایک واقعہ ایسا ہے موتی کا آیہ شریفہ واذ قال ابراہیم رب انی کیف یحیی الموتی
 میں مذکور ہے جو ابراہیم علیہ السلام سے وقوع میں آیا مگر مزاحا صاحب نے اس کو بھی مسمرم کے
 نالہ یا جب کا حال پتیر مذکور ہوا۔

اور حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا سوزہ احماسے اموات کی تکرار
 میں بیان فرمایا ہے اور اہل احماسے اموات کے واقعات احادیث سے ابھی معلوم ہو

مگر مرزا صاحب کی رائے ہے کہ نہ کوئی واقعہ صحیح ہے نہ خدا تعالیٰ کا خبر دینا یا جانچنا ہے۔
 کہ دراصل وہ قریب الموت آدمی کی روح میں سمریزم کے عمل سے چند ہینٹ کیلئے لگتی
 پہنچا دیتے تھے جسکا مطلب یہ ہوا کہ نوزاد باند عیسیٰ علیہ السلام ایک معمولی جاوگر تھے
 جو سمریزم میں مبتلاقی حاصل کر کے قریب الموت بیماروں کو سمریزم سے حرکت دیتے
 جس سے دہوکا دینا مقصود تھا کہ ہم مردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ نے
 اونکی بڑائی کی غرض سے اصل واقعہ چھپا کر اوس قابل نفرت کاریروائی یعنی عمل سمریزم کو
 ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ سچ معج وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور
 اوس دہوکے کو باذن اللہ کہہ کر اور بھی مستحکم کر دیا کہ جب خدیج کے حکم و اجازت سے یہ کام
 کرتے تھے تو مسلمان یہی سمجھیں کہ فی الواقع وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ کیا اب اس
 بعد بھی کوئی درجہ باقی ہے جسکا انتظار ہے۔ سمریزم کی ایجاد کو ابھی پورا سو برس نہیں
 گذرے اگر مرزا صاحب اس صدی کے پہلے ہوتے تو جن آیتوں میں اچھائی اموات کو
 سمریزمی تحریک قرار دیتے ہیں اوسوقت اوسکی طرف توجیہال کا منتقل ہونا محال تھا اور
 اچھائے اموات کے بھی قائل نہیں معلوم نہیں اوسوقت ان آیتوں کے کیا معنی بیان
 فرماتے۔ اہل رے سمجھ سکتے ہیں کہ جب اچھائے اموات ہی نہ ہو اور نہ مشابہ حیات
 یعنی سمریزمی حرکت کا احتمال قائم ہو تو بیخبر اسکے کہ ان آیتوں کا سہیے انکار ہی کیا جاتا
 اور کوئی صورت نہ تھی مسیر صاحب کا اچھان سمجھنا چاہیے کہ اونکی وجہ سے اس
 کھلے انکار کی نسبت نہ آئی۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے الم ترالی الذین خرخوا من ديارهم وهم اولون حذر الموت

فقال لهم الله موتوا ثم احياهم ان الله ذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون

ایسے کیا نہیں ہندیں جو کہ کینیا شہر۔ دن آدنی دوشے ڈر کر لپٹا کچھ سبج کھل گئے تھے اللہ
 اور کو کہا کہ تم سب مر جاؤ اور وہ سب گئے پیرا کو زندہ کیا اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ
 شکر نہیں کرتے یہ زمانہ تہذیب تیار کی وہی پیدا ہوا۔ پویشی موت سے مراد پتہ نہیں کیونکہ انہوں
 نے معلوم ہوا کہ انہوں نے عام قادیان سے لے کر تھیں بنوایا ہے کہ جہاں موت کا لفظ آتا
 اور سب کے پویشی یا نیند کے جائیں۔ مرزا صاحب کی رائے براس آیت کے یہ معنی ہوسکتے
 ہیں یا آدمی نیند کے ڈر سے بیدار ہو جاتا ہے اور سب کو کہا کہ سو جاؤ۔ یہ چہ چہ ہے
 تو ان کو حکا دیا۔ اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے یہ معلوم نہیں کہ نیند ایسی کیا معیبت کی چیز
 جس کے ڈر سے ہزاروں آدمی گہرا پویشی ہو کر بھی جاگتے۔ پیر خدا تعالیٰ نے سب کو سلا دیا پیر
 جنکا بھی دیا۔ نیند تو ستم ضروریہ میں ہے اور مادۃ اللہ جاری ہے کہ ہر رات آدمی سو
 پیر ہے۔ یہ بھی ہو جائے کہ یہ سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوا ہے نہ کہ کوئی نئی بات
 جس کا بیان اس اہتمام سے فرمایا ہے۔ فقال ہم اللہ ہو تو اثم ایسا چہ ان اللہ نہ فضل علی الزنا جس
 پویشی بھی عقل ایمان کے ساتھ ہو گیا اس آیت کے یہی معنی بھیجا جو مرزا صاحب بتلاستہ ہیں
 کیا یہ حق تعالیٰ کی شان کی بات ہے کہ قرآن میں ایسا واقعہ بیان فرما دے کہ تیار سے یا موت
 پہلے ہو یا ان کو سلا دیا پیر حکا دیا اور بڑا ہی فضل کیا۔ جب مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے کلام پر
 نظام کو رکھا اور مہل بنائے کی چیز بڑا ہی اگلی تو اب کو نشی بات اون کی ہے دشوار ہے یہ تو مرزا صاحب کی
 تفسیر بالرائے تھی۔ اب اصل تفسیر سنئے امام بیہوشی نے درمنثور میں اس آیت کی شان نزول نقل
 کی ہے کہ ایک بار عمر بن خطاب نے نماز پڑھ رہے تھے وہ یہودی آئے ایک نے دوسرے کہا کیا یہ وہی
 ہے جس نے عمر رضی اللہ عنہ جب جانے لگے اون سے پوچھا کہ تم کیا کہ رہے تھے انہوں نے
 کہا کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص لوہے کا سینک اپنی ہنایت تو ہی ہو گا اور او کو وہ دیا جاگا

نبویؐ زندر حقیقی کو دیا گیا تھا جسکی دلت سے مرد سے زندہ ہوئے تھے عرضی اللہ عنہ نے کہا ما نجد
 فی کتاب اللہ عز و جل ولا احیاء الموتی باذن اللہ الاعلیٰ یعنی ہمارے کتاب میں نہ حقیقی کا نام
 اور نہ یہ کہ سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی نے باذن اللہ مردے کو زندہ کئے۔ انہوں نے
 کہا کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں ہے ورسلا لم نقصہم خلقا کثیرا بہت رسولان کے قصہ قرآن
 میں نہیں بیان کئے گئے۔ عمر نے فرمایا ہاں یہ تو ہے انہوں نے کہا کہ حقیقی نے جو مردے
 زندہ کئے تھے اوس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک یاجرجی اسرائیل میں ایک نامہ مرض پھیلا تھا جس سے
 بہت لوگ بہاگ گئے ایک میں کے فاصلہ پر وہ لوگ ہونگے کہ یکبارگی وہ سب بچ گئے اور
 ایک مدت تک وہیں پیسے رہے یہاں تک کہ اونکی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور سوقت
 حقیقی نبی اللہ کا ولان گذر ہوا اور انہوں نے اوسکے زندہ ہونکی دعا کی چنانچہ وہ سب زندہ
 ہو گئے اسکے اوس واقعہ کی تصدیق میں آیہ شریفہ الم ترالی الذین خرجوا من ديارهم وهم اوف
 ثاملون لیسے وال اور بہت سی روایتیں در نشور میں منقول ہیں بجملة اسکے ایک یہ ہے
 عن ابن عباس فی قولہ الم ترالی الذین خرجوا من ديارهم وهم اوف ثاملون قال كانوا
 اربعة الاف خرجوا من الطاعون وقالوا ماتی ارضنا لیس بہا موت حتی اذا كانوا بموضع
 کنا وکذا قال لهم من نوا فصر علیہم نبی من الانبیاء فدعوا ان یتسبم حتی یعبدوہ فاحسبم یعنی ان
 عماسی فرماتے ہیں کہ چار ہزار شخص طاعون سے اس غرض سے بھاگے تھے کہ کسی ایسے
 مقام میں جا سکیں کہ جہاں موت نہ ہو۔ راستہ میں اون کو حکم ہوا کہ مر جاؤ اوسکے بعد
 کسی ہی کا اون پر گذر ہوا اور انہوں نے دعا کی کہ وہ زندہ ہوں اور عبادت کریں چنانچہ
 حق تعالیٰ نے اون کو زندہ کیا یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ وہ لوگ شاید تہوڑی دیر
 کے لئے زندہ ہوئے ہوں گے۔ اسلئے کہ روایتوں سے ثابت ہے کہ وہ لوگ بہت

روز زندہ رہے چنانچہ درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہی
 زندہ شدہ لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا جبکہ اسی قصہ کے منقل اس آیت شریفہ میں ہے
وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَعِلْمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ غرض کہ ہزار ہا مردوں کا زندہ ہونا اور
 مثل اور زندوں کے زندگی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے مگر صاحب اگر
 قرآن و حدیث ہی کو نہ مانیں تو اسکا علاج بہنیں حق تعالیٰ فرماتا ہے فَبَاتِي حدیث
 بعدہ يَوْمُنُونٍ یعنی جب قرآن ہی پر ایمان نہ لائیں تو اب کاستہ پر ایمان لائیں گے۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ السَّجْدَةَ فَاقْتَرِفْنَا
الصَّاعِقَةَ وَإِنَّمَا تَنْظُرُونَ ثُمَّ بَعَثْنَاكَ مِنْ بَعْدِ مَا تَوَكَّمْ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ یعنی
 تمہارے بڑوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تمہارا امی موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر
 میں نہ دیکھ لیں کسی طرح تمہاری بات کا یقین نہ کریں گے۔ اس پر تمکو یعنی تمہارے بڑوں
 کو بجلی نے آدو جیا اور تم دیکھا کہ پہر تمہارے مرے پیچھے ہم نے تم کو جلا اٹھایا
 تاکہ شاید تم شکر کرو گے امام سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے عن الربیع بن انس

فی قولہ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ السَّجْدَةَ قال ہم السبعون الذین اختارہم
 موسیٰ فاخذکم الصاعقۃ قال ما تو انتم بعثناکم فبعثوا من بعد الموت لیس تو فوا جاہم یعنی
 ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جن لوگوں پر بجلی گری تھی وہ ستر آدمی تھے جنکو موسیٰ
 علیہ السلام نے انتخاب کیا تھا۔ وہ سب مر چکے بعد زندہ ہوئے۔

اب اہل اسلام کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہم نے اتنی آیات و احادیث
 و اقوال سلف پیش کر دیے جن سے صراحتہ ثابت ہے کہ ہزار ہا مردے زندہ ہو چکے
 ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے

جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں روایت ہے عن عبد اللہ قال کان من کفر بحرف من القرآن
 او بآیة فقد کفر بہ کلہ یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے
 تو گویا اوس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔ اب ذرا تا مل کیا جائے کہ جب ایک حرف
 کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے تو اتنی آیتوں کا انکار کس طرح جائز ہوگا پہر علاوہ ان
 آیات کے احادیث بھی بکثرت اوسکے موبد ہیں اور تمام امت خصوصاً اہل سنت و جماعت
 کا ابتداء سے آج تک اسی پر اتفاق ہے سیکو اوس میں کلام نہیں اور مرزا صاحب نے
 جو ان تمام آیات و احادیث وغیرہ کا انکار کر دیا اوس میں صرف اونکی ذاتی غرض ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت فرض کر کے یہ ذہن نشین کریں کہ کوئی شخص مرے کلبہ زندہ
 نہیں ہو سکتا اور احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی قیامت کے قریب ثابت ہے
 اسلئے ان احادیث میں تاویلین کر کے اور ان کے ساتھ اہاموں کی جوڑ لگا کر
 چاہتے ہیں کہ عیسیٰ موعود خود بن بیٹھیں۔

اب ان آیات و احادیث و اجماع امت اور واقعات پر اطلاع ہونے
 کے بعد ہر شخص فخر ہے خواہ قرآن و حدیث اور ہزار ہا کتب اہل سنت و جماعت جہنمیں یہ
 سئلہ نکور اور مسلم ہے سب کی تکذیب کر کے مرزا صاحب کے قول پر ایمان لائے یا اپنے
 ایمان کو عزیز رکھ کر قرآن و حدیث پر ایمان لائے کیونکہ خود حق تعالیٰ نے فرما دیا ہے
 فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یعنی جسکا جی چاہے ایمان لائے جسکا جی چاہے
 کافر ہو جائے۔ مگر یاد رہے کہ اسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے انا اعتدنا
 للظالمین ناراً یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

مرا صاحب کو مسیح موعود ہونے کا تو بہت کچھ شوق ہے لیکن اوسکے لوازم
 و آثار کو وہ پورے نہ کر سکتا۔ بکا حال معلوم ہوا بلکہ جو صفات ان میں پائی جاتی ہیں وہ
 منافی عیسویت ہیں مثلاً دین کے پیراہے میں دنیا طلبی وہ بھی کمال بد خاطر تھیہ سے
 اس بابت پر دلیل قطعی ہے کہ وہ عیسی موعود نہیں ہو سکتے دیکھ لیجئے براہین احمدیہ کی نسبت
 انہوں نے کہا تھا کہ اوسکی سیدہ ہر اہلین تیار ہیں چنانچہ اوسکی قیمت سو سو روپیہ پیشگی
 وصول کر لی گئی۔ اور ایک جلد کے اندازہ میں چھاپ کر اوسکا خاتمہ ایک بات پر کر دیا کہ خدا
 اپنے دین کا خود حافظ ہے یعنی زیادہ کہنے کا کوئی ضرورت نہیں۔ مزاج غیر جہانینہ کے نام
 سے پیشگی چندہ وصول کر لیا گیا اور کتاب نداد۔ عطا و فرزند وغیرہ کی دعا پر پیشگی بھر
 وصول کی جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے متعلقین کی تصویریں بچکر روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ
 اس تدبیر سے وصول کی جاتی ہے کہ ہر مسلمان کو زیور وغیرہ کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے
 اور اس وقت اسلام یتیم ہو گیا ہے اسلئے چاہئے کہ زکوٰۃ کے روپیہ سے اپنی اقصانیف
 خرید کر کے تقسیم کیا جائیں حالانکہ حق تعالیٰ نے زکوٰۃ کا مصرف جو مقرر فرمایا ہے اوس کو
 ہر طالب علم جانتا ہے کہ فقرا اور مساکین وغیرہ ہیں۔ کعبہ جو اپنے گہر میں بنایا اوس سے
 ہی غرض ہلے کج کی رقم اپنے گہر میں آیا کرے اسکے سوا اذکی اور بہت سی کارروائیاں
 ہیں مثل الحاد و تحریف قرآن اور خدا پر افترا وغیرہ جنہیں سے چند اس کتاب میں
 ابھی مذکور ہوئیں۔ احوال ان امور کے دیکھنے کے بعد ان کا دعویٰ عیسویت
 بدانتہ باطل ہو جاتا ہے۔

عَلَطَاتُ افادة الالف م جلد ثانی

صفحہ	عَلَط	صفحہ	صحیح	عَلَط	صفحہ	صفحہ	
تغیر	تغیریں	۲	۲۸	عموماً	عمول	۱۰	۲
لے	لتے	۶	۲۹	راویوں	راویوں	۱۳	۳
لانا	لاتا	۱۰	=	بیٹی	ابھی	۱۶	۴
قائل	قابل	۸	۳۰	ان کی	کی	۱۹	۵
نیا	بنا	۱۲	۳۲	التوسل	الشرسل	۶	۵
مصحح	مصحح	۱	۳۳	الاکتات	الاکتات	۹	=
لئے	لے	۱	۳۴	ان	وان	۱۱	=
نیز	حیز	۱	=	الاشیاء	الاشیاء	۱۲	=
معافی	معافی	۴	=	استبعاد	استبعاد	۱۰	۶
قائدہ	قائدہ	۶	=	ثابت	بات	۵	۱۳
سینچون	سینچون	۱۳	=	لکھتے ہیں	لکھتے	۱۷	=
یا تیری امتنا	یا تیری امتنا	۱۲	=	خزیمہ	جریمہ	۱۲	۱۴
ذکرہ	ذکرہ	۱۹	=	صدوق	صداق	۹	۱۷
محرّف	منھرف	۶	۳۵	متابع	تابع	۱۰	=
ناچیز	ناچیز	۱۳	=	کہ ایک	ایک	۱۱	=
ضرورت سے	ضرورتیں	۱۲	۳۶	لیتے ہیں	لیتے	۱۹	۲۶
وغیر کے	وغیر	۱۵	=	عزبیا	عزبیا	۲	۲۸
وہر	وہر	۱۶	۳۸	ہم نے	قرآن میں	۲	۳۰

صفحہ	فصل	۲	صفحہ	صفحہ	فصل	۲	صفحہ
تباہی	کیا کہا	۱۲	۶۰	نذر	نذر	۱۹	۳۹
تجددیت	محمد دیش	۳	۶۲	اور	ور	۱۷	۴۲
یشتادون	یشتادون	۱۶	۶۵	سبحان اللہ	سبحان اللہ	۱۵	۴۳
تستقدمون	یتقدمون	۱۷	"	تہا	تہا	۱	۴۵
خدا کو اتار	اتار	۱۰	۶۶	چودہ	جوداں	"	"
مسیرہ	میسرہ	۳	۶۹	بنائی	بتائی	۱۳	"
جمعتہ	جمعتہ	۷	"	تنبیہ	میشہ	۱۷	"
اس وجہ سے	اس وجہ	۸	۷۱	جزائری	خضائری	۱۵	"
پہلے	پہلے	۲	۷۲	یا لیتنی	یا لنبی	۱۸	۴۶
وجہ	وجہ	۳	۷۳	الایہ	ازابہ	۵	۴۷
تفصیلت	استقہ	۳	۷۷	کرتے ہیں	کرتے ہیں	۶	۴۹
ادکون	وٹکون	۱۲	۷۸	نے جو	نے	۱۷	"
دے گئے	دیتے گئے	۱۶	۷۹	یوشع	یوشع	۲	۵۰
اسوج سے	اسوج	۲	۸۲	معجزات	معجزات	۶	"
بات نہیں ہے	بات ہے	۴	"	علیہا السلام	علیہا السلام	۷	"
سحر	سحر	۱۶	۹۲	شد	شد	۳	۵۱
ظاہر ہے	ظاہر ہے	۱۰	۹۲	حجت	صحت	۲	۵۲
آیات	آیاست	۱۲	۹۶	میرا	میرا	۴	"
وار	ودار	"	"	کم از کم	کم و	۱۶	"
دکھتی	دکھتی	۱۲	۹۸	میں آنا	میں	۱	۵۹

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
طیر	طیر	۱۶	۱۳۸	اس سے بھی	بھی اس سے	۹	۹۹
فیصل	فیصل	۱۷	"	تھے	ہے	۲	۱۰۰
عبد العزیز	عبد الفوی	۱۵	۱۳۹	کئے	کئے	۸	"
برسا بچہ	برسا بچہ	۶	۱۴۰	بہنوں	بہنوں	۱۱	"
بوجا بیگ	بوجا بیگ	۱۱	"	بنی امیہ	بنی امیہ	۶	۱۰۵
ہوینگے	ہوینگے	۱۶	۱۴۱	سوچتا	سوچتا	۱۹	"
بھی ہے	بھی ہے	۲	۱۴۲	اترنا	اترنا	۶	۱۰۹
اشبہ	اشبہ	۷	"	شخص	شخص	۲	۱۱۳
ہوتا	ہوتا	۸	۱۴۵	ہوتا	ہوگا	۳	"
پہیلی	پہیلی	۴	۱۴۹	پہریگا	پہریگا	۴	۱۱۳
اب	اب	۱۱	۱۵۱	اس باب	اسبات	۸	۱۱۶
السیافہ	السیافہ	۱۹	"	بہت	ہر	۹	"
موافق	موافق	۹	۱۵۲	یضغ	یضغ	۱۴	۱۱۷
ابتدائی	ابتدائی	۲	۱۵۳	یغیض	یقبض	۱۵	"
یوما	یوما	۱۱	۱۵۴	ذخائر	ذخار	۱۶	۱۲۵
اونکے	اونکے	۱۵	"	التاغض	والتاغض	۱۸	۱۲۷
اجلی الجیبتہ	اجلی الجیبتہ	۱۹	"	المصیباں	المصیباں	۱۶	۱۲۸
مسی	مسی	۲	۱۵۵	المستحلی	المستحلی	۳	۱۳۵
خلفہ	خلفہ	۷	۱۵۶	فیومنون	فیومتون	۱۸	۱۳۷
اوسی	اوسی	۱۴	"	ذری	ذری	۱۹	"
				نقدہ	نقدہ	۷	۱۳۸

صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ	صحیح	غلط	صفحہ	صفحہ
کفروا	ناکفروا	۸	۲۸۱	یری	یزری	۱	۱۳۱
پہچوچکا	پھوچکا	۳	۲۸۲	انقطع	تقطع	۸	۲۲۳
لم	کم	۷	۲۸۳	یحلف	محلف	۹	=
جاونکا	جاونکا	۱۱	۲۹۹	رویت	روایت	۱۱	=
الذرات	الذرات	۹	۳۰۲	قواہ	قرزہ	۳	۲۲۳
مفید	مفید	۱۰	=	نزات	نزہ	۵	=
اذا	اوا	۶	۳۰۷	ظلی	انظلی	۳	۲۳۶
دوسرا	دوسری	۱۰	۳۱۰	دعائہ	دعائیہ	۶	=
کرتے ہیں	کرتے ہیں	۱۲	۳۱۶	آسانوں پر	آسانوں پر	۳	۲۳۷
عزیر	عزیر	۱	۳۱۷	ہوا تو ہوں	توا ہوں	۱۳	۲۱۶
اترا	آتوا	۱۵	۳۲۳	اونکا	اوسکا	۵	۲۵۸
تم	ہم	۳	۳۲۵	جنت	بنت	۱۸	=
حق تعالیٰ نے	حق تعالیٰ	۱۸	=	ڈوبے	اوبے	۱۳	۲۶۰
یہ ہے	ہے	۷	۳۲۹	حربا	فی حربا	۱	۲۶۱
دکلاؤ وہ	دکلاؤ وہ	۶	۳۳۲	نیفد	نیفد	۱	۲۶۲
لفعل	یفعل	۳	۳۳۷	وانی	فانی	۱۷	=
سیدنا	سیدنا	۹	۳۳۸	اڑینگے	اڑ جائینگے	۱	۲۶۸
ہی	ہے	۸	۳۴۰	علیہا	علیہا	۱۱	۱۷۱
راونکی	راونکی	۱۹	۳۴۱	والسماو	ورالسماو	۱	۲۸۱
ایسی	لیسی	۲	۳۴۵	تیسالوں	تیسالوں	۵	=

صفحہ	غلاف	کتاب	صفحہ	غلاف	کتاب
۱۳	۲۵۵	مشاہیر	۳	۲۵۴	مشاہیر



قطع تاریخ طبع کتابتیں طبع معہ الاموال نامہ لوی محمد مظفر الدین صاحب

المختص بہ علی

ابن حق کو شہزادہ جہاں بخش
 مانی کار و توشش اسلوب
 بہر معنی یہ اوس کا سال طبع
 بی بی قزوید اہل باطل غیب
 ۱۳۵۲



